عِندَ ذِكرِ الصَّالِحِينَ تَنزِلُ الرَّحمَةُ

تذکرہ جامع المجددین

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا مولوی شاہ

محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از قلم

حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی نور اللہ مرقدہ

(مجاز صحبت) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

سابق ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

دعائیہ کلمات

شیخ طریقت حضرت مولانا محمد قمر الزمان صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم

(خلیفہ و خویش)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتح پوری

اضافہ

نجم العلماء حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

(ناظم و متولی) مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

ترتیب جدید

سید حذیفہ نجم تھانوی

مرکز معارف حکیم الامت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون، شاملی، یوپی

اضافہ شدہ ایڈیشن

عِندَ ذِکرِ الصَّالِحِینَ تَنزِلُ الرَّحمَة

صالحین کے ذکر خیر کے وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

تذکرہ

جامع المجددین

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرۃ مولانا مولوی شاہ

محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

از قلم

حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی نور اللہ مرقدہ

سابق ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، تھانہ بھون

حسب فرمائش

نجم العلماء حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی مدظلہ

ناظم و متولی مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

دعائیہ کلمات:

شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی مدظلہ

ناشر

مرکز معارف حکیم الامت (بیت اشرف)

تھانہ بھون ضلع شاملی، یوپی

تفصیلات

نام کتاب : **تذکرہ جامع المجددین**

جامع ومرتب : مولانا سید ظہور الحسن کسولوی نور اللہ مرقدہٗ

سابق ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

سن اشاعت : جمادی الاخریٰ ۱۴۴۴ھ

ناشر : مرکز معارف حکیم الامت (بیت اشرف)

خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون، شاملی (یوپی)

زیر انتظام : مولانا اشرف علی تھانوی فاؤنڈیشن تھانہ بھون

رابطہ : سید حذیفہ نجم تھانوی 9568780000

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ، تھانہ بھون ضلع شاملی (یوپی)

کتب خانہ امداد الغرباء، محلّہ مفتی سہارنپور (یوپی)

مکتبہ مدنیہ، سفید مسجد دارالعلوم روڈ دیوبند

فہرست عناوین

دعائیہ کلمات: شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی مدظلہٗ		۷
تقریظ وتأثرات (مفتی مظفر الاسلام تھانوی مظاہری)		۸
درمدح مرشد تھانوی (حکیم شفیق الرحمٰن شفا کاندھلویؒ)		۱۰
اسلاف کے تذکروں کی افادیت (سید حذیفہ نجم تھانوی)		۱۱
تأثرات اکابر حکیم الامت کی شخصیت کے حوالہ سے	اضافہ	۱۳
نذرانۂ عقیدت، یاد اسلاف (محمد اشرف قصبہ کھاری بجنور)		۳۲
وطن عزیز، ولادت باسعادت، نام ونسب	اضافہ	۳۳
خاندان	//	۳۴
حضرت تھانوی کے متعلق پیشین گوئی	//	۳۴
اہل وعیال	//	۳۴
حفظ قرآن		۳۵
تعلیم وتربیت	اضافہ	۳۶
خصوصی توجہ	//	۳۶
والد گرامی کا خلوص	//	۳۶
اساتذہ کرام کی رائے	//	۳۷
پہلی تصنیف		۳۸
اساتذہ کرام سے محبت	اضافہ	۳۸
اساتذہ کرام کے علوم کی حفاظت	//	۳۹

اساتذہ ذیشان	اضافہ	۴۰
استاد العلماء حضرت مولانا فتح محمد تھانویؒ	//	۴۱
حضرت مولانا منفعت علی دیوبندیؒ	اضافہ	۴۶
حضرت مولانا عبد العلی میرٹھیؒ	//	۴۷
حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ	//	۴۹
حضرت مولانا سید احمد دھلویؒ	//	۵۰
حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ	//	۵۲
شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ	//	۶۰
حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتویؒ	//	۶۵
شیخ القراء قاری محمد عبد اللہ مہاجر مکیؒ	//	۷۰
مسند درس		۷۳
غیب سے ہمت افزائی		۷۳
خودداری		۷۴
باعزت مراجعت		۷۵
للہیت کا اثر		۷۶
طب کی تعلیم		۷۷
طریقۂ تعلیم کی نفاست		۷۹
طلبہ کو ہدایت		۸۱
بیعت وسلوک		۸۱
پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (سید نجم الحسن تھانوی)	اضافہ	۸۴

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے نامور خلفاء		۹۷
مسند رشد و ہدایت		۹۹
تحریک دیوبند اور اصلاح امت		۹۹
طریقت کا خلاصہ	اضافہ	۱۰۰
احسان وسلوک		۱۰۲
ارشاد و تلقین		۱۰۵
پیرزادگی		۱۰۶
آپ کا تصوف		۱۰۷
حسن قبول		۱۰۹
وقف بورڈ کے نیم سرکاری وفد سے مکالمہ		۱۱۰
اصول بحث		۱۱۱
حاضر جوابی		۱۱۲
اعتراف وفد		۱۱۴
مخالفین کے ساتھ معاملہ		۱۱۵
اعتراف مخالفین		۱۱۶
استغناء وتوکل		۱۱۷
چندہ کے متعلق اصول	اضافہ	۱۱۸
نخوت کا علاج		۱۲۱
نواب حیدر آباد		۱۲۲

حکیم الامت خود اپنی نظر میں	اضافہ	۱۲۶
معمولات رمضان (ماخوذ/اکابر کا رمضان)	اضافہ	۱۲۷
ایک تفریحی واقعہ //	//	۱۳۴
مکتوب حضرت شیخ زکریا صاحبؒ، بنام خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ	اضافہ	۱۳۶
الجواب (خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)	//	۱۳۸
جوابی مکتوب (مولانا سید ظہور الحسن کسولوی)	//	۱۳۹
عکس تحریر (حکیم الامت حضرت تھانویؒ)	//	۱۴۲
مختصر حالاتِ وفات		۱۴۳
چند وصیتیں اور مشورے	اضافہ	۱۴۶
مرثیہ بر وفات حضرت تھانویؒ (خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ)	//	۱۵۰
آپ کی خدمات کا اعتراف		۱۵۱
پیر و مرشد کے متعلق تأثرات (مرتب)	اضافہ	۱۵۵
بعض تصانیف کے متعلق قلمی تأثرات (مرتب)	//	۱۵۸
حکیم الامت کے حالات زندگی ایک نظر میں (سید نجم الحسن تھانوی)	//	۱۶۶
فہرست خلفاء و مجازین حکیم الامتؒ	//	۱۶۹
ایک قابل اصلاح طرز عمل (مولانا سید نجم الحسن تھانوی)	//	۱۸۳
تیرا مقصد کمالات نبوت کی اشاعت تھا (اشعار)	//	۱۸۷
خودنوشت حالات (مولانا ظہور الحسن کسولویؒ)	//	۱۸۸
مرتب کا مختصر سوانحی خاکہ ایک نظر میں (سید حذیفہ نجم تھانوی)	//	۱۹۴

دعائیہ کلمات

شیخ طریقت حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الٰہ آبادی
دامت برکاتہم العالیہ (دار التذکیۃ و الاحسان)

خلیفہ وخویش حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمہ اللہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم : امابعد

ناظرین! یہ کتاب **''تذکرہ جامع المجددین''** حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ستودہ صفات پر مشتمل ایک جامع تذکرہ ہے، جس کو خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے سابق ناظم مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب فرما کر طبع کرایا تھا۔ اب اسی کو آپ کے لائق فرزند مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی موجودہ ناظم ومتولی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون مفید اضافے اور جدید کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کرنے کی سعی فرما رہے ہیں۔

چنانچہ اس حقیر نے اس کا سرسری مطالعہ کیا تو ماشاء اللہ بہت خوب معلوم ہوئی۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پوری امت کیلئے مفید وکارآمد بنائے اور ہم سب کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے اور مولانا کیلئے زادِ آخرت بنائے۔ آمین

ers\user\Desk
1.jpg not
found.

﴿تقریظ وتأثرات﴾

حضرت مولانا مفتی مظفر الاسلام تھانوی مظاہری دامت برکاتہم

(صاحبزادہ محترم حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی رحمہ اللہ)

استاد جامعہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

نحمدهٗ و نصلی علی رسوله الکریم امابعد!

مجھے یہ معلوم ہوکر بیحد مسرت ہوئی کہ **مرکز معارف حکیم الامت** تھانہ بھون کے خدام میرے والد محترم **مولانا سید ظہور الحسن تھانوی رحمہ اللہ** سابق ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کا مرتب کردہ قدیم رسالہ (جامع المجددین) جس میں والد صاحب نے اپنے شیخ، مربی، استاد مکرم حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے اوصاف وکمالات، اعمال واطوار، افکار وخیالات، علمی وعملی زندگی اور مجددانہ کارناموں کو اپنے مشاہدات کی روشنی میں قلم بند کیا تھا، مرکز کے احباب کچھ اضافہ، عمدہ کتابت وطباعت کے بعد مستقل طور پر اس کو **مرکز معارف حکیم الامت** کی طرف سے دوبارہ شائع کرنے کا اہتمام کررہے ہیں۔

علاوہ ازیں مرکز کی جانب سے اور بھی حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی کتابیں مثلاً تسہیل بیان القرآن، سلوک کامل، **مسائل السلوک من کلام ملک الملوک، النخب من الخطب، تنویر السراج فی لیلۃ المعراج، کثرۃ الازواج لصاحب المعراج**، پردہ کے شرعی احکام اور **سہ ماہی فیضان حکیم الامت** کے علاوہ متعدد کتابیں ورسائل مختصر وقت میں طبع ہوکر منظر عام پر آچکی ہیں اور شائقین کے مطالعہ کا حصہ ہیں۔

یہ رسالہ جامع المجد دین بھی اسی نشر واشاعت کے سلسلہ کی ایک کوشش ہے۔

مرکز کے خدام کا یہ اقدام نہایت مبارک ہے۔ان شاء اللہ اس کا نفع متعدی ہوگا اور طویل عرصہ تک ان کی یادگار اور ذکر خیر کا سبب ہوگا۔

بزرگان دین کے تذکرہ سے روح میں تازگی اور قلب میں نور پیدا ہوتا ہے، تعلق مع اللہ اور محبت الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔

صاحب سوانح کے اوصاف حمیدہ، انکے علم وعمل، اتباع سنت، اخلاص و للّٰہیت، زہدوتقویٰ اور تواضع وانکساری کے نمونے سامنے آتے ہیں۔

تاکہ نئی نسل کو اپنے اسلاف کے کارنامے، ان کے مزاج و مذاق اور خدمات و تعلیمات سے آگاہی اور ان کی قدر وقیمت کا اندازہ ہو اور وہ اپنے سنہرے ماضی سے روشناس ہوکر مستقبل کے لئے راہ عمل متعین کرسکیں۔

یہ تذکرہ (جامع المجد دین) محض ایک تذکرہ ہی نہیں بلکہ ہمارے لئے سبق بھی ہے اور عبرت بھی کہ ہمارے اکابر کو اپنی اصلاح وتربیت اور آخرت درست کرنے کی فکر کس درجہ دامن گیر تھی اور اس کیلئے انہوں نے کیسی جدوجہد، ریاضت ومجاہدے کئے، کس طرح شیخ کامل تک رسائی حاصل کی، کس طرح اپنے کو مٹایا، اپنے شیخ سے کیسا تعلق، کس قدر محبت وعقیدت، اعتماد، اتباع اور اعتقاد تھا۔جس کی بدولت وہ کامیاب اور قابل رشک زندگی گذار گئے۔یہی وہ چیزیں ہیں جس کا اس دور میں افسوس ناک حد تک فقدان ہے۔

مجھے امید ہے کہ یہ رسالہ امت کیلئے نفع بخش ثابت ہوگا۔حق تعالیٰ اس رسالہ کی اشاعت کو امت کیلئے نافع اور شرف قبول عطا فرما کر قارئین کیلئے مفید تر بنائے اور مرکز کے جملہ تعلیمی وتعمیری اور اشاعتی منصوبوں کی عافیت وسہولت سے تکمیل فرمائے۔(آمین)

درمدح مرشد تھانویؒ

حکیم شفیق الرحمٰن شفاؔ کاندھلوی رحمہ اللہ

در جستجوئے رہبر[1] رفتم بسوئے تھانہ[2]
دیدم یکے قلندر بلباس فاخرانہ
در علم و فضل یکتا تصویر زہد و تقویٰ
شمع رہ طریقت یک ہادی زمانہ
حقا بدامنِ او دیدم بہم دو ساماں
جذبات عاشقانہ اندازِ دلبرانہ
ہر فعل فعل صالح ہر قول قول جامع
گفتار ساحرانہ رفتار طائرانہ
مانند ایں بدنیا دیدم نہ شیخ کامل
دارم بداں عقیدت واللہ والہانہ
انوار حق چو دیدم ارزاں بہ خانقاہش
باشوق بوسہ دادم بر سنگ آستانہ
در یک نظر شفاؔ را بخشید کیف و مستی
یک جرعہ دادہ بودے از دست مشفقانہ

(۱) حکیم الامت مولانا تھانویؒ (۲) تھانہ بھون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلاف کے تذکروں کی افادیت

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد:

سلف صالحین اور بزرگان دین کے ذکرو چرچے، بعد والوں کے لئے حد درجہ سبق آموز اور عملی زندگی کے لئے غیر معمولی اثر انگیز اور نمونہ عمل ہوتے ہیں، اسی لئے ہمارے اسلاف واکابر نے ہمیشہ ہی اہل اللہ اور ارباب فضل دکمال کی صحبت میں بیٹھنے اور دنیا سے ان کے اٹھ جانے کے بعد ان کے حالات زندگی پڑھنے سننے اور ان کی زندگی کے لائق تقلید گوشوں کو جاننے اور سبق آموز پہلوؤں کی تلاش وجستجو کی ہمیشہ ہی تلقین کی ہے۔

چنانچہ **حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ** ایک موقعہ پر تحریر فرماتے ہیں:

> ماہرین نفسیات، علماء اخلاقیات اور تعلیمی، تربیتی اور اصلاحی کام کرنے والوں کا تقریبا اس پر اتفاق ہے کہ کتاب وسنت اور اہل اللہ کی براہ راست صحبت کے بعد، شخصیت کی تعمیر وترقی، اصلاح واحتساب نفس اور کردار سازی میں سب سے بڑی موثر اور انقلاب انگیز چیز نائبین رسول، علماء ربانیین، اولیاء کاملین، مصلحین ومجددین اور صاحب تاثیر اور موئیدین من اللہ واعیان برحق کی سیرت وسوانح اور حالات وواقعات کا مشاہدہ اور اگر وہ میسر نہ ہوں تو ان کی سیر وسوانح کا مطالعہ ہے۔الخ
>
> (چند اصحاب عزیمت)

تفصیل بالا سے یہ واضح ہوگیا کہ اسلاف واکابر کے حالات زندگی، ان کے اعمال واطوار اور ان کے افکار وخیالات ہمارے لئے عمومی عمل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

انہیں کے لیل ونہار کو پیش نظر رکھ کر ہمیں اپنے روز وشب گزارنے کا معمول تشکیل دینا چاہیۓ۔ہم اس سرمایہ کے وارث وجانشیں بھی ہیں اور امین بھی۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اسلاف سے ملنے والے اس اسوہ کو اپنی زندگی میں ڈھالیں اور دنیا کے کونے کونے میں جا کر عوام الناس کو راہ ہدایت وصراط مستقیم پر لائیں۔اس کیلئے ہمارے پاس شاندار سرمایہ اور قیمتی علمی جوہر حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف اور مواعظ ہیں۔

......قطعہ......

خودی جب تک رہی اس کو نہ پایا
جب اس کو ڈھونڈ پایا خود عدم تھے
تمہاری کیا حقیقت تھی میاں آہ
یہ سب امداؔد کے لطف و کرم تھے

(حکیم الامتؒ)

......قطعہ......

ڈھونڈتا ہے دل وہی کیف آفریں ماحول پھر
وہ بہاریں اب کہاں جو ہائے میخانہ میں تھیں
مستیاں ہر سو برستی تھیں درو دیوار سے
اور وہاں کیفیتیں سو خم کی پیمانے میں تھیں

(مجذوؔب)

......﴿حضرات اکابر کے تأثرات﴾......

حضرت حکیم الامت کی شخصیت کے حوالہ سے ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) **مؤرخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی** رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''اصلاحِ اُمّت کی کوشش میں علمی عملی زندگی کے ہر گوشہ پر ان کی نظر تھی، بچوں سے لے کر بوڑھوں تک، عورتوں سے لے کر مَردوں تک، جاہلوں سے لے کر عالموں تک، فاسقوں سے لے کر صوفیوں، درویشوں، زاہدوں تک، غریبوں سے لے کر امیروں، استادوں اور مدرسوں تک۔ غرض ہر صنف امت اور ہر جماعت کے کاموں تک ان کی نظر دوڑی پیدائش، شادی، بیاہ غمی اور دوسری تقریبوں اور اجتماعوں تک کے احوال پر ان کی نگاہ پڑی، اور شریعت کے معیار پر جانچ کر ہر ایک کا کھرا اور کھوٹا الگ کیا اور رسوم و بدعات کا قلع وقمع کیا ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم آنے والی نسلوں تک اس امانت کو پہونچائیں۔

(۲) **حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی** رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ ہر کام اپنے وقت پر، ہر چیز اپنی مقرر جگہ پر کھانے، پینے، چلنے، اٹھنے، بیٹھنے سب کے ضابطے، سب کے آداب، ہر گفتگو ایک مقصد لئے ہوئے، بے مقصد گفتگو جیسے جانتے ہی نہ تھے۔ زبان پر اتنا قابو میں نے کسی بزرگ کا نہ پایا اوراد ووظائف پر جو زور دوسرے آستانوں پر رہتا ہے اسکا یہاں کام ہی نہ تھا، رسوم سے اجتناب، نمائشی تکلفات سے احتراز، پس اپنے کام

سے کام، دوسروں کو زحمت سے بچانے کا کامل اہتمام، بندوں کی خدمت عبادت کے درجہ میں، پس یہی خصوصیات مجلس اشرفی میں دیکھنے کو ملیں۔

(۳) حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جو دارالعلوم کے فضلاء میں سے ایک بے نظیر شخصیت ہیں دینی خدمات کے جتنے شعبے ہیں سب میں آپ کے مآثر بے شمار ہیں۔ ایک ہزار سے زائد آپ کی وہ مقبول تصانیف ہیں جن سے لاکھوں مسلمانوں کی زندگیوں میں انقلاب آیا آپ کے سلسلہ ارشادات سے بھی لاکھوں مسلمانوں کی زندگی بنی اور سینکڑوں مشائخ طریقت پیدا ہوئے۔

(۴) حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی (مجاز صحبت) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ

”مرشدی جنید وقت حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی مجالس اور اسفار، نشست و برخواست میں بیان فرمودہ انبیاء کرام اولیائے عظام کے تذکروں، عاشقان الٰہی ذوالاحترام کی حکایات و روایات، دین برحق مذہب اسلام کے احکام و مسائل، جن کا ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر، ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا، ہر کلمہ شراب عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا، ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق، نکات تصوف اور مختلف علمی عملی عقلی و نقلی معلومات و تجربات کے بیش بہا خزائن کا دفینہ ہے۔ اور جن کا مطالعہ آپ کی پر بہار مجلس کا نقشہ آج بھی پیش کر دیتا ہے۔“

(۵) حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کی رائے گرامی!

میرے نزدیک اس دور میں دین کی صحیح سمجھ پیدا کرنے کیلئے دین کا صحیح طریقہ سیکھنے کیلئے حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی کی تالیفات، ان کے مواعظ وملفوظات سے بڑھ کر کوئی شئے مؤثر نہیں، کوئی مجھے شخصیت پرستی کا طعنہ دے تو دیا کرے، کوئی مجھے یہ کہے کہ یہ جانب داری سے کام لے رہا ہے تو کہا کرے، لیکن پہلے یہ بات تقلیداً مان لی تھی، اب تحقیقاً کہہ رہا ہوں کہ دین کی سمجھ اس پر عمل کا مزاج و مذاق جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف اور مواعظ وملفوظات میں ملے گا اس دور میں کہیں اور نہیں ملے گا۔

(۶) حضرت الحاج صوفی محمد اقبال قریشی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ حسنہ الحمدللہ چھپے ہوئے موجود ہیں جن کے مطالعہ سے فکر آخرت اور اصلاح خلق اور باطن ہوتی ہے۔ فتاویٰ میں وہ کمال پیدا کیا کہ آج کل کے جملہ منتظمین کو ''امداد الفتاویٰ'' سے رجوع کیے بغیر چارہ نہیں، تصوف میں وقت کے جید اور ممتاز علماء کرام نے آپ سے رجوع کیا۔ اور آپ کی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون سے جو نفع عام اور فیض تام ہوا اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ہزار ہا آزاد خیال لوگ آپ کے دامن عقیدت سے منسلک ہو کر صالح بن گئے، چنانچہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تصانیف میں سے ''تربیت السالک'' کے مطالعہ سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہیں کہ آپ نے

تصوف کو از سر نو زندہ کیا اور مجدد الملت اور محی السنّت والطریقت کہلائے۔

غرض شاید ہی علم دین کا کوئی شعبہ ایسا ہو جس میں آپ نے خدمات انجام نہ دی ہوں اور آپ کو اس میں کمال نہ ہو اور شریعت کا کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا جس پر آپ نے قلم نہ اٹھایا ہو۔ اس لیے آپ کی ذات اقدس کے بارے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ

''آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے باوجود توکل پر گزر ہونے کے کسی تصنیف کا کوئی حق نہ اپنے لئے، نہ مدرسہ کیلئے، نہ اپنے بعد اپنے اہل خاندان کے کسی فرد کیلئے محفوظ کیا...... یہ سب دینی خدمات تمام فی سبیل اللہ کیں...... گویا اس قرآنی آیت کے مصداق بنے رہے

''ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة''

(۷) حضرت مولانا سراج الحق مچھلی شہری الٰہ آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

آپ ادائے حقوق العباد اور حسن اخلاق کے نمونہ تھے اور اسی کی تعلیم مریدین کو خاص طور پر دیتے تھے۔ اکثر اتقیاء و اہل بصیرت کی نظر میں اس صدی کے مجدد اور قطب الارشاد تھے، دین کے ابواب خمسہ کو بدعات اور جہل سے پاک صاف کر کے کتابوں میں محفوظ کر دیا۔ تصوف کے علم و عمل کو دنیا دار پیروں کی آمیزشوں سے نکھار کر اس قدر پرزور آواز میں دنیا کے کانوں تک پہنچا دیا کہ دنیا عرصہ تک اسے فراموش نہ کر سکے گی۔

آپ نے رسمی بیعت کو غیر اہم بتلایا اور اصل جز تعلیم و تربیت کو فرمایا۔ آپ کی طرف علماء نے بہت رجوع کیا آپ کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے خاص برکت رکھی تھی۔

(۸) حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب رومی رحمہ اللہ سابق مفتی شہر آگرہ فرماتے ہیں کہ

حضرت حکیم الامت مجدد الملت کی تجدیدی خدمات کے تین نمایاں پہلو محسوس کئے۔

(۱) رسم و حقیقت کے درمیان خط فاصل قائم فرمایا

(۲) امور اختیاریہ اور غیر اختیاریہ کی تفریق نمایاں فرمائی۔

(۳) حضرات اہل علم کو عزت علم و عزت نفس اور استغناء کی تلقین بڑے اہتمام و تاکید سے قولاً و عملاً فرماتے رہے۔

(۹) شیخ طریقت، رہبر شریعت، عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم کے قلمی تأثرات!

یہ حقیر عرض کرتا ہے کہ جس طرح حضرت فاروق اعظمؓ اشدھم فی امر اللہ عمر کی رو سے دین کے معاملہ میں تصلب اور پختگی سے متصف تھے اسی کے ساتھ ساتھ غایت درجہ تیقظ، معاملہ فہمی اور سیاسی بیداری سے بھی بہرور تھے جس کو سیاسی مبصرین نے بھی تسلیم کیا ہے، اس کے مطابق حضرت حکیم الامت اپنے جد امجد حضرت عمر فاروقؓ کے نقش قدم پر تھے یعنی آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشاد پاک ''اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور اللّٰه ''(یعنی مومن کی فراست سے ڈرو اسلئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے) اور دوسرے ارشاد ''لا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین ''(یعنی مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جاتا) اور خود حضرت عمرؓ کے قول ''لا نخدع ولا نخدع ''(یعنی ہم نہ کسی کو دھوکہ دیتے ہیں اور نہ کسی سے دھوکہ کھاتے ہیں) کا کامل نمونہ بنایا تھا۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ارشادات حکایات اور اصابت رائے کے واقعات شاہد ہیں کہ آپ کی ذات میں مذکورہ صفات بدرجہ اتم موجود تھیں۔ایسے ہی شخص کیلئے بجا طور پر ''حکیم الامت مجدد الملت'' جیسے القاب زیب دیتے ہیں جو محض فیض الٰہی اور عطیہ خداوندی سے نصیب ہوتے ہیں۔ ذالک فضل اللّٰه یوتیه من یشاء (اقوال سلف جلد۹ص ۱۱۱)

(۱۰) حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی مدظلہ العالی (ناظم ومتولی) خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون تحریر فرماتے ہیں کہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ نے جن عظیم اوصاف وکمالات اور خصوصیات سے متصف فرمایا تھا ان میں ایک امتیازی وصف افراد سازی کا خاص ملکہ بھی تھا، مسترشدین کی تو کوئی گنتی ممکن ہی نہیں لیکن علم وعمل کے مجسم نمونے جو زندہ کتابوں کی صورت میں تیار کر کے امت کو دیئے ان کی تعداد ایک سو ساٹھ سے متجاوز

ہے جن میں ہر ایک اپنی جگہ آفتاب و ماہتاب اور جوہر خالص تھا جنہوں نے بعد میں بھی انہیں خطوط انہیں نقوش پر گامزن رہتے ہوئے امت کی راہنمائی فرمائی اور اپنی قابلیت اور صلاحیت کا لوہا منوایا، جہاں بیٹھ گئے وہیں خانقاہ آباد ہوگئی، اسی جگہ سے علم وعمل کے چراغ روشن اور رشد و ہدایت کے چشمے جاری ہو گئے، محبوبیت اور مقبولیت کی مثال قائم کردی۔

خانقاہ امدادیہ کی تربیت سے معمور ہو کر اور دین کا صحیح فہم حاصل کر کے حتی المقدور انہی خصوصیات اور صفات کے ساتھ انہوں نے حضرت حکیم الامت کی مجددانہ تعلیمات کو عام کیا دنیا بھر میں دین کو اس کے اصلی خدوخال کے ساتھ پیش کیا، امت کو افراط وتفریط سے بچایا، شرک و بدعت کا قلع قمع کیا، اعمال صالحہ کی رغبت، فکر آخرت اور دینی رجحان پیدا کرنے میں امت کی رہنمائی کا فریضہ ادا کرتے رہے، اس طرح یہ کارواں آگے بڑھتا رہا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج بھی سلسلہ درسلسلہ منزل کی طرف رواں دواں ہے۔

(کاروان مجدد تھانویؒ)

(۱۱) حضرت مولانا سید احمد خضر شاہ مسعودی کشمیری مدظلہٗ

شیخ الحدیث دارالعلوم وقف دیوبند نے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں جاری اپنے خطاب میں فرمایا کہ

''دارالعلوم دیوبند کی سلوک وتصوف کی ڈیڑھ سو سالہ تاریخ کا نچوڑ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ہیں''۔

بہرکیف! پورے وثوق اور اعتماد سے کہا جاسکتا ہے کہ اصلاح وتربیت کے باب میں حضرت تھانوی کی تخصیص وتجویز، کثرت تصانیف، انضباط اوقات، ملفوظات کے لئے اہل

علم کا اہتمام اور اصول پسندی جیسے متعدد ایسے عنوان ہیں، جن میں ہم عصر مشائخ ومرشدین میں کسی کے بارے میں کوئی بھی منصف مزاج ہمسری کا خیال بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔

حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو عجیب جامع کمالات بنایا تھا۔ "تفسیر" کو لیں تو معاصرین میں آپ کے ہم پلہ کوئی مفسر نظر نہیں آتا۔ چنانچہ تفسیر بیان القرآن اور مسائل السلوک من کلام الملوک اس پر شاہد ہیں، "حدیث" کو لیں تو آپ نے اس میں وہ خدمات انجام دیں جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گی۔ چنانچہ علم حدیث میں آپ کی وسعت نظری کا اندازہ التکشف عن مہمات التصوف، التشرف اور اعلاء السنن کے مطالعہ سے کیا جا سکتا ہے۔

یہ معرکۃ الآراء تالیف "اعلاء السنن" کی خدمت حضرت تھانوی کی جانب سے خواہر زادہ شیخ الاسلام حضرت علامہ ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ کے سپرد ہوئی حضرت حکیم الامتؒ کی دیرینہ خواہش تھی کہ احناف کی مستدل احادیث کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کیا جائے حضرت نے اس کا ایک خاکہ بھی تیار کیا ہوا تھا اس کام کو مولانا ظفر احمد عثمانی نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے قائم کردہ خطوط واشارات اور منشاء کے مطابق بڑی عرق ریزی ودقت نظر اور تحقیق وتنقید کے ساتھ خدمت انجام دی، جو بیس جلدوں پر مشتمل ہے، جسمیں مذہب حنفی کی موئد حدیثوں کو بالاستعاب جمع کیا گیا ہے۔

نیز محدثین واہل فن کی تحقیقات اس کے شروح وحواشی میں یکجا کئے گئے ہیں، یہ مولانا ظفر احمد تھانوی کا زبردست علمی کارنامہ ہے جس نے ان کی محققانہ وعالمانہ حیثیت کو علمی حلقوں میں اجاگر کیا۔

جس وقت یہ کتاب مولانا ظفر احمد تھانوی نے حضرت حکیم الامت کی خدمت میں پیش فرمائی تو مولانا تھانوی نے جس قدر مسرت کا اظہار فرمایا اس کا اندازہ حضرت کے ان الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے کہ:

لو لم یکن بالخانقاہ الامدادیہ (تھانہ بھون)الا تالیف اعلاء السنن لکفیٰ بہ کرامتہ و فضلا فانہ عدیم النظیر فی بابہ (اگر خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں اعلاء السنن کی تصنیف کے علاوہ کچھ نہ ہوتا تو یہی کتاب اس کی فضیلت وکرامت اور عزت وشرف کے لئے کافی تھی کیونکہ یہ اپنے فن کے میدان میں بے مثال ہے)۔

حضرت تھانوی کی یہ خوشی اسوجہ سے بھی تھی کہ یہ کام انکے عین خواہش کے مطابق کیا گیا تھا،اور مولانا ظفر احمد عثمانی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

"مولوی ظفر احمد عثمانی جو میرے بھانجے ہیں اس دور کے امام محمد اور علوم دین کا سرچشمہ ہیں"۔

درس وتدریس کو لیں تو حضرت تھانویؒ نے **جامع العلوم کانپور** میں فرائض تدریس انجام دیئے کہ آپ کے شاگرد استاد الاساتذہ اور فخر المحدثین کہلائے اور ایسے اصول مقرر فرمائے جو آج بھی منتظمین مدرسہ کیلئے مشعل راہ ہیں۔ **وعظ گوئی** کو لیں تو ملک کے مفاسد کے ہر روڑے اور پتھر کو صراطِ مستقیم سے ہٹادیا۔ تبلیغ، تعلیم، سیاست، معاشرت، معاملات، اخلاق، عبادات اور عقائد میں دین خالص کی نظر میں جہاں کوتاہی نظر آئی، اس کی اصلاح کی۔ فقہ کے نئے نئے مسائل اور مسلمانوں کی نئی نئی ضرورتوں کے متعلق آپ نے پورا سامان مہیا کردیا۔ اور خصوصیت کے ساتھ اس فن **"احسان وسلوک"** جس کا مشہور نام تصوف ہے تجدید کی۔

اس لئے آپ نے اپنی کتاب **التکشف عن مهمات التصوف** اور **تعلیم الدین، قصد السبیل الی المولی الجلیل، مبادی تصوف، آداب المعاشرت، آداب الشیخ و المرید** کے ذریعہ تصوف کی صحیح حقیقت ظاہر فرمائی، اور اس کے مسائل کو قرآن وحدیث سے اپنی کتاب **مسائل السلوک** اور **التشرف** سے مدلل فرمایا۔

اس محسن اعظم سے مخلوق خدا کو بہت روحانی اور اخلاقی فیض پہنچا، آپ اپنے زمانے کے یکتا خطیب تھے، آپ کی خدمات دینی میں سے سب سے بڑی اور ممتاز خدمت یہ ہے کہ اکابر دارالعلوم دیوبند کے کمالات کو آپ نے اپنے مواعظ وملفوظات میں حکایات کے طور پر بیان فرمایا جن کو ان کے خدام نے ترتیب دے کر کتابی صورت میں ''ارواح ثلثہ، معارف الاکابر'' اور ''قصص الاکابر'' کے نام سے شائع کیا، اس لئے گویا آپ اپنے اکابر کی بولتی ہوئی سیرت تھے اللہ تعالیٰ نے گوشہ گیر اکابر کے کمالات کو جن سے موجودہ اُمت بے خبر تھی، آپ کے قلم وزبان سے اس طرح آشکارا اور متعارف کرایا۔

تعلیم وتربیت اصلاح وارشاد کے ذریعہ آپ نے ایسے خلفاء تیار کئے، اور آپ کی جہد مسلسل اور شبانہ روز دعاؤں کے نتیجہ میں ایک ایسی بڑی جماعت وجود میں آئی کہ جس کو بھی دیکھو! وہ اپنے شیخ کے رنگ میں رنگا ہوا تھا، جن کا مزاج و مذاق مرشد کامل حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کے علوم ومعارف، عادات، اخلاق اور کردار کا جیتا جاگتا نمونہ تھا جس کو دیکھو! وہ اپنی جگہ آفتاب ومہتاب تھا اپنے شیخ حضرت حکیم الامت کے وصال کے بعد جو جہاں بیٹھ گیا وہیں سے علم ومعرفت کا دریا رواں ہوگیا، تزکیۂ نفس اور علم دین کے متلاشی احباب اپنی علمی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے اور نفوس کی اصلاح کے لئے کشاں

کشاں چشمۂ فیض کی جانب رواں دواں ہونے لگے، تھانہ بھون کی دولت سمیٹنے والی نامور علماء کی یہ جماعت **دکان معرفت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ** سے فیضیاب ہوکر عالم میں پھیل گئی اور اس نسبت تھانوی کی برکات سے علاقے سرسبز و شاداب ہوگئے۔

......﴿ دولت تھانہ بھون ﴾......

ساری دنیا کے خزانے ان کے قدموں پر نثار — جن کو حاصل ہوگئی ہے دولت تھانہ بھون
ہیچ ہے اس کی نظر میں باغ عالم کی بہار — بس گئی ہے جس کے دل میں نزہت تھانہ بھون
کیا کریں ہنگامۂ عالم کے جلووں پر نظر — وہ جو ہیں آسودگان خلوت تھانہ بھون
آرزو یہ ہے کہ ساری عمر رہنا ہو یہیں — اب گوارا ہی نہیں ہے فرقت تھانہ بھون
خامۂ تقدیر سے میں اور کچھ کہتا نہیں — میری پیشانی پہ لکھ دے نسبت تھانہ بھون

جامع المجد دین

رسالہ ھٰذا کے جامع و مرتب دادا جان **حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی رحمہ اللہ (سابق ناظم) خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون** نے ایک لمبا عرصہ خانقاہ امدادیہ میں گزارا۔ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی کی مجالس سے استفادہ اور زیر سایہ رہ کر منازلِ سلوک طے کئے اور منظور نظر بنے رہے، مسلسل حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضری، مجالس میں شرکت، اور فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے رہے، اسی عرصۂ قیام میں اپنے طویل تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں اپنے مربی استاذی، شیخ وقت کے اوصاف و کمالات کو اس رسالہ میں جمع کیا، زندگی کے اہم شعبوں، علمی کارناموں، اور عملی جد و جہد، تصوف و سلوک، بیعت و ارشاد، اصلاح و تربیت جیسے اہم عناوین پر روشنی ڈالی۔

یہ مختصر رسالہ (جامع المجد دین) اپنی خصوصیت اور انفرادیت کے لحاظ سے اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں جامع ومرتب، تلمیذ حکیم الامت نے اپنے استاذ ومربی کے اخلاق، عادات، اصلاح نفس، تذکیۂ باطن پر مشتمل اہم مضامین، مجالس حکیم الامت کے اہم افادات، قیمتی ارشادات وملفوظات اور خطبات کے اہم اقتباسات اور واقعات کو طویل زمانہ کے تجربات کی روشنی میں قلم بند کیا ہے، حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کی شخصیت پر مفصل حالات کیلئے اشرف السوانح، سیرت اشرف، حکیم الامت نقوش وتاثرات، مختصر سوانح حکیم الامت وغیرہ نامی کتابیں اہل ذوق کے مطالعہ کا حصہ ہیں۔

اس سے انکارنہیں کیا جاسکتا کہ اسلامی تاریخ میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ذات والا صفات ایسی ہشت پہلو اور کثیر الجہات شخصیت ہے جس کے امتیازات واختصاصات ہر طبقہ میں مسلم ہیں لہٰذا ان جملہ اوصاف وکمالات اور خصوصیات کو چند عناوین کے تحت بیان کرنا ایک قد آور شخصیت کو پستہ قد دکھانے کے مرادف ہے۔

تاہم مختصر ہی سہی، حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا تعارفی خاکہ جامع المجد دین کے نام سے چند عنوان ذیل کے تحت کچھ اضافہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔ **یہ رسالہ جامع المجد دین** دل کی دنیا بدل دینے میں اکسیر ہے۔

یہ کتابچہ ''جامع المجد دین'' تربیت السالک کی پہلی جلد میں برابر شائع ہوتا رہا اس وقت اس کی اہمیت وافادیت کو محسوس کرتے ہوئے عام نفع کی غرض سے شائقین تک پہنچانے کیلئے کچھ مفید اضافہ کے ساتھ نئی کمپوزنگ اور طباعت کے بعد اس کو مستقل طور پر الگ سے کتابی شکل میں مرکز معارف حکیم الامت کی طرف سے پھر سے شائع کیا جارہا ہے۔ ساتھ ہی اس رسالہ کے جامع ومرتب حضرت تھانوی کے معتمد خاص وتلمیذ، کاروان

حکیم الامت کے سالار، مدرسہ امداد العلوم کے سپوت، مرکز اولیاء خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے ناظم، مظاہر علوم سہارنپور کے مدرس، ارواح ثلاثہ، کشکول مجذوب اور البدائع کے جامع و مرتب فنا فی الشیخ حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی (مجاز صحبت حضرت تھانوی) کی شخصیت پر بھی قلم اٹھانا یہاں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حیات طیبہ کے بعض نمایاں پہلو انسان کی شخصیت سازی اور کردار سازی کیلئے شاندار نمونہ و مثال ہیں۔

دادا جان کے حالات زندگی پر اگر سیر حاصل مضمون تحریر کیا جائے تو اصل کتاب سے بہت دور ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں یہ مختصر رسالہ اس کا متحمل بھی نہیں اس لئے صرف مختصر تذکرہ پر ہی اکتفاء کرتا ہوں۔ مختصر تذکرہ نظر قارئین ہے۔

جامع و مرتب حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی رحمہ اللہ

دادا جان بچپن میں تقریباً دس سال کی عمر میں ہی حضرت حکیم الامت کی خدمت میں کم سنی کی عمر میں تھانہ بھون آ گئے تھے اور دینیات سے لیکر موقوف علیہ تک تعلیم مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ میں حاصل کی، پھر دورۂ حدیث اور جملہ فنون کی تکمیل مظاہر علوم سہارن پور میں رہ کر کی، اور اس کے معا بعد مادر علمی مظاہر علوم میں مدرس منتخب ہو گئے تھے، اور حضرت حکیم الامت کی کتابوں کی طباعت و اشاعت کیلئے امداد الغرباء کے نام سے کتب خانہ قائم فرما لیا تھا اور ایک ماہنامہ اشرف العلوم کے نام سے نکالتے تھے، ان تمام مصروفیات کے باوجود تھانہ بھون آمد و رفت برابر رہی، اس طرح سے حضرت حکیم الامت کی طویل صحبت دادا جان کے حصہ میں آئی، حضرت کے اکثر خلفاء کا اعتماد آپ کو حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ اکثر اخوان طریقت دادا جان سے متعارف اور مانوس تھے اور خط و کتابت کے ذریعہ برابر رابطہ میں رہتے تھے۔

اجازت وخلافت

مظاہر علوم سہارنپور کے زمانہ تدریس کے دوران آپ کا ہر ہفتہ سہارنپور سے تھانہ بھون حضرت کی خدمت میں حاضری کا معمول تھا اور برابر اپنے باطنی احوال و کیفیات سے حضرت کو مطلع بھی کرتے رہتے تھے اور اس دوران خط و کتابت کا سلسلہ بھی برابر جاری رہتا، جانبین میں مناسبت تو پہلے ہی سے تھی ابتدائی عمر میں خانقاہ میں باقاعدہ قیام کی صورت میں شیخ کی توجہات کے مورد بن گئے تھے، اور بعد کو برابر آمد ورفت کی بنا پر تیزی سے منازل سلوک بھی طے ہو گئے تھے، ایک وقت ایسا آیا کہ آپ شیخ کے معتمد اور خلعت خلافت سے سرفراز ہو کر آپ حلقہ مجازین صحبت میں شامل ہو گئے۔

بہر حال اجازت وخلافت کا شرف تو کئی خوش قسمت حضرات کو حاصل ہوا جن کی فہرست طویل ہے اور اس رسالہ میں مذکور ہے۔

لیکن آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا شمار حضرت حکیم الامت مجدد الملت کے ان مجازین میں ہوتا ہے جن کو شیخ کی قربت اور طویل صحبت کا شرف حاصل ہے اور شیخ کی تعلیمات سے استفادہ اور ان کے مزاج و مذاق کو سمجھنے اور جذب کرنے کے سنہرے مواقع میسر ہوئے۔

دادا جان حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی کے متعلق حضرت حکیم الامت نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ

''اللہ تعالیٰ نے مولوی ظہور الحسن کو فہم دین کی دولت کے ساتھ دنیاوی امور کا بھی بہترین سلیقہ عطا فرمایا ہے''۔

گویا حضرت حکیم الامت کا یہ ارشاد جد مکرم کیلئے سند کا درجہ رکھتا ہے۔

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں بعد ظہر دوران مجلس مجلس میں بیٹھنے کیلئے حضرت حکیم الامت مقیمین کے لئے جگہ کا تعین خود فرماتے تھے تاکہ روز روز کہنا نہ پڑے، **حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب** مسجد کے حصہ میں جہاں مسجد اور سہ دری کے درمیان تھوڑی سی آڑ بنی ہوئی ہے وہاں بیٹھتے، حضرت تھانویؒ نے سہ دری کے اندر کی طرف ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا ''**کہ مولوی ظہور الحسن تم یہاں بیٹھا کرو**''۔ دادا جان نے عذر کیا کہ مجھے گھٹنے کی تکلیف ہے جس کی وجہ سے میں جم کر بیٹھ نہیں پاتا، دوزانو ایک ہیئت پر بیٹھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہاں مجھے سہولت ہے آڑ کا فائدہ اٹھا کر تھوڑی دیر ٹانگ پھیلا لیتا ہوں، آرام مل جاتا ہے، حضرت تھانویؒ نے فرمایا ''کہ اندر ہی بیٹھا کرو تمہیں ٹانگ پھیلانے کی اور پہلو بدلتے رہنے کی اجازت ہے''۔

شفقت وعنایات

دادا جانؒ اپنے خودنوشت حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے زمانہ طالب علمی میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ حضرت مجھے معاشی مجبوریاں حائل ہیں جو حصول علم کیلئے مانع بن رہی ہیں۔

فرمایا کہ : اگر معاش کا انتظام ہو جائے؟

میں نے عرض کیا کہ پھر تو ان شاء اللہ انہماک اور یکسوئی کے ساتھ پڑھ لوں گا۔

فرمایا کہ: ''گڑھی پختہ میں ایک مدرسہ ہے وہاں مدرس کی لڑکوں کیلئے ضرورت ہے اور لڑکیوں کیلئے ایک استانی کی، مولانا ظفر احمد عثمانی سے معلوم کرلو اگر جگہ خالی ہو تو وہاں نظم ہو جائے گا اور معاش کیلئے تنخواہ بھی خاوند بیوی دونوں کو ملے گی''، دادا جان فرماتے ہیں کہ

اس طرح میرا ڈیڑھ سال تک گڑھی پختہ مدرسہ میں قیام رہا، پھر گڑھی پختہ مدرسہ سے مولانا عبدالرؤف صاحب کے چلے جانے کے بعد میری ملازمت بھی وہاں سے ختم ہوگئی، پھر مجھے معاشی پریشانی لاحق ہوئی، میں نے حضرت سے دوبارہ عرض کیا، حضرت نے فرمایا:

مولوی شبیر علی تھانوی سے پوچھو شاید یہاں مدرسہ امدادالعلوم میں تدریس و تعلیم دونوں کا نظم ہو جائے اور مسودات کی نقل کا کام بھی تم کو ملتا رہے گا۔ فتاویٰ اور تربیت السالک کی نقل کا کام بھی تمہارے سپرد ہو جائے گا۔

دادا جان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت تھانویؒ سے پھر عرض کیا کہ حضرت! میری کفالت میں ایک بچی اور اہلیہ ہیں اسلئے میرا خرچ مستقل ہے اور آمدنی غیر مستقل، نقل مسودات کی کوئی مستقل آمدنی نہیں۔ کم ہوئی تو پھر کیا ہوگا؟

''حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مشفقانہ لہجہ میں مجھ سے فرمایا کہ

''عزیزم ظہورالحسن جس مہینے میں کمی محسوس ہوا کرے مجھے اطلاع کر دیا کرو۔ میں حتی الامکان پوری کرنے کی کوشش کروں گا۔''

داداجان فرماتے تھے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا شروع ہی سے مشفقانہ برتاؤ میرے ساتھ رہا۔ سالکین کے الجھے ہوئے معاملات میں میرے واسطہ کو غالباً اسلئے ترجیح دیتے تھے کہ میں بجائے سفارش کے اہل معاملہ کو وجہ ناراضگی اور اس کی غلطی کو سلجھا کر اس کی مکافات کا طریقہ بتاتا تھا تاکہ غلطی سمجھ کر آئندہ مکافات پر قادر ہو جائے جو اصلاح کا مقصود تھا۔

متعدد مرتبہ مرشدی مولانا تھانویؒ نے اپنی مستعمل چیزیں داداجان کو ہدیۃً عنایت فرمائیں جو الحمدللہ محفوظ ہیں، حضرت تھانویؒ کے وصال سے تین چار روز قبل ''بوادر

النوادر'' کے بیس نسخے پہلی بار طبع ہوکر آئے حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''میری روح اسی میں اٹکی ہوئی تھی'' پھر مخصوص حضرات کو کتاب کے وہ نسخے عنایت فرمائے اسی میں ایک نسخہ دادا جان کو بھی عطا فرمایا۔

دادا جان کے متعلق مذکورہ ارشادات و واقعات اور شفقت آمیز لہجہ اور مشفقانہ برتاؤ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت تھانویؒ کو ان سے کس قدر انس و محبت اور اولاد جیسا تعلق تھا۔

دادا جانؒ کو بھی اپنے شیخ و مربی مرشدی مولانا تھانوی سے بچپن ہی سے کافی عقیدت تھی آپ جب بھی اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے تھے تو ایک عجیب سوز عشق کی کیفیت پیدا ہو جاتی تھی۔ فرماتے تھے:

نہ چھیڑو ہمیں ہم ستائے ہوئے ہیں
جدائی کے صدمے اٹھائے ہوئے ہیں

شیخ کی تربیت کے اثرات اخیر وقت تک آپ کے رگ و پے میں پیوست رہے، جب سے آپ حضرت حکیم الامتؒ کے دامن عقیدت سے وابستہ ہوئے تھے جس کا ظہور مختلف انداز سے ہوا کرتا تھا، آپ اپنی مجالس میں حضرت حکیم الامت کا نام لیتے تو بڑی عظمت و محبت کے ساتھ حضرت حکیم الامت فرما کر ان کے حوالہ سے کوئی بات ارشاد فرماتے، اپنے شیخ کے ملفوظات و مواعظ سے نہایت درجہ عقیدت و محبت تھی یہی وجہ تھی کہ انھوں نے تمام عمر حضرت کے علوم و معارف کی نشر و اشاعت اور اس کی جمع و ترتیب اور جد و جہد میں صرف کی، حضرت حکیم الامت کی تعلیمات مواعظ و ملفوظات کو آپ شریعت کی تعلیمات کا مغز و جوہر اور لب لباب سمجھتے تھے۔

۱۹۵۱ء میں مولانا شبیر علی تھانوی (برادر زادہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ) کے سفر حج پر روانگی کے بعد ۱۹۵۲ء سے ۱۹۷۸ء تک مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے منصب اہتمام پر فائز رہ کر نیک نامی دیانت وامانت داری کے ساتھ انتظامی و انصرامی خدمات انجام دیں اور حیات مستعار کے اخیر تک مدرسہ امداد العلوم خانقاہ تھانہ بھون کا نظام نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سنبھالا۔

دور اہتمام کی ترقیات

آپ کے دور اہتمام میں خانقاہ کی قدیم عمارتوں کی مرمت، اور بعض نئی تعمیرات کے علاوہ جائداوں میں اضافہ اور نئے باغات وغیرہ لگائے گئے۔ سلسلہ تھانوی کے افراد و اکابر کا آپ کے دور میں کافی رجوع ہوا، اور حضرت تھانویؒ کی نایاب کتابیں اور اہم مضامین اور مواعظ وملفوظات کی اشاعت ہوئی۔

تصنیفات وتالیفات: حق تعالیٰ نے آپ کو تصنیف وتالیف اور مضمون نگاری کا بھی ذوق سلیم عطا فرمایا تھا، لیکن گوناگوں مصروفیات مشاغل اور ہجوم کار ہا نے اس سلسلہ میں پیش رفت کی اجازت نہیں دی، آپ کے قلم سے بہت سی کتابیں اور مختلف موضوعات پر اہم مضامین وجود میں آئے، جو محفوظ نہ رہ سکے۔ البتہ چند کتابیں ارواح ثلاثہ، مرأۃ المواعظ، بیان کی تعلیم، کشکول مجذوب، جامع المجددین، البدائع کی جمع و ترتیب کے بعد نہایت اہتمام کے ساتھ اس کی نشر واشاعت اور ماہنامہ اشرف العلوم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ ماہنامہ اشرف العلوم ہر ماہ پابندی سے شائع فرماتے، ماہنامے کی ضخامت ایک دور میں تین سو صفحات تک پہنچ گئی تھی۔

بہر حال! اخیر عمر میں مرض فالج لاحق ہوا، "مرض بڑھتا ہی گیا جوں جوں دوا کی"۔

اسی میں وقت موعود آپہنچا اور جان جان آفریں کے سپرد فرمادی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

وصال کی اطلاع اطراف واکناف میں بجلی کی طرح پھیل گئی، آپ کے تلامذہ، متوسلین و متعلقین، احباب واعزاء، ارباب مدارس جوق درجوق آپ کے دولت کدہ پر جمع ہونے لگے، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند (خلیفہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی) نے ہزاروں علماء وعوام الناس کی موجودگی میں نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور تدفین تکیہ باغ اشرف میں ''اشرف المقابر'' سے متصل احاطہ مزار اشرف میں عمل میں آئی۔ (رحمہ اللّٰہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے موجودہ ناظم ومتولی حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے استاذ تفسیر و ناظم کتب خانہ امداد الغرباء حضرت مولانا مفتی مظفر الاسلام صاحب تھانوی، آپ ہی کی لائق وفائق اولاد ہیں، اور آپ کے علوم و معارف کے امین اور ناشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں حضرات کا سایہ صحت کے ساتھ تادیر قائم رکھے۔ منجھلے صاحبزادے جناب قاری نورالحسن تھانوی سابق استاد مدرسہ امدادالعلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کچھ عرصہ قبل انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اخیر کتاب میں حضرت مولانا سید ظہورالحسن صاحب کے خودنوشت حالات اور مختصر سوانحی خاکہ زندگی بھی شامل کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ (جامع المجددین) کو امت کیلئے نفع بخش اور صاحب سوانح نیز جامع ومرتب کیلئے رفع درجات کا زینہ بنائے۔ آمین

از قلم: سید حذیفہ نجم تھانوی

نبیرہ/حضرت مولانا سید ظہورالحسن کسولوی رحمہ اللہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ

نذرانۂ عقیدت یادِ اسلاف

احقر محمد اشرف قصبہ کھاری ضلع بجنور

ہے نور محمد کی ضیا تھانہ بھون میں
وہ گوہر جھنجھانہ ملا تھانہ بھون میں
تھے حاجی امداد ولی خلیفۂ اعظم
ہے ان کے واسطے سے ضیا تھانہ بھون میں
اشرف علی امداد کے تھے پیارے خلیفہ
پھیلا جو گئے دین خدا تھانہ بھون میں
وہ ہو گیا ایمان کی دولت سے سکندر
جو نیک ارادہ سے گیا تھانہ بھون میں
تھے شیخ ظہور آپ کے مقبول خلیفہ
فیض ان کا بھی جاوید ہوا تھانہ بھون میں
ان دونوں کی یہ دائمی الفت بھی عجب ہے
مرقد بھی ہے قربت میں بنا تھانہ بھون میں
ہیں نجم الحسن ان کے پسر صاحب عرفان
جو آج بھی ہیں جلوہ نما تھانہ بھون میں
فیاضی کا عالم ہے یہ امت کے لئے وہ
کرتے ہیں شب و روز دعا تھانہ بھون میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد:

وطن عزیز ولادت باسعادت نام ونسب

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (شاملی) صوبہ یوپی ہند ہے۔ آپ کے والد ماجد فاروقی النسب اور والدہ ماجدہ علوی تھیں۔

ولادت: ۵/ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو بدھ کے دن صبح صادق کے وقت ہوئی۔ مادۂ تاریخ ''کرم عظیم ۱۲۸۰'' اور لقب حکیم الامت ہے جو زباں زد خاص وعام ہے، ایک عالم نے آپ کا سجع ''از گروہ اولیاء اشرف علی'' کہا تھا حضرت کے والد شیخ عبدالحق صاحب کے یہاں اولاد نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی انکی خوش دامن صاحبہ نے اس کا ذکر ایک مشہور صاحب خدمت، مجذوب بزرگ، حافظ غلام مرتضٰی صاحب پانی پتی سے کیا، جس پر حافظ صاحب نے فرمایا: انشا اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام ''اشرف علی رکھنا اور دوسرے کا اکبر علی'' دونوں صاحب نصیب ہونگے، ایک لڑکا میرا ہوگا وہ مولوی ہوگا اور حافظ ہوگا، دوسرا دنیا دار ہوگا۔ چنانچہ مجذوب بزرگ کی پیشن گوئی کے مطابق شیخ عبدالحق کے یہاں دو لڑکے پیدا ہوئے اور انھیں کے ارشاد کے مطابق بڑے صاحب زادے کا نام ''اشرف علی'' اور چھوٹے کا نام ''اکبر علی'' رکھا گیا۔

خاندان

حضرت حکیم الامتؒ کے حسب ونسب کا تعلق قصبہ تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر (شاملی) یوپی کے ایک مقتدر خاندان سے ہے۔آپ کے آباءواجداد صاحب علم ووجاہت واہل منصب تھے،آپ ددھیالی اجداد کی طرف سے نسباً فاروقی تھے اور ننھالی اجداد کی طرف سے علوی۔ابھی اپنی زندگی کی آپ پانچ ہی منزلیں طے کر پائے تھے کہ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور اس کے بعد آپ اپنی تائی صاحبہ کے پاس رہنے لگے،والد ماجد کو آپ سے خاص انسیت ومحبت تھی وہ ایک مقتدر رئیس اور صاحب جائداد آدمی تھے،میرٹھ کی ایک ریاست کے مختار عام بھی تھے اور بڑے صاحب فراست تھے، چنانچہ انہوں نے اپنے صاحبزادوں کی استعداد وصلاحیت کو بچپن ہی میں بھانپ لیا تھا اور اسی بناء پر حضرت تھانوی قدس سرہ کو دینی تعلیم کی طرف لگا دیا تھا انہوں نے اپنے اس ہونہار فرزند کی تعلیم وتربیت بڑی محنت ومشقت اور فراخدلی سے کی۔

حضرت تھانوی کے متعلق پیشین گوئی

ہندوستان کی ایک یگانہ روزگار شخصیت ہوگی،علم بہت وسیع ہوگا،شہرت بہت کافی ہوگی،ایسا رشی صدیوں میں پیدا ہوتا ہے،اس سے ہزاروں آدمی مستفید ہونگے،وطن تھانہ بھون ہوگا..........................

حضرت تھانوی کی اولاد

مولانا کے (جسمانی) اولاد نہ ہوگی۔مگر روحانی اولاد بہت کثیر ہوگی اور سب لوگ دیندار ہونگے،متقی ہونگے.......... (بزم اشرف کے چراغ)

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

نوٹ

آپ سے صلبی اولاد نہیں ہوئی، آپ نے دو علاتی بھائی اور (اہلیہ کبریٰ اور اہلیہ صغریٰ دو بیویاں وارث چھوڑے تھے۔ آپ کی صحبت کی برکت سے آپ کے خاندان میں بھی استغناء کی دولت پائی جاتی ہے، آپؒ نے اپنی وراثت میں چوتھائی کی خیرات کر دینے کی وصیت فرمادی تھی، باغات اور مکان حیات ہی میں مدرسہ امداد العلوم کو وقف فرما دیئے تھے، ورثاء میں سے علاتی بھائی (منشی اختر علی صاحب) نے صرف استعمالی چادر تبرکاً لے کر باقی ورثہ ہر دو اہلیہ کے حق میں چھوڑ دیا تھا۔ اور دوسرے بھائی (خان بہادر منشی محمد مظہر علی صاحب) نے صرف ایک تسبیح لے کر باقی ورثہ بیویوں کے حق میں چھوڑ دیا تھا۔

بیویاں بھی نہایت مستغنی المزاج تھیں، اہلیہ کبریٰ نے بھی اپنا باغ اور مکان حیات ہی میں وقف کر دیا تھا اور ۹ / ربیع الاول ۱۳۷۳ھ کو وفات پا کر واصل بحق ہو گئیں، اہلیہ صغریٰ اپنا ایک باغ اور مکان وقف کر چکی تھیں اور گولڈنگ روڈ، ع:۵، لاہور میں مقیم تھیں، آپ سے صلبی اولاد کوئی نہیں ہوئی البتہ روحانی اولاد علاوہ ہزاروں مریدین کے سینکڑوں کی تعداد میں خلفاء ہوئے۔

حفظ قرآن

آپ کا تعلیمی دور قرآن شریف سے شروع ہوا، چند پارے آپ نے کھتولی ضلع مظفر نگر کے رہنے والے ''ملا آخون جی'' سے پڑھے، پھر حافظ حسین علی صاحب جو دہلی کے رہنے والے تھے اور میرٹھ میں قیام تھا، آپ نے ان کے پاس رہ کر دس سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فراغت حاصل کر لی تھی۔

تعلیم وتربیت

حضرت حکیم الامتؒ کی ابتدائی تعلیم میرٹھ میں ہوئی فارسی کی کتابیں اپنے ماموں شیخ واجد علی سے پڑھیں جو فارسی کے استاد کامل تھے۔ اس کے بعد علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل کے لئے ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ کے اواخر میں آپ دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے، نورالانوار، ملاحسن، مختصر المعانی، مشکوٰۃ شریف شروع کیں اور پانچ سال تک متواتر تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، حتی کہ ۱۳۰۱ھ میں آپ کی دستار بندی قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے دست مبارک سے ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۲۰ سال تھی۔

خصوصی توجہ

دارالعلوم کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہما کی توجہات خصوصی آپ کے اوپر مبذول رہیں۔

والد گرامی کا خلوص

ایک بار تائی صاحبہ نے حضرت حکیم الامتؒ کے والد بزرگوار سے فرمایا کہ بھائی تم نے چھوٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو خیر کما کھائے گا۔ بڑا عربی پڑھ رہا ہے وہ کہاں سے کھائے گا؟ اس کی گزر اوقات کی کیا صورت ہوگی؟ کیونکہ جائداد وارثوں میں تقسیم ہوکر قابل گزارے کے نہ رہے گی۔ یہ بات والد صاحب کو بہت ناگوار ہوئی اور باوجود اس کے کہ تائی صاحبہ کا بہت ادب ولحاظ فرماتے تھے لیکن یہ سن کر جوش آگیا اور کہنے لگے کہ "بھابھی صاحبہ تم کہتی ہو کہ یہ عربی پڑھ کر کھائے گا کہاں سے؟ خدا کی قسم جس کو تم کمانے والا سمجھتی ہو ایسے ایسے اس کی جوتیوں سے لگے لگے پھریں گے اور یہ ان کی جانب رخ بھی نہ کرے گا تم

نے یہ کہہ کر مجھے سخت تکلیف دی اور سخت رنج پہنچایا"۔ اس کو نقل کر کے حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اگر یہ بات کوئی درویش کہتا تو آج یہ اس کی بڑی کرامت سمجھی جاتی، لیکن والد صاحب تو بیچارے ایک دنیادار شخص سمجھے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اخلاص اور یقین کی برکت سے ایسا ہی کر دیا۔ میرے تو دل سے دعائیں نکلا کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو ٹھنڈی رکھے میرے ساتھ بڑا احسان کیا انہی کی بدولت یہ چار حرف سیکھ لیے ہیں جو کام آ رہے ہیں ورنہ ہم بھی نہ معلوم کس رنگ میں رنگے ہوتے۔

اساتذہ کی رائے

حضرت تھانویؒ کو تحصیل علم کا اس قدر شوق تھا کہ بعض اساتذہ سے بعض خاص کتابیں جن کے لیے مدرسہ میں وقت نہ تھا اس طرح پڑھیں کہ وہ حضرات تو نماز کے لیے وضو کر رہے ہیں اور حضرت تھانویؒ ان سے سبق پڑھ رہے ہیں۔ حضرت تھانویؒ کا سب اساتذہ خاص لحاظ فرماتے تھے اور بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز طلبہ کا امتحان لینے اور دستار بندی کیلئے تشریف لائے تو حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانویؒ کی ذہانت اور ذکاوت کی خاص طور پر تعریف فرمائی۔ تعریف سن کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے حضرت تھانویؒ سے بہت مشکل سوالات کیے جن کے جوابات سے مولانا بہت خوش ہوئے۔

حضرت مولانا سید احمد صاحب رحمہ اللہ نے "سکندر نامہ" کا امتحان لیا اور ایک شعر کا مطلب پوچھا تو چونکہ استاد کا بتایا ہوا مطلب حضرت تھانویؒ کو یاد نہ تھا، حضرت تھانویؒ نے اپنی طرف سے مطلب بیان کیا۔ مولانا احمد صاحب نے دریافت فرمایا کہ کوئی اور بھی مطلب ہو سکتا ہے؟ حضرت تھانویؒ نے دوسرا مطلب بیان کر دیا پھر دریافت کیا کہ اور کوئی مطلب

بھی ہوسکتا ہے۔حضرت تھانویؒ نے تیسرا مطلب بیان کردیا۔مولانا سید احمد صاحب نے فرمایا کہ ان میں سے ایک بھی مطلب صحیح نہیں لیکن تمہاری ذہانت پر میں تم کو نمبر دیتا ہوں۔

پہلی تصنیف

زمانہ طالب علمی میں جبکہ حضرت تھانوی کی عمر ابھی صرف ۱۸ سال کی تھی ان کو مرض خارش لاحق ہوا جس کی وجہ سے کچھ دن تعلیمی سلسلہ موقوف کردینا پڑا اور آپ وطن آگئے اور بطور مشغلہ ایک فارسی نظم طویل اشعار پر مشتمل ''مثنوی زیر و بم'' تحریر فرمائی جو آپ کی پہلی منظوم تصنیف ہے۔

اساتذہ کرام سے محبت وتعلق اور ادب

اللہ تعالیٰ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو ہر فن کے لیے ایسے اساتذہ کاملین عطا فرمائے تھے جو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے، آپ کے تمام اساتذہ کرام ہر فن میں ماہر ہونے کے ساتھ بڑے صاحب باطن اور کامل بھی تھے گویا ہر ایک ان میں غزالی اور رازی وقت تھا، اساتذہ کی حضرت تھانوی پر اس قدر توجہات وعنایات تھیں کہ کسی دوسرے شاگرد پر اتنی نہ تھیں اور حضرت تھانوی کو بھی اپنے اساتذہ سے اتنا شدید عشق وتعلق تھا کہ دوسروں کو نہ تھا۔بس یوں کہا جائے کہ حد درجہ عشق تھا چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے پڑھنے میں کبھی محنت نہیں کی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اساتذہ اور بزرگوں کے ساتھ ادب ومحبت کا تعلق رکھنے کی بدولت عطا فرمایا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ملفوظ ہے۔فرماتے ہیں:

''الحمدللہ میں کہہ سکتا ہوں کہ میں نے اپنے کسی بزرگ کو ایک منٹ کے لیے بھی ناراض نہیں کیا اور جتنا میرے قلب میں بزرگان دین کا ادب ہے آج کل شاید ہی کسی کے دل میں اتنا ہو۔''

اوراس ادب بزرگان ہی کی بدولت حضرت والا کو یہ کمالات ظاہر و باطنی نصیب ہوئے ہیں۔حسب الارشاد مولانا رومیؒ ؎

از ادب پر نور گشت است ایں فلک

وز ادب معصوم و پاک آمد ملک

(یہ آسمان ادب کی وجہ سے روشن ہوا ہے اور ادب سے ہی فرشتے معصوم پاکیزہ ہیں)

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء. (الآیۃ)

اساتذہ کرام کے علوم کی حفاظت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کرام کے علوم واحوال عالیہ اور تحقیقات عجیبہ وغریبہ بیان فرماتے وہ اس لطف کے ساتھ بیان فرمائے ہیں کہ سننے والوں پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور سلف صالحین کا نمونہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ان کے فضائل بیان فرما کر اکثر یہ شعر لکھتے ہیں ؎

اولئک ابائی فجئنی بمثلھم ☆ اذا جمعتنا یا جریر المجامع

(اے جریر جب تو نے ہمیں بڑے مجمعوں میں جمع کیا تو یہ میرے آباء واجداد ہیں ان جیسا کوئی لے آ)

اوران فضائل کو سننے کے وقت بس ساتھ ساتھ یہ مشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ ان سب حضرات کی شانیں حضرت تھانوی کی ذات کے اندر بین طور پر مجتمع ہیں۔بمصداق ؎

لیس علی اللہ بمستنکر ☆ ان یجمع العالم فی واحد

(اللہ تعالیٰ کے لئے یہ مشکل نہیں ہے کہ وہ ایک میں پورے جہان کوسمیٹ دے)

☆☆☆

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے

اساتذۂ ذیشان

(۱) حضرت مولانا فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ

(۲) حضرت مولانا منفعت علی دیوبندی رحمہ اللہ

(۳) حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی رحمہ اللہ

(۴) حضرت مولانا ملا محمود دیوبندی رحمہ اللہ

(۵) حضرت مولانا سید احمد دہلوی رحمہ اللہ

(٦) حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ

(۷) حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ

(۸) شیخ القراء قاری محمد عبداللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

(۹) حکیم عبدالمجید خان صاحب دہلوی رحمہ اللہ (طب)

...... قطعہ ......

رہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ
راہ چلنا رہ رو کا کام ہے
تجھ کو رہبر لے چلے گا دوش پر
یہ تیرا راہ رو خیال خام ہے

(مجذوبؔ)

استاذ العلماء

حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ

حضرت مولانا فتح محمد حنفی تھانوی نیک فقہاء میں سے تھے، آپ کا شمار حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ کے خصوصی تلامذہ میں ہوتا تھا، ولادت اورنشو نما تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔ اکثر کتابیں ملا محمود دیوبندی، شیخ یعقوب بن مولانا مملوک العلی نانوتوی سے اور مولانا قطب الدین حنفی دہلوی اور مولانا عبدالرحمٰن پانی پتی اور شیخ احمد علی بن لطف اللہ سہارنپوری سے پڑھیں۔

قیام دارالعلوم کے پہلے سال ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں جن تین طلبہ پہلی مرتبہ دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی، ان میں سے ایک مولانا فتح محمد صاحب بھی تھے۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد تھانہ بھون کی حوض والی مسجد میں جس مدرسہ کا آغاز حافظ عبدالرزاق نے کیا تھا مولانا فتح محمد اس کے سب سے پہلے مدرس مقرر ہوئے، مولانا محمد عمر تھانوی خلف الرشید حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی نے بعض کتابیں مولانا فتح محمد سے پڑھی تھیں، مولانا فتح محمد تھانوی نے حضرت شیخ محمد محدث تھانوی کی فارسی شرح حزب البحر کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ کی زبان آسان اور عام فہم ہے۔ (تاریخ دارالعلوم جلد دوم ص ۲۶)

ابتداء میں آپ حضرت قطب الدین خان صاحب دہلوی سے بیعت تھے، پھر بعد کو نواب صاحب کے انتقال کے بعد حضرت شیخ امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کی خدمت میں رہ کر سلوک کی تکمیل کی، اور خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کا شمار حضرت حاجی صاحب کے اجل خلفاء میں ہوتا ہے۔

آپ حلیم، متواضع، زاہد، عابد اور بہترین مجود تھے، جب مجمعوں میں قرآن مجید پڑھتے تو دلوں کو کھینچ لیتے تھے۔ قرآن مجید سے خصوصی شغف تھا، تلامذہ کے ساتھ نہایت لطف و مہربانی سے پیش آتے تھے۔ ان کی خدمت کرتے، مختلف معاملات میں ان کی اعانت کرتے، الغرض مختلف علوم کی تدریس آپ سے متعلق رہیں۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی نے ابتدائی کتب عربی مولانا فتح محمد صاحب سے پڑھیں۔ (اشرف السوانح)

یہ ابتدائی دور عربی میں حضرت تھانویؒ کے استادِ اول تھے، حضرت والا کی خوش قسمتی تھی کہ سب سے پہلا ہی استاد ظاہر و باطن دونوں دولتوں کا حامل مل گیا، جن کی تربیت و تعلیم حضرت کے لئے برکات و سعادات اور کلید خیرات و حسنات ثابت ہوئی۔

چنانچہ حضرت حکیم الامتؒ اعترافاً فرمایا کرتے تھے کہ ''جو اصل سرمایہ ہے یعنی ''دین کی محبت'' وہ مجھ کو مولانا ہی کے فیض صحبت سے حاصل ہوا، کیونکہ مولانا دین کے عاشق تھے اور بڑے ہی بابرکت بزرگ تھے، استاد محترم کی صحبت سے میرے اندر دین کا یہاں تک شوق بڑھ گیا کہ بچپن ہی میں تہجد پڑھنے لگا تھا۔ اس زمانہ میں بہت چھوٹی عمر میں جبکہ میں عربی کی محض ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا اور صرف ۱۲/۱۳ برس کی عمر تھی، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تہجد کا پابند ہو گیا تھا۔ میری تائی صاحبہ کو میری یہ مشقت گوارا نہ ہوتی اور مجھ سے فرماتیں ابھی تیری عمر ہی کیا ہے؟ کیوں تکلیف اٹھاتا ہے؟ خصوصاً سردی کے زمانہ میں ان کا جی بہت کڑھتا تھا۔

استاد کی شاگرد سے محبت

مولانا فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ علوم ظاہری و باطنی میں جس قدر جامع تھے، قد و قامت اور جثہ میں اتنے ہی مختصر۔ علاوہ ازیں منکسر المزاج اور سادہ وضع تھے۔ جس سے بظاہر

انکے مقام کا باآسانی پتہ نہ لگ سکتا تھا۔ حضرت تھانوی کو بھی استاد سے خاص رغبت، محبت تھی۔

حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ غایت تواضع سے اکثر خود ہی اپنے شاگرد رشید حضرت حکیم الامت سے ملاقات کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ (اشرف السوانح ج اص ۲۴۲)

چونکہ حضرت مولانا کو کتابوں کا بڑا شوق تھا حالانکہ ان کو بسبب بینائی کمزور ہونے جانے کے خود مطالعہ کا موقع کم ملتا تھا۔ ایک بار کوئی نئی کتاب جو کئی بڑی جلدوں میں تھی۔ ان سب کو خود ہی لاد کر حضرت حکیم الامت کے پاس لائے اور فرمایا کہ میں تو ان کے دیکھنے سے معذور ہوں تم دیکھو۔ آپ اکثر حضرت حکیم الامت کو ہدیۂ کتب سے نوازتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت تھانوی کے یہاں ایک صاحب مہمان ہوئے تو آپ انہیں اپنے استاد کی زیارت کرانے کیلئے لے گئے۔ مولانا چونکہ صاحب نظر تھے اور دیکھ رہے تھے کہ آج کا شاگرد کل کا استاد زمانہ ہوگا۔ اسلئے استاد ہونے کے باوجود حضرت کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ وہ اس طرح آپ کے ساتھ تعظیم وتکریم سے پیش آئے جیسے کوئی اپنے بزرگ کے ساتھ پیش آتا ہے۔

ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور مغرب کے قریب آپ واپس لوٹے۔ مہمان نے پوچھا کہ آپ نے استاد کو ملانے کیلئے کہا تھا۔ وہاں نہیں چلتے؟ حضرت نے فرمایا اپنے استاد سے تو آپ کو ملا کر آرہا ہوں۔ اس پر وہ بہت متعجب ہوئے اور کہا کہ وہی استاد تھے۔ وہ تو شاگرد سے بھی معلوم نہیں ہوتے تھے۔

استاد کی درخواست معافی

زمانۂ طالب علمی میں آخر کبھی کبھی استاد از راہ ہمدردی وشفقت شاگرد پر ہاتھ چلا ہی بیٹھتا ہے۔ اس لئے مولانا جو حد درجہ متقی بھی تھے۔ ایک بار مولانا فتح محمد صاحب اپنے شاگرد رشید کے پاس چل کر آئے اور فرمانے لگے۔

''جب دو آدمی ایک جگہ رہتے ہیں تو ان میں کچھ تعلقات بھی ہو جاتے ہیں اور ان تعلقات کی وجہ سے کچھ حقوق بھی ہو جاتے ہیں۔ جن میں کچھ کوتاہیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا مجھ سے بھی ضرور کچھ کوتاہیاں ہوئی ہوں گی۔ انکی میں معافی چاہتا ہوں''

حضرت فوراً سمجھ گئے کہ طالبعلمی کے زمانہ میں مولانا نے جو کبھی شاذ و نادر پیٹا تھا۔ یہ اسکی معافی کی درخواست ہے۔ اور اس لطیف پیرایہ میں پیش کی جارہی ہے۔ اس لئے فرمایا:

''حضرت جس چیز کی معافی چاہی جارہی ہے۔ اسکو میں سمجھ گیا ہوں۔ توبہ توبہ حضرت وہ تو عین شفقت و رحمت تھی۔ اسکی معافی کیسی۔ یہ جو دو حرف آگئے ہیں یہ انہی کی تو برکت ہے۔''

مولانا نے کہا نہیں۔ معاف ہی کردو۔ حضرت نے بہت عذر کیا مگر وہ نہ مانے جس پر حضرت نے فرمایا کہ: ''میں نے معاف کیا۔ اس پر آپ بہت مسرور ہوئے۔

احترام کی ایک عمدہ ترکیب

فرمایا: کہ لوگ خدمت کرنے کا طریقہ نہیں جانتے ایک بار میں (یعنی پیر و مرشد سیدنا مولانا حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمہ اللہ) گنگوہ بہلی میں بیٹھا جارہا تھا۔ راستہ میں دیکھا کہ مولانا (فتح محمد صاحب) بھی پیدل چلے جارہے ہیں۔ میں نے فوراً اتر کر عرض کیا کہ حضرت بہلی حاضر ہے؟ فرمایا کہ میں تو پیدل ہی جایا کرتا ہوں۔ اس پر میں نے کچھ اصرار نہیں کیا اور میں بھی پیدل ساتھ ہولیا اور لوگ جو میرے ساتھ تھے ان لوگوں نے اصرار کرنا چاہا لیکن میں نے روک دیا کہ آپ کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہئے پھر حاضرین سے حضرت والا نے فرمایا کہ بزرگوں سے کہیں اس طرح کام نکالتے ہیں، کہیں اصرار اور مناظرہ سے کام چلتا ہے کیونکہ اول تو اہل اللہ مناظرہ میں بھی کسی سے نہیں ہارتے اور اگر ساکت بھی ہو گئے تو وہ کسی کے کہنے سے اپنے مذاق کے خلاف کیوں کرنے

لگے اس لئے میں نے مولانا سے اصرار نہیں کیا لیکن خود ساتھ ساتھ پیدل ہولیا۔ مولانا نے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا بٹھلانا تو آپ کے اختیار میں ہے خلاف مذاق اصرار نہیں کرتا لیکن میں بھی پیدل چلوں گا۔ اس پر مولانا نے فرمایا کہ بھائی یہ تو اصرار سے بھی بڑھ کر ہے۔ بھلا مجھ کو تمہارا پیدل چلنا کیسے گوارہ ہوسکتا ہے پھر مولانا ہم لوگوں کے ساتھ بہلی میں سوار ہو لئے۔ میں نے مولانا کے بٹھلانے کی یہ ترکیب چلی۔
(ص ۹۵ نمبر ۱۳۲)

استاد کا جنازہ شاگرد کے یہاں

مولانا فتح محمد تھانویؒ کا اکثر معمول تھا کہ وہ ازراہ تواضع وشفقت خود اپنے شاگرد سے ملنے جایا کرتے تھے۔ جس سے شاگرد کے مقام کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ رجب ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں حضرت مولانا کا انتقال ہوا، وصال کے وقت بارش زیادہ تھی، ہر طرف طاعون پھیلا ہوا تھا۔ حضرت حکیم الامت بارش ہو جانے اور شدید زمانہ طاعون کے سبب جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف نہ لیجا سکے، تو ان کے اعزہ جنازہ کو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون لے آئے۔ گویا بوقت رخصت دنیا میں بھی مولانا اپنا معمول پورا کر گئے۔

بالآخر آپ کے شاگرد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور تھانہ بھون میں آبائی قبرستان مین روڈ کے قریب گور غریباں سے متصل مولانا کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ مرحمت فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا منفعت علی دیوبندی رحمہ اللہ

شیخ العالم فقیہ منفعت علی بن بلند بخش حنفی دیوبندی مشہور فقہاء میں سے تھے۔ ولادت اور نشو ونما دیوبند میں ہوئی، علم کی تحصیل مولانا یعقوب بن مملوک العلی نانوتوی اور شیخ سید احمد دہلوی اور مدرسہ دیوبند کے دیگر علماء سے کی۔

دیوبند میں ۱۲۸۴ھ سے ۱۲۹۲ھ تک پڑھتے رہے۔ پھر اسی مدرسہ دیوبند میں تدریس پر معمور ہوئے اور ۱۳۱۸ھ تک پڑھاتے رہے۔ پھر علیحدہ ہوگئے اور ایک مدت تک مدرسہ فتحپور میں پڑھاتے رہے۔ پھر وہاں سے ''جامع العلوم'' کانپور منتقل ہوگئے اور وہاں بھی ایک عرصہ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ بہت بڑے عالم تھے۔ ہیئت، ہندسہ، حساب، فقہ اور میراث میں بہت ماہر تھے۔ میراث پر ان کا اردو میں ایک مفصل رسالہ ہے۔ کانپور میں ۷/ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کیے گئے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے آپ سے پنج رقعہ، قصائد عرفی، سکندر نامہ پڑھ کر فارسی کی تکمیل کی۔

☆☆☆☆☆☆☆

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ

حضرت نانوتوی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔آپ کے تلامذہ میں حضرت تھانویؒ اور حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ جیسے اکابر شامل ہیں۔

حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی بن شیخ نصیب علی کا آبائی وطن میرٹھ سے کوئی چھ میل دور واقع ،شیخ پور، تھا۔آپ کے والد کا حضرت نانوتویؒ سے گہرا تعلق تھا۔

۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں دارالعلوم میں مدرس چہارم مقرر ہوئے اور جمادی الاولی ۱۲۹۸/ ۱۸۸۱ء تک تدریسی خدمات انجام دیں،نسائی ،ابن ماجہ،سبعہ معلقہ، مقامات حریری وغیرہ کتابیں زیر درس رہیں۔اس دوران حضرت تھانویؒ نے بھی آپ سے کچھ کتابیں پڑھیں۔دارالعلوم میں دوبارہ ۱۳۱۴ھ میں مدرس دوم ہو کر تشریف لائے، ۱۳۱۷ھ تک تدریسی خدمات انجام دیں۔

رجب ۱۲۹۸ھ میں مظاہرعلوم میں مدرس دوم مقرر ہوئے،وہاں حضرت مولانا مظہرعلی نانوتویؒ کی وفات کے بعد ۱۳۰۲ھ میں قائم مقام صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۰۶ھ تک اس عہدہ پر قائم رہتے ہوئے بخاری ،ہدایہ وغیرہ پڑھائی۔ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ھ میں آپ مدرسہ شاہی مرادآباد کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳۱۴ھ تک وہاں قیام رہا۔اس دوران مفتی کفایت للہ دہلویؒ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔درمیان میں ایک سال مدرسہ حسین بخش دہلی منتقل ہو گئے تھے۔۱۳۱۷ھ میں دارالعلوم سے دوبارہ مدرسہ حسین بخش چلے گئے اور بعد ازاں مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور تا عمر اسی مدرسہ میں حدیث کا درس دیتے رہے۔متعدد مشاہیر آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

زہد وتقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ نہایت سادہ، متواضع، ملنسار، مہمان نواز اور خوشحال بزرگ تھے۔ آخری سانس تک جماعت کی نماز اور صف اولی ترک نہیں ہوئی۔ آخری عمر میں فالج کی وجہ سے نقل وحرکت سے معذور ہوگئے تھے، لیکن اسی حالت میں خدام آپ کو اُٹھا کر صف اول میں رکھ دیتے تھے اور آپ بیٹھ کر باجماعت نماز ادا کرتے تھے۔

آپ کا انتقال دہلی میں ۱۳/ جمادی الاولی ۱۳۴۷ھ، ۲۹/ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو ہوا اور مہندیان میں خانوادۂ ولی اللہی کے پہلو میں سپردِ خاک کیے گئے۔

ماخذ: تاریخ دار العلوم دیوبند، جلد دوم، ص: ۴۲۔

☆☆☆

قطعہ

تجھ کو جو چلنا طریق عشق میں دشوار ہے
تو ہی ہمت ہار ہے، ہاں تو ہی ہمت ہار ہے
ہر قدم پر تو جو، رہ رو، کھا رہا ہے ٹھوکریں
لنگ خود تجھ میں ہے ورنہ راستہ ہموار ہے

(مجذوبؔ)

حضرت مولانا ملا محمود دیوبندیؒ

حضرت مولانا ملا محمد محمود دیوبندی دارالعلوم کے پہلے مدرس تھے۔آپ کا انتخاب حضرت نانوتویؒ کے ذریعہ عمل میں آیا تھا۔قیام دارالعلوم سے آخر عمر تک دارالعلوم ہی سے وابستہ رہے۔علوم فقہ وحدیث کے ماہر تھے۔انہوں نے حدیث حضرت شاہ عبدالغنی مجددی دہلویؒ سے پڑھی تھی۔سنن ابن ماجہ پر شاہ صاحب جو حاشیہ "انجاح الحاجۃ" کے نام سے لکھتے تھے،اس میں آپ ان کے معاون رہے تھے۔

آپ کے شاگرد رشید حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مندرجہ ذیل اشعار سے حضرت ملا محمودؒ کے علم وفضل کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

سوئی آں متقی نام ور ☆ مولوی محمود صاحب خوش سیر
درحدیث و فقہ و تفسیر و اصول ☆ شہرتے کامل بدارد در فحول
زیلعی و لوذعی، دریائے عم ☆ منبعِ خُلق و تواضع ، کانِ علم
برزبانش ہست مضمونِ کتاب ☆ ہست تقریرش چو بارندہ سحاب

وفات:۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں دیوبند میں انتقال فرمایا اور قبرستان قاسمی کے شمال مغرب میں کہنی مسجد کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆☆☆☆☆

آسماں تیری لحد پہ شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

حضرت مولانا سید احمد دہلویؒ

مولانا موصوف نہایت جلیل القدر علماء میں سے تھے، منقولات کے ساتھ علوم معقولہ میں امام وقت سمجھے جاتے تھے، خصوصاً فن ریاضی و ہیئت میں تو اُن کا آوازۂ شہرت یورپ تک پہنچا ہوا تھا، حضرت مولانا محمد قاسمؒ فرمایا کرتے تھے کہ ’’مولوی سید احمد صاحب کو خداوندِ کریم نے فنون ریاضی میں وہ استعداد اور مناسبت عطا فرمائی ہے کہ ان فنون کے موجدوں کو بھی شاید اتنی ہی ہو۔‘‘

قیامِ دارالعلوم کے تیسرے سال ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء میں مدرس دوم کی حیثیت سے بلائے گئے حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کی وفات پر مسندِ صدارت تفویض ہوئی، جس پر چھ سال تک فائز ہے، اس مدت میں ۲۸ طلباء نے اُن سے دورۂ حدیث کی تکمیل کی، دارالعلوم کی صدر مدرسی کے دوران ۱۳۰۶ھ میں حج کیا۔

۱۳۰۷/ ۱۸۹۰ء میں دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کر کے بھوپال تشریف لے گئے، اور وہیں انتقال فرمایا۔

مولانا سید احمد دہلوی، حضرت نانوتویؒ سے بیعت تھے، حضرت تھانویؒ اپنی مثنوی زیر و بم کے حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

تواضع و انابت کا سرمایہ دار تھا نہ رہا
وہ ایک زاہد شب زندہ دار تھا نہ رہا

"جناب مولانا (سید احمد) بالخصوص درفن ریاضیہ ید طولیٰ می داشتند وکمالِ مہارت این فنون مشہور ومعروف۔"

جن شعروں پر مذکورہ بالا حاشیہ لکھا گیا ہے وہ یہ ہیں:

دوئی آن سالکِ شرعِ نبی ☆ مولوی سید احمد دہلوی
وصفِ ذہنِ اُو اگر سازد رقم ☆ ختم نبود بشکند صدہا قلم
خاتمِ معقول و علم فلسفہ ☆ ہم ریاضی وعلومِ مشکلہ
پارساؤ متقی، کم گو، حلیم ☆ ہم سخی وہم جواد وہم کریم

افسوس ہے کہ مولانا سید احمدؒ کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوسکے۔ (تاریخ دارالعلوم)

☆☆☆

مراقبۂ موت

ہو رہی ہے عمر مثل برف کم
چپکے چپکے ، رفتہ رفتہ ، دم بدم
سانس ہے اک رہروِ ملک عدم
دفعتاً اک روز جائے گا تھم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوبؔ)

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

اولین صدر المدرسین دار العلوم دیوبند

زیر نظر تحریر میں ایک ایسی شخصیت کا تذکرہ مقصود ہے جو علم و دیانت اور تقویٰ وطہارت میں مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے ہم پلہ تھی، اور اس ملک کے دگرگوں حالات کے مقابلہ اور دینی رہنمائی کے میدان میں ان کی معاصر تھی۔ ایسی شخصیت جسے دینی بصیرت اور علمی وسعتِ نظر کے ساتھ ساتھ روحانی تعلق اور معرفت کا وافر حصہ ملا تھا۔ وہ شخصیت جسے دیوبند کے عظیم مدرسہ میں سب سے پہلے صدر مدرس بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس نے طلبۂ علوم کی دینی رہنمائی کی اور مدرسہ کے دائرہ میں وسعت دی۔ اور ایسے بڑے بڑے فضلاء اور کاملین پیدا کئے جنہوں نے آگے چل کر علم و دین کے میدان میں پورے ملک کی قیادت کی۔

یہ شخصیت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تھی جن کا مولانا محمد قاسم نانوتوی سے خاندانی اور قرابت داری کا تعلق تھا۔ مولانا قاسم نانوتوی آپ سے چھ یا سات سال بڑے تھے اور دونوں حضرات آپس میں ہم زلف تھے۔ (تذکرہ اکابر علمائے دیوبند)

معقولات و منقولات غرضیکہ تمام علوم و فنون میں آپ اپنے دونوں ساتھیوں یعنی حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے کم نہ تھے۔ بلکہ علم و فضل میں بھی ان کے ہم پلہ تھے اور عمر اور شہرت اور بہت سے خصائص و امتیازات میں بھی ان کے مشابہ تھے۔ ۱۳ر صفر ۱۲۴۹ھ مطابق ۲ر جولائی ۱۸۳۳ء کو ان کا تولد ہوا۔ ان کے والد استاد الکل حضرت مولانا مملوک العلی نانوتوی اپنے زمانہ کے ممتاز عالم تھے۔ وہ

مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے استاذ اور مربی تھے اور بڑے اساتذہ اور مشائخ میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے بیشمار طلباء کو درس دیا اور جہالت کی گھنگور تاریکیاں روشن کیں۔

(وضاحت) حلقہ دیوبند میں جس طرح حضرت حاجی صاحب کو شیخ الکل کہا جاتا ہے اسی طرح سے مولانا مملوک العلی صاحب کیلئے استاد الکل بولا جاتا ہے۔

مولانا محمد یعقوب نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں رہ کر اپنے والد کے پاس حاصل کی اور متعدد دینی علوم کا درس لیا۔ ان کی عمر جب دس سال کی ہوئی تو ان کے والد مولانا مملوک العلی دہلی کے قدیم عربی مدرسہ (دلّی کالج) میں صدر مدرس مقرر ہو گئے اور اس مناسبت سے مولانا یعقوب صاحب نے موقع غنیمت جانا اور انہوں نے طلب علم کے لئے دہلی کا قصد کیا۔

مولانا محمد یعقوب نے اپنے والد کے ساتھ مولانا محمد قاسم صاحب کی معیت میں دہلی کا سفر کیا اور اپنے والد مولانا مملوک العلی صاحب کی نگرانی میں میزان و منشعب اور گلستاں سے تعلیم کا آغاز کیا۔ مولانا نے اپنے دونوں شاگردوں پر پوری توجہ صرف کی اور قلیل مدت میں ان دونوں ہی حضرات کا جوہر علم چمکنے لگا اور درسی صلاحیت پختہ ہو گئی۔

حدیث شریف کا فن مولانا عبد الغنی مجددی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا۔ اور فن حدیث کا ذوق پیدا کر لیا اور اس کی قدر و قیمت اور اہمیت کی وجہ سے اس کو ایک فن کی طرح باقاعدہ حاصل کیا۔ فن حدیث کے اس خصوصی شغف کے باعث وہ دینی علوم کے ممتاز عالم اور دار العلوم دیوبند کے اولین صدر مدرس مقرر کے گئے۔ جہاں حدیث کا یہ معزز فن دوسرے تمام اداروں سے زیادہ اہمیت کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے

اوراس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔

تدریس کتب میں انہیں جس قدر انہماک تھا اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ان کے لئے کسی کتاب کو ایک بار پکڑ لینے کے بعد اس کو چھوڑنا مشکل تھا وہ اپنے بے پناہ ملکہ اور نادر ذہانت کی وجہ سے اس کی گہرائیوں میں اتر جاتے اوراس کی پیچیدگیوں پر قابو پالیتے۔ان کی شخصیت میں علوم عقلیہ اورنقلیہ کا نادر اجتماع تھا اس سے ان کو دینی حقائق اور دقیق علوم سمجھنے میں مدد ملتی تھی۔وہ مشکل ترین مسائل کو بغیر کسی دشواری کے حل کر لیتے تھے اور معترضین اور سائلین کو تشفی بخش جوابات سے نوازتے تھے۔

ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۱ء میں حضرت مولانا مملوک العلی صاحب کا وصال ہوگیا، وصال کے ایک سال بعد تک دہلی میں قیام رہا، بعدازاں اجمیر کے گورمنٹ کالج میں تقرر ہوگیا سب سے پہلے تیس روپے ماہوار پراجمیر میں تدریس کا کام کیا اور ایک مدت تک اس منصب پر فائز ہے۔پھر مدرسہ کے مہتمم نے ان کو شہر اجمیر کا نائب حاکم بنانے کی پیشکش کی لیکن مولانا نے انکار کردیا۔اس کے بعد انہیں محکمۂ تعلیم میں انسپکٹر جنرل مقرر کردیا گیا اور ۵۰ روپئے ماہوار تنخواہ ملنے لگی، اس دوران ۱۸۵۷ء کا انقلاب پیش آ گیا۔تو پولیس نے انہیں مولانا محمد قاسم کے شبہ میں گرفتار کرلیا اور جب تک یہ نہ ثابت ہوا کہ یہ مولانا محمد قاسم نہیں ہیں۔انہیں جیل میں رہنا پڑا۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتویؒ فنِ درس وتدریس اور علوم ظاہرہ میں یگانۂ روزگار اور بڑے صاحب باطن اور صاحب کشف وکرامات تھے، اولیاء کاملین میں سے تھے۔

۱۵رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۱۸۶۶ء کو دیو بند میں مدرسہ قائم ہونے کے بعد

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ نے مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کو دیوبند بلالیا اور صدر مدرس بنادیا۔ وہ مولانا قاسم نانوتوی صاحب کی طلب پر یہاں تشریف لائے اور حکومت کی بڑی ملازمت پر مدرسہ کی ۲۵ روپے ماہوار کی اس ملازمت کو ترجیح دی۔ اللہ نے ان کے کام میں برکت عطا فرمائی اور انہیں ایسے طلباء نصیب ہوئے جو آگے چل کر دینی علوم کے نابغۂ روزگار علماء اور اسلام کے داعی بنے ان میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، محدث وقت حضرت مولانا خلیل احمد انبہٹوی، مولانا عبداللہ انصاری انبہٹوی، حضرت مولانا احمد حسن امروہوی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا عبدالحق پرقاضوی، مفتیٔ اعظم مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا فتح محمد تھانوی اور حافظ محمد احمد رحمہم اللہ جیسے بالغ نظر حضرات قابل ذکر ہیں۔ یہ سب آپ کے ممتاز ترین تلامذہ میں سے ہیں۔

حضرت تھانوی کی اپنے استاد سے عقیدت

زمانہ طالب علمی میں استاد کے انوار باطنی کا حضرت تھانویؒ کے قلبِ مصطفیٰ پر کچھ ایسا اثر پڑا کہ آپ کو مولانا سے غایت درجہ عقیدت و محبت ہوگئی، یہاں تک کہ جن دنوں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے گنگوہ میں درسِ حدیث دینا شروع کیا، تو بہت سے طلبہ وہاں سے چلے گئے اور انہوں نے حضرت تھانویؒ کو بھی ترغیب دی کہ حضرت کے یہاں ناغے بہت ہوتے ہیں لہٰذا آپ بھی وہیں چلیں۔ لیکن اس طرح استاد کو چھوڑ جانا حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بے وفائی پر محمول کرتے ہوئے گوارا نہ کیا۔

طالب علمی کے احوال

دیوبند میں حضرت حکیم الامتؒ کے بعض اعزہ اور رشتہ دار بھی تھے لیکن والد ماجد

کی ہدایت کے مطابق زمانہ طالب علمی میں سب سے الگ تھلگ رہے، طلبہ سے بھی اختلاط نہ رکھتے تھے مطالعہ کتب سے فرصت ملتی تو اپنے استاد خاص حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی خدمت میں پہنچ جاتے، ان ہی کی زیر تربیت آپ نے مشق افتاء بھی کی۔ اس زمانہ میں حضرت تھانوی قدس سرہ کو مناظرہ سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ آریوں کے مقابلہ میں کئی معرکے سر کئے۔

اُستاد کی شفقت

آپ کے اُستاد دوسرے طلباء کی نسبت آپ پر خصوصی شفقت وتوجہ فرماتے تھے اور آپ کے سامنے خصوصیت سے حقائق، معارف، نکات ودقائق علمیہ زیادہ بیان فرماتے تھے، اسی طرح آپ اپنی غیر معمولی قوت آخذہ سے دوسروں کی نسبت زیادہ فیوض وبرکات حاصل کرتے تھے اور علوم عجیبہ وغریبہ سیکھتے رہتے تھے، چنانچہ حضرت کے درس کی کیفیت حضرت حکیم الامت یوں بیان فرماتے ہیں کہ :

''حضرت الاستاد مولانا محمد یعقوب صاحب کا حلقۂ درس کیا ہوتا تھا حلقۂ توجہ ہوتا تھا یہ حال تھا کہ تفسیر کا سبق ہو رہا ہے آیات کا مطلب بیان فرما رہے ہیں اور آنکھوں سے زار وقطار آنسو جاری ہیں''۔

ایک بات اور اصدق الرویا کے حوالہ سے ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''احقر نے جب حدیث کا درس شروع کیا، تو استاذی حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کی زیارت سے اس طرح مشرف ہوا کہ میرے روبرو ایک جماعت صحیح بخاری پڑھنے والوں کی موجود ہے، اور ایک نسخہ بخاری کا میرے منہ کے سامنے ہے جس کو میں دیکھ کر درس دیتا

ہوں اور میرے برابر میں حضرت استاذی ممدوح تشریف رکھتے ہیں، اور غالباً آپؒ کے پاس بھی بخاری کا ایک نسخہ ہے اور جو میں بیان کرتا ہوں حضرت اس کی تقریر فرماتے ہیں"۔

واقعہ دستار بندی

جس سال حضرت حکیم الامت دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے اس سال دیوبند میں بہت بڑا شان دار جلسہ دستار بندی رکھا گیا، حضرت تھانویؒ کو معلوم ہوا تو اپنے ہم سبقوں کو لے کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغت دی جائے گی؟ حالاں کہ ہم اس قابل ہرگز نہیں، لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرمادیا جائے، ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی، یہ سن کر مولانا کو جوش آ گیا اور فرمایا کہ تمہارا خیال غلط ہے، یہاں چوں کہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں، اس لیے آن کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیے، باہر جاؤ گے تو تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، جہاں جاؤ گے بس تم ہو گے، باقی سارا میدان صاف ہے، اطمینان رکھو۔

یوں حضرت کی دستار بندی حضرت اقدس قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس ہاتھوں سے 1300 ھجری میں ہوئی۔ اللہ کے فضل وکرم سے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی کو اللہ نے حرف بحرف سچ کر دکھایا، عوام وخواص تو کیا بڑے بڑے علمائے وقت بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو وقعت، عزت واحترام اور عظمت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔

مولانا محمد یعقوب صاحب نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کی، آپ حضرت حاجی صاحب کے مخصوص خلفائے عظام میں شمار ہوتے تھے، سلوک ومعرفت اور تعلق مع اللہ کے اعلیٰ مراتب حاصل کئے۔ لوگوں میں ان کا رعب بہت تھا اور مقبول عند اللہ سمجھے جاتے تھے اور شاید یہی سبب تھا جس کے سبب ان کو بے شمار مکاشفے ہوتے تھے اور قطب التکوین کا درجہ رکھتے تھے۔

علم حدیث میں ان کا تبحر بہت معروف اور علمی حلقوں میں مسلم تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دیوبند جیسے مدرسہ کے صدر مدرس نہ ہوتے اور شیخ الہند اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب جیسے لوگ ان کے شاگرد نہ ہوتے۔ اسی کے ساتھ ان کا ادبی ذوق نہایت پاکیزہ اور بلند تھا اور برجستہ شاعری پر قدرت تھی اُردو، فارسی اور عربی تینوں زبانوں میں بیک وقت شعر کہہ لیتے تھے۔

ان کی متعدد کتب اور رسائل ان کے ادبی اور لسانی ذوق وشوق کی شہادت دیتے ہیں اور ان کی وسیع معلومات پر دال ہیں۔

سفر حج

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمہ اللہ دومرتبہ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے، یہ سفر ایسے زمانے میں کئے جب آج جیسے وسائل سفر موجود نہیں تھے، اور حج کا سفر ہندوستانی مسلمانوں کے لئے بڑی مہم جوئی سمجھا جاتا تھا۔

رحلت

ربیع الاول ۱۳۰۲ھ شب شنبہ میں مرض ہیضہ میں مبتلا ہوجانے پر علوم نبوت کی بے مثال خدمت، علم دین کی جدوجہد اور علماء کرام کی ایک پوری جماعت کی تیاری

کے بعد یکم ربیع الاول ۲؍۱۳۰۲ھ مطابق ۲۲؍دسمبر ۱۸۸۴ء میں اس جہان فانی کوالوداع کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

نانوتہ میں دہلی سہارنپور شاہ راہ پرلب سڑک ایک احاطہ میں آپ کی کچی قبر بنی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ شبانہ روز آپ کے مراتب علمیہ میں ترقی فرمائے اور قبر مبارک کونور سے منور فرمائے۔ آمین۔ (ماخوذ: تذکرہ حاجی امداداللہ مہاجرمکی اوران کے نامور خلفاء)

......ارشاد حکیم الامت......

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

سے کسی نے معلوم کیا تھا کہ حضرت آپ نے اس قدر کتابیں لکھی ہیں تو بہت سی کتابیں پڑھی بھی ہونگی؟

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواباً فرمایا کہ

میں نے کتب بینی سے زیادہ قطب بینی کی ہے۔

پھر فرمایا کہ صرف تین کتابیں پڑھی ہیں۔

(۱) حضرت شیخ حاجی امداداللہ مہاجرمکی رحمہ اللہ

(۲) حضرت الاستاد مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ

(۳) امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

شیخ العَالَم

حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی حضرت کے اساتذۂ خاص میں سے تھے، جن سے حضرت نے طالب علمی کے زمانے میں بہت سی کتابیں پڑھیں، پہلے حضرت دارالعلوم دیوبند میں مدرس رابع تھے، پھر ترقی کر کے مدرس اول ہوگئے، یہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے شاگرد رشید اور حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ کے خلیفۂ خاص تھے۔

۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء کو بریلی میں پیدا ہوئے کیونکہ ان ایام میں آپ کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب بریلی میں انسپکٹر مدارس تھے وہ ایک جید عالم اور صاحب تصانیف کثیرہ اور باقبال بزرگ تھے۔ حضرت شیخ الہند کا سلسلۂ نسب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے آپ کی تعلیم کا آغاز چھ سال کی عمر میں ہوا۔ ایک بزرگ مولانا منگلوری سے قرآن مجید پڑھا اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا عبداللطیف سے پڑھیں، اور اپنے تایہ جان مولانا مہتاب علی صاحب سے ان کے گھریلوں مدرسہ میں ابھی آپ قدوری تہذیب وغیرہ ہی پڑھ رہے تھے کہ حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند میں ایک مدرسہ ۱۵ رمحرم الحرام ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء کو قائم کیا اس مدرسہ کا آغاز دیوبند کی مشہور مسجد چھتہ میں ہوا۔ آپ اس مدرسہ کے پہلے طالب علم تھے۔ ۱۲۸۴ھ میں آپ نے کنز، مختصر المعانی کا امتحان دیا آئندہ سال مشکوٰۃ، ہدایہ پڑھیں۔ اور ۱۲۸۶ھ میں کتب صحاح ستہ کی تکمیل کی اور فارغ التحصیل ہوئے، ۱۹/ ذیقعدہ ۱۲۹۰ھ میں

آپ کے دستارِ فضیلت باندھی گئی حدیث میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کے علاوہ قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا شاہ عبد الغنی دہلویؒ سے بھی اجازت حاصل ہے۔

آپ جامع شریعت اور طریقت تھے علم میں بقول حضرت گنگوہیؒ ''علم کا کٹھلہ تھے'' آپ کے شاگرد رشید حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ آپ کو (شیخ العالم) کہتے تھے مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ آپ کو شریعت و طریقت کا بادشاہ کہتے تھے اور مولانا حسین احمد مدنیؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، علم شریعت اور طریقت کا ناپید کنار سمندر کہتے تھے۔ بہر حال آپ کو فارغ التحصیل ہونے سے پہلے ہی ۱۲۸۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا معین مدرس بنایا گیا تھا اس وقت ابتدائی کتب آپ کے سپرد کی گئیں لیکن رفتہ رفتہ آپ کی علمی استعداد اور ذہانت ظاہر ہونے لگی اور اوپر کی کتابیں بھی پڑھانے کے مواقع ملتے گئے۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ نے ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ وغیرہ کی تدریس شروع کی پھر ۱۲۹۵ھ میں مسلم شریف اور بخاری شریف بھی پڑھانے لگے۔ آپ کا حلقۂ درس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا دوسرے مدارس کے فارغ شدہ اور بڑے بڑے ذہین طالب علم نہایت مؤدب طریقہ سے حاضر خدمت رہتے اور آپ کمالِ عزت و وقار سے درس دیتے، حلقۂ درس دیکھ کر سلف صالحین و اکابر محدثین کے حلقۂ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا، الحاصل آپ نے چالیس سال تک مسلسل دارالعلوم دیوبند میں درسِ حدیث دیا اور زمانہ اسیری مالٹا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں بھی درس دیا اس طرح آپ کا زمانۂ تدریس چوالیس سال سے زائد

ہوتا ہے اس عرصہ میں اطراف واکناف عالم میں آپ کے تلامذہ پھیل گئے جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے آپ کے ممتاز تلامذہ میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا اعزاز علی دیوبندیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اور مولانا عبد السمیع دیوبندیؒ جیسے مشاہیر علم وفضل شامل رہے۔

حضرت حکیم الامتؒ کو اپنے ان استاد سے بڑی عقیدت ومحبت تھی اکثر وبیشتر ان کا ذکر خیر فرماتے رہتے تھے، بلکہ آپ نے ان کے کمالات عملیہ پر ایک رسالہ ''ذکر محمود'' کے نام سے تصنیف فرما کر شائع کیا تھا۔ جو عنقریب مرکز معارف حکیم الامت کی طرف سے نئی کمپوزنگ اور عمدہ طباعت کے بعد شائع کیا جائے گا۔

سیاسی تحریکات کے زمانے میں اگر چہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بعض سیاسی مسائل میں استاد محترم سے اجتہادی اختلاف ہوگیا تھا،، لیکن عقیدت روز افزوں تھی، آپ کا ذکر خیر بدستور فرماتے رہتے اور احترام میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا، حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کو بھی آپ سے بہت ہی انس ومحبت تھی۔ طالب علمی کے زمانے میں چونکہ آپ کو مناظرہ کا بہت شوق تھا، اس لئے اس عرصہ میں آپ کو جہاں بھی مناظرہ کی خبر پہونچتی فی الفور پہونچتے، ایک مرتبہ ایک یوروپین عیسائی نے مناظرہ کے لئے اسٹیشن دیوبند کے قریب خیمے لگوائے۔

حضرت تھانویؒ کو جب علم ہوا تو بے تابانہ مناظرہ کے لئے دوڑے، اتفاق سے اس بات کا حضرت مولانا دیوبندیؒ کو پتہ چل گیا، تو اس خیال سے کہ آپ نوعمر، نوآموز

اور ناتجربہ کار ہیں، کہیں مرعوب نہ ہو جائیں، فوراً اپنے شاگرد رشید کی امداد کے لئے وہاں پہونچ گئے، اور حضرت تھانویؒ کو ہٹا کر اُن کی جگہ خود مناظرہ شروع کر دیا، اور دو چار باتوں میں ہی مشنری کو خیمہ اٹھانے پر مجبور کر دیا۔

شاگرد کا استاد سے اختلاف

حضرت شیخ الہندؒ کانگریس کے بہت بڑے حامی اور مؤید تھے، مگر آپ کے شاگرد رشید حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ سراپا فضل وکمال، معدن حسنات وخیرات، استاد محترم سے اختلاف رکھتے تھے، یعنی مولانا کانگریس کے جتنے حامی تھے، یہ اتنے ہی مخالف، اور مخالفت کا بھی یہ عالم تھا کہ ایک طرف تمام اکابر دیوبند اور دوسری طرف تھانہ بھون کا یہ یکہ وتنہا درویش، چونکہ ان دونوں بزرگوں یعنی استاد وشاگرد کا اختلاف بالکل اجتہادی قسم کا تھا، اور محض اخلاص وللّٰہیت پر مبنی تھا، جیسے ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین میں شروع سے چلا آتا ہے، اس لئے اس اختلاف کے باوجود استاد اور شاگرد کے تعلقات جس پر ان کے نادان دوستوں اور نافہم مخلصوں میں بڑی کشاکش رہتی تھی۔

حضرت تھانویؒ کے عقیدت مندوں کو تو اس معاملہ میں لب کُشائی کی ہمت ہی نہ ہوتی تھی۔ مگر شیخ الہندؒ کے مخلصین آپ سے ان کی اکثر شکایت کرتے رہتے تھے، اور حضرت شیخ الہندؒ حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ کے حُسنِ ظن کی تصدیق اور خدمات دینی کی تعریف کر کے ان کوتاہ نظروں کو اعتراضات سے روکتے تھے۔

ایک دفعہ تو ایک پانی پتی عالم سے یہاں تک کہہ دیا کہ بھائی اپنی جماعت میں اختلاف تو اچھا نہیں معلوم ہوتا، اور پھر میں ہی کسی قدر اپنی رائے کیوں نہ بدل دوں اور اس معاملہ میں ان (حضرت تھانویؒ) کی موافقت کرلوں، کیوں کہ میرے اوپر کوئی وحی

تو نازل ہوتی نہیں کہ میری ہی رائے ٹھیک ہو۔

بہر حال آپ کی علمی وروحانی خدمات بہت ہیں اس کے علاوہ سیاسی خدمات بھی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں، انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں شروع کی گئی تحریک آزادی کے مشن کو آپ نے کافی بڑھایا آپ نے تحریک کا مرکز کابل کو بنایا اور آپ کی تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہے آپ بھی کئی دوسرے مسلم اکابرین کی طرح عسکری بنیادوں پر مسلمانوں کو منظم کر کے انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتے تھے لیکن اپنوں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں سے انگریزوں کے خلاف یہ تحریک بھی کامیاب نہ ہوسکی لیکن اس نے ہندوپاک کے مسلمانوں میں بیداری کی نئی روح پھونک دی۔اس سلسلے میں آپ نے ۱۳۳۳ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا ۱۳۳۴ھ تک وہاں رہے ۱۳۳۵ھ کے آغاز میں آپ کو گرفتار کر کے مالٹا پہنچادیا گیا۔۱۳۳۸ھ کو وہاں سے رہا ہوئے اور ہندوستان پہنچے ان دنوں ہندوستان میں تحریک خلافت کا زور تھا آپ نے عمر کی زیادتی نقاہت اور بیماری کے باوجود بھر پور حصہ لیا۔ مالٹا کی اسیری کے دوران ہی آپ زیادہ بیمار ہوگئے وطن واپسی پر بیماری میں افاقہ نہ ہوا، بیماری کے باوجود تحریک خلافت میں آپ کی بھر پور جدوجہد اور مشقت سے صحت پر کافی اثر پڑا اور ۱۸/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دیوبند میں رحلت فرمائی اور دیوبند کے معروف قبرستان مزار قاسمی میں مدفون ہیں۔آپ نے درس وتدریس اور مشاغل سیاسی کے باوجود کئی کتب تصانیف فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔آمین

(تفصیل کے لئے حضرت شیخ الہند حیات اور کارنامے کا مطالعہ کیجئے)

☆☆☆

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

بانی دارالعلوم دیوبند سے (علمی استفادہ)

قصبہ نانوتہ، کاندھلہ، دیوبند، گنگوہ اور تھانہ بھون یہ مشہور علمی مراکز ہیں یہاں خاندان شیوخ، صدیقی، فاروقی، عثمانی اور انصاری آباد تھے اور یہ قصبے ہمیشہ سے بزرگوں اور مشائخ کے مسکن رہے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مولد اور وطن عزیز (قصبہ نانوتہ) ضلع سہارنپور ہے جو دیوبند سے بارہ میل مغربی جانب واقع ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے آپ کا تاریخی نام خورشید حسین اور تاریخ پیدائش شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ جنوری ۱۸۳۳ء ہے والد صاحب کا نام شیخ اسد علی بن غلام شاہ ہے جو نہایت پرہیزگار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔

آپ بچپن سے ہی ذہین، طباع، محنتی اور سعادت مند تھے، تعلیم کے دوران ہمیشہ اپنے ساتھیوں میں نمایاں رہے بہت چھوٹی عمر میں قرآن مجید پڑھا تھا۔ آپ نے قصبہ دیوبند میں فارسی، عربی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مولانا مملوک العلی صاحبؒ کے ہمراہ ۱۲۶۰ھ میں دہلی پہنچے۔ حضرت نانوتوی نے تمام علوم وفنون کی اکثر کتابیں مولانا مملوک العلی صاحب اور مفتی صدرالدین صاحب سے پڑھیں، اور شاہ عبدالغنی مجددی سے علوم حدیث کی تکمیل کی۔ ابوداؤد شریف آپ نے شاہ اسحاق محدث دہلوی کے شاگرد مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری سے پڑھی۔ ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۴۹ء میں فراغت تعلیم کے بعد آپ نے مطبع احمدی میں تصحیح کتب کا کام شروع کیا اور سب سے پہلے مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کی بخاری شریف کی تصحیح فرمائی اور کافی عرصہ میرٹھ اور دہلی میں تصحیح کتب کا کام

کرتے رہے اس کے ساتھ ساتھ تدریس ودرس کا سلسلہ بھی آپ نے شروع کردیا تھا اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہویؒ، حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہویؒ، مولانا عبدالعلی میرٹھیؒ، حضرت مولانا حکیم محمد صدیق مرادآبادی وحضرت مولانا فیض الحسن صاحب گنگوہیؒ کو آپ نے میرٹھ اور دہلی کے زمانہ تصحیح کتب میں حدیث پڑھائی ہے، اسی دوران آپ نے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ تھانوی مہاجر مکیؒ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور سلوک وتصوف کے منازل طے کرنے کے بعد خلعت خلافت سے نوازے گئے، آپ نے جوانی ہی میں اپنے آپ کو نیکی اور تقویٰ کے سانچے میں ڈھال دیا تھا اور اپنی زندگی کو ایک خاص نہج پر استوار کرلیا تھا۔ آپ کے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ:

''ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب مدتوں سے نہیں ہوتے''

ایک مرید کے لئے مرشد کا یہ خراج تحسین کچھ کم نہیں ہے، آپ خوش مزاج اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے اور حد درجہ منکسر المزاج بھی تھے، شہرت سے گریز اں بڑائی سے نفور اور ریا سے کوسوں دور تھے، مسئلہ خود کبھی نہ بتاتے، کسی کے حوالے سے بیان کرتے، فتویٰ پر نام لکھنا اور مہر لگانا آپ کو ناپسند تھا، امامت سے گھبراتے اور ہمیشہ مقتدی بن کر نماز ادا کرتے تھے، علم وعمل زہد وتقویٰ کے پہاڑ تھے بہت بڑے مناظر، مجاہد اور جفاکش تھے باطل فرقوں کے پادریوں سے بہت سے مناظرے کئے اور ہمیشہ کامیاب رہے۔ جب سے انگریز نے ہندوستان میں قدم جمائے اور مختلف ہتھکنڈوں سے دوسرے مذاہب کو پامال کرنے اور عیسائیت کو پھیلانے کے لئے کوششیں شروع کیں تو اس کی مدافعت اور مزاحمت کے لئے مسلمانوں کی ایک انقلابی جماعت تیار کی گئی۔ اس جماعت میں باقاعدہ امامت کا

نظام تھا، تیسرے امام شاہ عبدالغنی دہلویؒ مقرر ہوئے ان کے انتقال کے بعد ۱۸۴۶ء میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ امام مقرر ہوئے اور جب ۱۸۵۷ء کی ابتداء ہوئی تو انقلابی جماعت بھی حرکت میں آ گئی، حضرت حاجی صاحبؒ کے رفقائے کار میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ اور حافظ محمد ضامن تھانوی شہید شامل تھے۔ جہاد حریت کے سلسلے میں تبادلۂ خیال ہوا تو مولانا شیخ محمد محدث تھانویؒ نے بے سروسامانی کا ذکر کر کے جنگ آزادی میں بھرپور حصہ لینے سے گریز کی تجویز پیش کی تو مولانا نانوتویؒ نے اس تجویز کی مخالفت کی اور کہا کہ ہم اصحاب بدر سے بھی زیادہ بے سروسامان ہیں؟

حضرت حاجی صاحبؒ نے یہ فقرہ سنا تو تڑپ اُٹھے اور فرمایا کہ:

"الحمدللہ! انشراح ہوگیا، اور جہاد کی تیاری شروع کر دی گئی، حاجی امداد اللہ امیر، مولانا نانوتویؒ سپہ سالار، مولانا گنگوہیؒ قاضی مقرر ہوئے اور قصبہ تھانہ بھون دارالاسلام قرار پایا"۔

میرٹھ کے بعد دہلی اور ہندوستان کے مختلف مقامات پر جنگ چھڑ چکی تھی۔ آپؒ نے اپنے امیر کی قیادت میں جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تھانہ بھون بھی اس شدید جنگ کی لپیٹ میں تھا، قتل وغارت کا بازار گرم تھا، مکانات پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی غرض دیکھتے ہی دیکھتے قصبہ تھانہ بھون بھون خاکستر کا ڈھیر بن گیا۔

آپ اور آپ کے رفقائے کار پر الزام تھا کہ تھانہ بھون کے فساد میں آپؒ اور آپ کے رفقاء پیش پیش تھے اس بناء پر آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دئے گئے اور اس طرح آپ نے راہ حق میں سنت یوسفی کو زندہ کیا۔

۱۸۶۶ء میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا جو اسلام کا محفوظ قلعہ اور مسلمانوں کا ناقابلِ شکست حصار ثابت ہوا۔ دارالعلوم دیوبند آپ کا زندہ جاوید کارنامہ ہے اور صدقۂ

جاریہ ہے جوانشاء اللہ رہتی دنیا تک قائم رہے گا اور جس نے آپ کی شخصیت کو بھی لازوال بنادیا، جب مدرسہ کے افتتاح کی خبر آپ کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب کو مکہ مکرمہ میں پہنچی اور کہا گیا کہ حضرت! ہم نے ایک مدرسہ قائم کیا ہے تو حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ:

"سبحان اللہ! آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ قائم کیا ہے یہ خبر نہیں کہ کتنی پیشانیاں اوقاتِ سحر میں سربسجود ہوکر گڑگڑائیں کہ خداوند! ہندوستان میں بقاء اسلام اور تحفظ علم کا کوئی ذریعہ پیدا کر، یہ مدرسہ ان ہی سحر گاہی دعاؤں کا ثمر ہے۔"

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حضرت مولانا نانوتویؒ کی شان عالمانہ تھی نہ درویشانہ تھی بلکہ عاشقانہ شان تھی اور آپ کی مجلس دوستانہ ہوتی تھی گاڑھے کے کپڑے پہنتے تھے ایک مرتبہ دیوبند سے نانوتہ تشریف لے جاتے ہوئے ایک جولاہے نے بوجہ سادگی کے اپنا ہم قوم سمجھ کر پوچھا کہ سُوت کا آج کیا بھاؤ ہے مولانا نے جواب دیا کہ بھائی آج بازار جانا نہیں ہوا۔" (قصص الابرار)

(وضاحت): حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی کا شمار حضرت حکیم الامت کے دیوبندی دور کے اساتذہ کرام میں تو نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ سے حضرت تھانوی نے اپنے نصاب کی کوئی کتاب نہیں پڑھی، آپ دارالعلوم دیوبند میں اس سال بغرض حصول تعلیم تشریف لائے تھے جس سال حضرت نانوتوی کا وصال ہوا۔اس لئے حضرت نانوتوی سے مزید استفادہ نہیں فرماسکے۔

البتہ ان کے درس جلالین میں گاہے گاہے شرکت کرتے تھے، مگر مدرسہ کے ایک روشن ستارہ ثابت ہونے والے اس طالب علم کو حضرت نانوتویؒ نے تاڑ لیا تھا کہ یہ کچھ قدرتی اور فطری خصوصیات کا مالک ہے، اس لئے آپ پر خاص نظر شفقت رہی، ایک بار حضرت نے دریافت فرمایا: کونسی کتاب پڑھتے ہو، آپ پر اس سوال سے ایسا رعب طاری

ہوا کہ کتابوں کے نام بھول گئے، حضرت نے ہیبت کا اثر دُور کرنے کے لئے آپ سے دوسری باتیں کرنا شروع کردیں، جس سے آپ کی طبیعت کھل گئی، اور پھر فرمایا کہ دیکھو! ایک تو ہوتا ہے پڑھنا، اور ایک ہوتا ہے گُننا۔ محض پڑھنا کافی نہیں، گُننے کی بھی ضرورت ہے، پھر تمثیلاً اس طرح سمجھایا کہ ایک عالم تھے جنہوں نے ہدایہ کو حفظ کرلیا تھا ان سے ایک دوسرے عالم نے جو ہدایہ کے حافظ نہ تھے لیکن یہ ہدایہ کو خوب سمجھ کر پڑھا تھا، ایک مسئلہ کا ذکر کیا، حافظ ہدایہ نے پوچھا کہ یہ مسئلہ کونسی کتاب میں لکھا ہے، انہوں نے کہا کہ ہدایہ میں ہے، انہوں نے کہا نہیں، ہدایہ تو مجھے حفظ یاد ہے، اس میں تو کہیں نہیں، اس پر غیر حافظ ہدایہ نے کہا یہ مسئلہ ہدایہ ہی کا ہے، اگر کتاب ہو تو میں اس میں دکھا سکتا ہوں، چنانچہ کتاب منگائی گئی، اور انہوں نے اس کے اندر ایک عبارت نکال کر دکھائی، جس میں وہ مسئلہ بعینہٖ تو مذکور نہ تھا، لیکن اس سے باستنباط قریب مستنبط ہوتا تھا۔ جس کی تقریر کے بعد حافظ ہدایہ کو ماننا پڑا کہ واقعی یہ ہدایہ ہی کا مسئلہ ہے اور بہت افسوس کے ساتھ کہنے لگے کہ بس جی حقیقت میں ہدایہ کو تم ہی نے پڑھا ہے، ہم نے گویا پڑھا ہی نہیں، محض حفظ کرلینے سے کیا ہوتا ہے، یہ حکایت نقل فرما کہ حضرت والا نے فرمایا کہ بس یہ فرق ہے پڑھنے اور گُننے میں۔

حضرت نانوتویؒ نے آپ کو صرف یہ ایک ہی سبق پڑھایا، جس کے آپ تا زیست مظہر رہے۔

حضرت نانوتویؒ نے دو حج کئے پہلا حج مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمہ اللہ کی معیت میں ۱۲۷۷ھ میں کیا۔ دوسرا حج ۱۲۹۴ھ میں مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور دوسرے اکابرین امت کے ساتھ کیا اور آخر کار علم و عمل کا یہ آفتاب ۴؍جمادی الاول ۱۲۹۷ھ بروز جمعرات ۴۹ سال عمر پا کر ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دار العلوم سے متصل دیوبند کے معروف قبرستان میں مدفون ہیں۔

شیخ القراء قاری محمد عبداللہ مہاجر مکیؒ

سابق مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ

حضرت مولانا شاہ محمد سراج الیقین کرسوی رحمہ اللہ نے اپنی تالیف لطیف ”شمس العارفین“ میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے کہ

آپ بہت بڑے قاری ہفت قرآت ہیں اور مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں درجہ قرأت کے مدرس اعلیٰ ہیں اہل عرب آپ کا بے حد اعزاز واحترام کرتے ہیں اور آپ کو علم قرأت میں استاد الکل مانتے ہیں آپ کا فیض ملک عرب اور ملک ہندوستان میں جاری ہے۔علم قرأت میں بڑے بڑے علماء اور فضلاء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔(شمس العارفین ص۷۴)

حضرت حکیم الامت نے قرات کی مشق قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکی سے بمقام مکہ معظمہ فرمائی تھی جو قرأ عرب کے نزدیک بھی نہایت جید اور مسلم ماہر فن قاری تھے۔اس زمانہ میں قرأت کی مشق کرتے کرتے لہجہ میں اپنے یگانہ فن استاد سے اس قدر مشابہت پیدا ہوگئی تھی کہ جب قاری صاحب حضرت تھانوی کو مدرسہ صولتیہ کی بالائی منزل پر قرأت کی مشق کراتے تو نیچے سے جو لوگ سنتے یہ تمیز نہ کرسکتے کہ اس وقت استاذ پڑھ رہے ہیں یا شاگرد۔اس سے حضرت والا کی قوت آخذہ کا پتہ چلتا ہے جو راز تھا حضرت والا کے اپنے اساتذہ کاملین سے بدرجہ اتم اخذ کمالات کرلینے کا۔

قاری صاحب بہت ہی شفقت فرمانے لگے تھے اور حضرت والا سے بعض رسائل قرأت کے چند اسباق بھی اپنے مدرسہ کے طلبہ کو پڑھوائے تاکہ کتب فن سے بھی مناسبت ہوجائے۔حضرت تھانوی فرمایا کرتے تھے کہ ہم بھی پہلے یہ سمجھتے تھے کہ ہمیں قرأت آتی

ہے اس لیے قاری صاحب سے اپنا کمال جتانے کے لیے یہ ترکیب کی کہ ان سے کہا کہ مشق شروع کرانے سے قبل آپ پہلے میرا ایک رکوع سن لیں تاکہ آپ کو اندازہ ہو جائے کہ کتنی کسر ہے پھر اس کسر کو نکال دیجئے گا۔ حالانکہ یہ مطلب نہ تھا بلکہ نفس کی استادی تھی۔ چنانچہ قاری صاحب نے رکوع سنا۔ پھر میں نے پوچھا کہ کیا اندازہ ہوا چونکہ بہت ہی شفیق تھے فرمایا کہ بس تھوڑی سا کسر ہے۔ انشاء اللہ بہت جلد نکل جائے گی۔ حالانکہ مشق شروع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ لاحول ولاقوۃ ہمیں تو کچھ بھی نہ آتا تھا۔ پھر سوچ سوچ کر بڑی شرمندگی ہوئی کہ ہم نے قاری صاحب کو ناحق ہی سنایا۔

حضرت کی بے مثال قرأت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ حضرت قاری صاحب کا فرمایا ہوا ایک نہایت کام کا اصول بھی نقل فرمایا کرتے تھے کہ لہجہ کی طرف مطلق التفات نہ کیا جائے بس ساری توجہ مخارج کی تصحیح میں صرف کی جائے کیونکہ تصحیح مخارج کے بعد جو لہجہ بھی پیدا ہوگا مستحسن ہی ہوگا چنانچہ گو قاری صاحب سے مشق کیے ایک زمانہ گزر گیا اور وہ طرز بھی فراموش ہو گیا لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا لہجہ باوجود کبھی کیسا بھی کیسا ہو جانے کے اس قدر دلکش ہوتا تھا کہ اس سے اہل دل بے حد متاثر ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک زندہ دل اور سلیم الفطرت فلسفی فاضل نے متاثر ہوکر یہ خواہش ظاہر کی کہ حضرت والا کی قرأت کو تو گراموفون میں بھر لیا جائے مگر چونکہ شرعاً جائز نہ تھا۔ اس لیے ان کو منع فرما دیا گیا۔ جب حضرت تھانوی پانی پت تشریف لے گئے تو وہاں کے قراء نے بھی جن کو بجا طور پر اپنے مخارج کی صحت پر ناز تھا حضرت والا تھانوی کی صحت مخارج کی بہت تحسین فرمائی۔ لکھنؤ میں مولانا عین القضاۃ صاحبؒ نے جنہوں نے بہت اعلیٰ پیمانہ پر قرأت کا مدرسہ قائم

فرمایا تھا اور جواب تک موجود ہے اتفاق سے فجر کی نماز میں حضرت والا کا قرآن شریف سنا اور سن کر بہت اشتیاق کے ساتھ حضرت والا سے مستقلاً کچھ قرآن شریف سننے کی خواہش ظاہر فرمائی چنانچہ حضرت والا نے خود ہی مولانا کی خدمت میں تشریف لے جا کر پورے تین رکوع سنائے تا کہ ان کا جی بھر جائے۔مولانا سن کر بہت محظوظ ہوئے۔ایک صاحب درد کا قول یاد آیا۔

فرمایا کہ مولانا قرآن شریف کیا پڑھتے ہیں ذبح کرتے ہیں اور واقعی بعض مخصوص اوقات میں تو اکثر یہی کیفیت ہوتی ہے۔مثلاً نماز فجر کی طویل قرأت میں یہاں تک کہ بعض رقیق القلب مقتدیوں پر شدت کے ساتھ نماز میں گریہ بھی طاری ہو جاتا ہے۔

جمال القرآن ، تجوید القرآن ، آداب القرآن ، یادگار حق القرآن

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے یہ رسائل فن تجوید کے شائقین کیلئے قیمتی سرمایہ ہیں علاوہ ازیں تجوید سے متعلق حکیم الامت کی یہ جملہ مندرجہ ذیل تصانیف

تنشیط السبع فی اجراء السبع

وجوه المثانی لتوجیه الکلمات و المعانی

رفع الخلاف فی حکم الاوقاف

زیادات علی کتب الروایات

ذنابات لما فی الزیادات

سبق الغایات فی نسق الآیات

تصویر المقطعات لتیسیر بعض العبارات

وغیرہ شائقین فن تجوید کیلئے بیش بہا تحفہ ہے۔

مَسندِ درس

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ دیو بند سے فراغت کے بعد اساتذہ کی تجویز اور والد ماجد کی اجازت سے آخر صفر ۱۳۰۱ھ میں اہلِ کانپور کی درخواست پر مدرسہ فیض عام کانپور کی صدر مدرسی کے عہدہ پر فائز ہوئے، اس مدرسہ میں نہایت مشہور اور طلباء میں نہایت مقبول مولانا احمد حسنؒ صاحب صدر مدرس تھے جو کسی ناراضگی کی وجہ سے علیحدہ ہو کر دار العلوم کے نام سے جدید مدرسہ قائم کر چکے تھے، لیکن ان کے علم و فضل کی شہرت کی وجہ سے کسی کو انکے مسند پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، آپ کو اس کا علم بھی نہ تھا، بالکل نو فارغ تھے حق تعالیٰ کی طرف سے مدرسہ سے فراغت کے بعد سب سے پہلے آپ کو اعلیٰ معلّمی کا اعزاز بخشا گیا، جو سب پیشوں سے زیادہ معزز و محترم ہے۔

حضرت تھانویؒ صرف نورِ علم ہی سے آراستہ نہ تھے بلکہ جمالِ ظاہری اور کمال باطنی کے ساتھ جذبۂ خدمتِ دین اور زبان فیض ترجمان بھی رکھتے تھے، جس کی وجہ سے بالکل نوجوان اور سبزہ آغاز ہونے کے باوجود آپ کی جملہ مدرسین اور اہل شہر میں بڑی شہرت ہوگئی، اور اتنے ہر دلعزیز ہوگئے کہ جن کی مسند پر کوئی بیٹھنے کی جرأت نہ کرتا تھا، وہی مولانا احمد حسنؒ بھی آپ سے بڑی محبت اور وقعت سے پیش آنے لگے، اس سے لوگوں کے دلوں میں آپ کی اور بھی قدر و منزلت بڑھ گئی۔

غیب سے ہمت افزائی

پڑھنے اور پڑھانے میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا ہے اور ایسے استاد کے لئے جسے قبل ازیں معلّمی کی تربیت حاصل نہ ہو اُسے متعلمی سے فوراً معلّمی پر بٹھا دیا جائے اور اس

کے سامنے بڑی بڑی کتابیں پڑھانے کے لئے رکھدی جائیں تو اس کا گھبرا جانا لازمی امر ہے، چنانچہ حضرت تھانویؒ شروع شروع میں اس کام سے بہت گھبرائے کہ یا اللہ ان کتابوں کو میں کیوں کر پڑھا سکوں گا، اسی گھبراہٹ کے عالم میں بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے، اور بمصداق ''اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید'' دعا کے بعد جو پڑھانے بیٹھے تو بفضلہٖ تعالیٰ کوئی دقت پیش نہ آئی اور نہایت آسانی کے ساتھ پڑھاتے چلے گئے۔

خودداری

حضرت تھانویؒ کو مدرسہ فیض عام کانپور میں کام کرتے ابھی تین چار ماہ گزرے تھے، کہ آپ کی غیر معمولی قابلیت کے پیش نظر منتظمین مدرسہ نے چاہا کہ حضرت اپنے مواعظ میں مدرسہ کی امداد کے لئے چندے کی تحریک بھی کیا کریں، اسے حضرت تھانویؒ نے غیرتِ دینی کے خلاف سمجھا کہ مدرس درس دینی بھی دے اور وعظ بھی کرے اور اپنی تنخواہ کے لئے چندہ بھی جمع کرے۔

حضرت فرماتے تھے کہ

''پہلے میں عوام کے درمیان پوری عظمت کے ساتھ دینی بیان کروں پھر ذلت کے ساتھ ان کے سامنے ہاتھ پھیلا کر چندہ مانگو۔ یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔''

اس لئے آپ نے ایسا کرنے سے صاف انکار کردیا، اراکین مدرسہ نے اس عدم تحریک چندہ کی آپس میں بیٹھ کر کچھ شکایت کی، جس کی کسی نے حضرت کو بھی اطلاع کردی، اس پر حضرت نے فرمایا کہ اگر چندہ ہی کے لئے وعظ کہنا ہے تو میں چندہ اپنے ہی لئے کیوں نہ کروں، یہ کام میرا نہیں ہے، بلکہ خود اراکین مدرسہ کا ہے، میرا کام تو فقط پڑھانا ہے مگر اراکین مدرسہ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا، اور وہ اس بات کا چرچا کرنے لگے جو آپ

کو سخت ناگوار گزرا، اور آپؒ نے استعفیٰ دے دیا، بعد میں انہوں نے معذرت کی، لیکن حضرت نے اس بناء پر کہ یہ لوگ ناقدرے معلوم ہوتے ہیں، ان سے میرا نباہ مشکل ہوگا، وہاں رہنا منظور نہ فرمایا، اس سلسلے میں حضرت فرمایا کرتے تھے، کہ وہ ذرا جوانی کے جوش وخروش کا زمانہ تھا اور اصل وجہ یہ تھی کہ نوکری ہی میرے مزاج کے خلاف تھی، جب میں نے والد صاحب کو یہاں کی شکایت لکھی، تو انہوں نے ان لوگوں کی سب باتوں کی توجیہات لکھ کر بھیجیں اور لکھا کہ ابھی وہیں رہو، علیحدگی اختیار کرنے میں عجلت مناسب نہیں، کیونکہ ہمیں نوکری مقصود ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دے رکھا ہے، ہم نے تو تم کو محض اس لئے اجازت دے رکھی تھی کہ اچھا ہے ابھی کتابیں تازہ ہیں، پڑھانے سے پختہ ہو جائیں گی، اگر تم نے نوکری چھوڑ دی تو پڑھانے کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے گا، اور سب پڑھا لکھا نسیاً منسیا ہو جائے گا، بدون پابندی کے تم پڑھاؤ گے نہیں، اور اگر مدرسہ میں رہو گے تو پابندی کرنی پڑے گی، مگر چونکہ وہاں سے آپؒ کا دِل اُچاٹ ہو چکا تھا، اس لئے مدرسہ فیض عام کا تعلق چھوڑ ہی دیا، اور واپسی وطن کا قصد فرمالیا۔

باعزت مراجعت

روانگی وطن سے قبل آپؒ حضرت مولانا الشاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کی زیارت کی غرض سے گنج مرادآباد تشریف لے گئے۔ کہ مبادا پھر اس طرف آنا نہ ہو، وہ آپ کے ہم مشرب وہم مسلک بزرگ نہ تھے، بلکہ نقشبندی سلسلے سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت تھانویؒ چشتی سلسلے سے چونکہ وہ قطب وقت تھے، اس لئے اس مردِ حق نے ان کی زیارت ضروری سمجھی، اگر چہ جوہر ناشناس اراکین نے حضرت تھانویؒ جیسا گوہرِ بے بہا ہاتھ سے کھو دیا تھا، مگر اہلِ شہر آپؒ کے اخلاص فی الدین سے اتنے متاثر تھے کہ ان سے یہ صدمۂ مفارقت برداشت نہ

ہوسکا اور انہوں نے حضرتؒ کو واپس لانے کی تجاویز سوچنی شروع کردیں، معززین شہر میں سے عبدالرحمٰن خاں صاحب اور حاجی کفایت اللہ صاحب کو حضرت سے خاص محبت وعقیدت تھی اور وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ شہر کے تمام مدرسوں میں معقولات پڑھائی جاتی ہے اور دینیات کا کوئی خاص اہتمام نہیں ہے، اس لئے انہوں نے کانپور کے محلّہ پٹکاپور کی جامع مسجد میں جدید مدرسہ کھولنے کا فیصلہ کیا، اور جو پچیس روپیہ فیض عام سے تنخواہ پاتے تھے، وہ ان دونوں حضرات نے اپنی جیب سے ادا کرنے کا فیصلہ کیا کہ ایسے مولوی کہاں ملتے ہیں ان کو یہاں سے جانے نہ دیا جائے۔

چنانچہ جب آپؒ گنج مرادآباد سے کانپور تشریف لائے تو ان دونوں حضرات نے باصرار آپ کو روک لیا، اور آپؒ نے بھی ان کے اخلاص اور والد ماجد کے ارشاد کے پیش نظر اس مسجد میں بیٹھ کر درس دینا شروع کیا، اور اس مسجد میں جامع العلوم کے نام سے جدید مدرسہ قائم ہوگیا جو جامع دینیات معقولات تھا، شروع شروع میں طلباء کو آپ سے پڑھتے ہوئے شرم آتی تھی، کیونکہ آپؒ ابھی بالکل نوعمر اور سبزۂ آغاز تھے۔ جس کی وجہ سے کئی سال تک طلباء کی تعداد کم ہی رہی، پھر آہستہ آہستہ تعداد بڑھنے لگی، اگرچہ حضرت کی تنخواہ ان حضرات نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی، مگر بعد ازاں چندہ بھی ہونے لگا۔ لیکن حضرتؒ نے کبھی اپنی طرف سے چندہ کی تحریک نہ کی۔

للّٰہیت کا اثر

حضرت تھانویؒ شروع سے ہی اخلاص ومحبت کا مجسمہ تھے ایک طرف نوکری کرنا خلاف طبع تھا، دوسری طرف تنخواہ لے کر اللہ کا کام کرنا درست خیال نہ فرماتے تھے، حالانکہ اس کے جواز میں متاخرین کا فتویٰ موجود تھا، مگر تقویٰ کا تقاضا یہ تھا کہ اگر دین پڑھانا ہے، لوجہ اللہ پڑھایا جائے، اس لئے آپؒ نے دہلی جاکر حکیم عبدالمجید خاں صاحب

مرحوم کے مطب میں طب کی تعلیم حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، تا کہ درس وتدریس کے ساتھ مطب کا سلسلہ شروع کر کے بسر اوقات کی جائے، مگر وہاں جانے سے قبل آپؒ نے والد ماجد سے اجازت چاہی، اور انہوں نے آپؒ کی تحریک پر بخوشی اجازت دیدی، بلکہ اپنے اس فرزند ارجمند کی سعادت مندی سے متاثر ہوکر ایک گاؤں ''گدائے کھیڑہ'' کی آمدنی آپ کے اخراجات کے لئے مقرر کردی کہ آپؒ معاشی بے فکری کے ساتھ باطمینان خدمت دینی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

طِبّ کی تعلیم

چنانچہ آپؒ لوجہ اللہ تعلیم دین کے شوق سے سرشار ہوکر کانپور سے دہلی پہونچے، اور حکیم عبدالمجید خاں دہلوی سے تعلیم طب حاصل کرنا شروع کردی۔ حکیم صاحب، صاحبِ ثروت وامارت ہونے کی وجہ سے مستغنی المزاج تھے، مگر اتنے بڑے آدمی ہونے اور مشہور ہونے کے باوجود حضرت کے اخلاق وآداب سے متاثر ہوکر آپؒ پر بڑی شفقت وعنایات کرنے لگے، ادھر اہل کانپور آپ کی جدائی پر پھر بیتاب ہونے لگے، اور ارباب مدرسہ آپ کی خدمت میں دہلی پہنچے اور مدرسہ کی اہمیت کا واسطہ دیکر واپسی کے لئے بڑی منّت وسماجت کی، آپ کے دیوبند کے ہم سبق مولوی حکیم جمیل الدین صاحب نے بھی آپ کو مشورہ دیا کہ ''طب کا مشغلہ ہرگز نہ اختیار کیا جاوے'' کیونکہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مطب کے ساتھ دین کی اور علمِ دین کی خدمت ہرگز نہیں کی جاسکتی۔

اس پر اپنے محبین اور مخلصین کی خواہشات کا احترام کرتے ہوئے واپسی کا قصد فرمالیا مگر ''آمدن بارادت ورفتن باجازت'' کے تحت اور حکیم صاحب کی حد سے بڑھی ہوئی محبت وشفقت کے پیش نظر خود بخود پڑھائی چھوڑنے کو خلاف مروّت وتہذیب

سمجھا اور جو بلانے آئے تھے، ان سے فرمایا کہ اگر حکیم صاحب اجازت دے دیں تو میں چلنے کے لئے تیار ہوں، انہوں نے اس بارے میں حکیم صاحب سے درخواست کی، حکیم صاحب نے بادل نخواستہ ان الفاظ میں اجازت دیدی، کہ ''خیر اگر آپؒ طب میں ترقی کرنا نہیں چاہتے تو چلے جائیں''۔

چنانچہ پندرہ روزہ تعلیم طب حاصل کرنے کے بعد آپؒ کانپور واپس تشریف لاکر درس وتدریس میں مصروف ہوگئے اور مسلمانان کانپور خوشی سے پھولے نہ سمائے جیسے ان کے اُجڑے ہوئے چمن میں پھر سے بہار آگئی ہو، اس امر کی اطلاع جب آپ کے مرشد حضرت حاجی امداداللہ صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کو پہونچی تو انہوں نے بازگشت پر ان الفاظ میں اظہار مسرت فرمایا۔

''طبابت کے شغل کو ترک کر کے آپؒ کے کانپور تشریف لاکر دینیات کے شغل کا حال معلوم ہوا۔ اللہ جل جلالہٗ آپؒ کی خدمت میں برکت دے اور آپ کے فیوض وبرکات سے تمام مسلمانوں کو مستفیض ومستفید کرے، میں نے قبل ہی آپؒ کو مشورہ دیا تھا کہ دین کو خوب مضبوط پکڑنا چاہئے، دنیا خود ہی اچھی صورت میں خدمت کے لئے حاضر رہا کرے گی۔''

بہر کیف! آپ لوگ علماء ورثة الانبیاء ہیں، آپؒ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے پیدا کر کے بڑے درجے عنایت کئے ہیں، پس اپنے مقصود کا خیال رکھنا چاہئے۔ (مکتوبات امدادیہ، ص:۳)

اس کے بعد آپؒ نے اطمینان سے اپنا کام شروع کردیا، اور پورے چودہ سال درس وتدریس میں مشغول رہے۔

طریقۂ تعلیم کی نفاست

حضرت تھانویؒ کا طرز تعلیم اتنا نفیس، سلیس اور سہل تھا۔ کہ جو طالب علم دو چار سبق بھی حضرت سے پڑھ لیتا پھر اس کی کسی اور استاد سے تسلی نہ ہوتی تھی، اس کی وجہ خود حضرت کے بیان سے ظاہر ہے کہ جب میں پڑھاتا تھا تو اپنے اوپر بہت تعب برداشت کر کے پہلے سے سبق کی تقریر کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتا تھا، پھر پڑھاتا تھا، اس لئے میری ساری تقریر نہایت سہل اور بالترتیب ہوتی تھی، جس کی وجہ سے مشکل سے مشکل مضامین طالب علموں کے لئے بالکل پانی ہو جاتے تھے اور بآسانی ذہن نشیں ہو جاتے تھے گو مجھ کو تو سہل کر کے تقریر کرنے میں بڑا تعب ہوتا تھا لیکن طلباء کو کسی مقام کے سمجھنے میں الجھن نہ ہوتی تھی، ''چنانچہ صدرا میں ایک مشہور مقام ہے، مثنا بالتکریر مضمون جو بہت ہی مشکل سمجھا جاتا ہے'' لیکن جب کتاب میں وہ مقام آیا تو میں قبل اس کے کہ طلباء کو اس مقام کی اطلاع دوں، اس کے مضمون کی ایک سلیس تقریر کر دی، لیکن یہ نہ معلوم ہونے دیا کہ یہ تقریر کس مشکل مقام کی ہے، بلکہ یوں ہی سرسری طور پر تقریر کر دی، چونکہ میں نے بہت سہل کر کے تقریر کی تھی طلباء کی سمجھ میں خوب آ گئی، اور جب انہوں نے اس کا اقرار کر لیا تب میں نے کہا، یہ تو وہی مقام تھا جس کو ''مثنا بالتکریر'' کہتے ہیں، تو سنتے ہی وہ چونکنے ہو گئے، میں نے کہا کہ بس بس اب مت ڈرو اب تو پار ہو گئے میں نے پوچھا، کہ بتاؤ یہ بھی کوئی مشکل مقام تھا، انہوں نے کہا کہ ہم کو تو طلباء نے اس سے بہت ڈرا رکھا تھا، لیکن یہ تو کچھ بھی مشکل نہ تھا۔

مقام تو واقعی مشکل تھا لیکن میں نے اس کی تقریر ایسی بے فکری اور سلاست سے کر دی، کہ نہایت سہولت کے ساتھ ان کی سمجھ میں آ گئی۔ البتہ مجھ کو سہل کر کے بیان

کرنے میں بڑا تعب اٹھانا پڑا، کیونکہ دوسروں کا بوجھ میں نے اپنے اوپر لے لیا میں پڑھانے میں ہمیشہ یہی کرتا تھا، آج کل کے اساتذہ اپنے اوپر ذرا مشقت ڈالنا نہیں چاہتے، بات یہ ہے کہ شفقت نہیں رہ گئی، محض ضابطہ پُری رہ گئی ہے، میں نے پڑھاتے وقت کبھی ضرورت سے زیادہ تقریر نہیں کی، صرف حل کتاب پر اکتفا کرتا تھا، زوائد سے طالب علموں کا کبھی وقت ضائع نہیں کیا، اور میں اس کی تاکید اپنے ماتحت مدرسین پر بھی رکھتا تھا بلکہ کبھی کبھی جا کر ان کے پڑھانے کی بھی جانچ کیا کرتا تھا، اساتذہ زیادہ تر اپنی قابلیت کے اظہار کے لئے نکات ودقائق کی تقریر کیا کرتے ہیں، جس سے کتاب کے اصلی مطلب میں بھی خلط ہو جاتا ہے، بعض یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ جب تک اس قسم کی تقریریں نہ کی جائیں استاد کی مہارت کے متعلق طلباء کی تسلی نہیں ہوتی، لیکن طلباء کی یہ تسلی دیکھنا چاہیے یا ان کا نفع، ان کا نفع تو اس میں ہے کہ اصل کتاب کو اچھی طرح حل کردیا جائے، کیونکہ استعداد اسی سے پیدا ہوتی ہے تو پھر نکات ودقائق خود ہی سمجھ میں آنے لگیں گے، لہذا استاد کا اصل مطمح نظر یہی ہونا چاہیے۔

یہ جو نئے طریقے ہفتہ وار مشق، تقریر اور مناظرہ کے نکلے ہیں ان کی ضرورت نہیں بلکہ یہ مضر ہیں، اس لئے کہ ہفتہ بھر تک بجائے اسباق کی طرف متوجہ ہونے کے اسی کی تیاری میں رہتے ہیں اول تو اس قسم کی مشق کرانے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ جب کتابیں اچھی طرح سمجھ کر پڑھی جائیں گی تو تقریر وتحریر ومناظرہ سب کی استعداد خود ہی پیدا ہو جائے گی اور اگر ایسا ہی شوق ہے تو جو طالب علم جو کتاب پڑھ رہا ہو، اسی کے متعلق اس سے تقریر کرائی جایا کرے۔ اس سے تقریر کی بھی مشق ہو جائے گی، اور حرج بھی نہ ہوگا، بلکہ کتابیں اور پختہ ہو جائیں گی۔

طلباء کو ہدایات

حضرت تھانویؒ اپنے تجربہ کی بناء پر طلباء کو ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ تم تین باتوں کا التزام کرلو پھر میں ٹھیکہ لیتا ہوں اور ذمہ دار ہوتا ہوں کہ تمہیں استعداد علمی حاصل ہو جائے گی۔

(۱) جو سبق پڑھنا ہو اس کا مطالعہ ضرور کیا جائے اور مطالعہ کوئی مشکل کام نہیں ہے کیونکہ مطالعہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ معلومات اور مجہولات متمیز ہو جائیں بس اس سے زیادہ کاوش نہ کرے۔

(۲) سبق کو استاد سے اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لے بلا سوچے سمجھے آگے نہ بڑھے اگر اس وقت استاد کی طبیعت حاضر نہ ہو تو کسی دوسرے وقت سمجھ لے۔

(۳) اس کے بعد خود بھی مطلب کی تقریر کرے بس پھر ان تینوں التزامات کے بعد بے فکر رہے چاہے یاد رہے یا نہ رہے، انشاء اللہ استعداد ضرور پیدا ہو جائے گی، یہ تینوں باتیں تو درجۂ وجوب میں ہیں، اور ایک بات جو درجۂ استحباب میں ہے وہ یہ کہ کچھ آموختہ روزانہ دہرالیا کرے۔

بیعت وسلوک

آپ کی طبیعت شروع سے ہی عشق الٰہی کی طرف مائل تھی۔ چوں کہ آپ کی ولادت ایک صاحب خدمت مجذوب بزرگ کی دعا کے نتیجہ میں ہوئی تھی اس لئے اس کے آثار بصورت انجذاب الی الحق و انقطاع عن الخلق آپ کے اندر موجود تھے۔ شروع میں آپ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی۔

جس کا واقعہ یہ ہے کہ

ایک بار قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کسی ضرورت سے دارالعلوم دیوبند تشریف لائے تو حضرت حکیم الامت فرط اشتیاق سے مصافحہ کے لئے آگے بڑھے، شوق نے بے قابو کر دیا تھا۔ دارالعلوم کے ''نودرہ'' کی تعمیر ہو رہی تھی اینٹوں پر سے پیر بے اختیار پھسل پڑا۔ حضرت گنگوہی نے بڑھ کر آپ کو تھام لیا۔ اس وقت آپ نے حضرت گنگوہی سے بیعت کی درخواست کی، حضرت گنگوہی نے دوران تعلیم بیعت کو مناسب نہ سمجھا اور انکار فرما دیا جب ۱۲۹۹ھ میں حضرت گنگوہی عازم حج ہوئے تو آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا کہ:۔

آپ مولانا (گنگوہی) سے سفارش فرمادیں کہ مجھ کو بیعت کرلیں،

ارشاد فرمایا اچھا میں خود ہی ان کو بیعت کر لیتا ہوں اور حضرت رحمہ اللہ کو بھی تحریر فرمادیا کہ ''میں نے خود آپ کو بیعت کرلیا ہے مطمئن رہیں''

حضرت حکیم الامت حضرت حاجی صاحب کے میکدہ میں داخل ہو کر نچوڑ میخانہ نکلے، غرض یہ کہ ۱۳۱۰ھ میں آپ پھر دوبارہ مکہ معظّمہ تشریف لے گئے، اور تقریباً چھ ماہ آپ نے قیام کیا اور ذکر و فکر میں مشغول رہے، اس قیام میں حضرت حاجی صاحب کو آپ پر مکمل اعتماد تھا اور فرماتے تھے کہ

''میاں اشرف علی بس پورے پورے میرے طریق پر ہو'' اور جب حضرت حکیم الامت کی کوئی تحریر دیکھتے یا تقریر سننے کا اتفاق ہوتا تو خوش ہو کر فرماتے کہ

''جزاکم اللہ تم نے بس میرے سینہ کی شرح کردی''

حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے ایک دفعہ یہ بشارت دی کہ ''تم کو تفسیر اور

تصوف سے خاص مناسبت ہوگی‘‘ چنانچہ آپ کی ان دونوں سے مناسبت تامہ اظہر من الشمس ہے۔

بہر حال! حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اپنی ذات میں علم ومعرفت کا ایک جہون تھے اور جس طرح شریعت کے متبحر عالم تھے اسی طرح مقام ارفع پر فائز تھے۔ آپ کی ذات علوم ظاہری وباطنی کا مخزن تھی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ

’’میاں اشرف علی تم نے حاجی صاحب کا پکا پھل کھایا ہے اور ہم نے کچا پھل‘‘

(تذکرہ اکابر علمائے دیوبند)

(سادگی)

مولانا محمد یاسین الہ آبادی سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ نے حاجی صاحب میں کیا دیکھا کہ جس کی وجہ سے ایسا خادمانہ تعلق کرلیا۔

فرمایا: اسی وجہ سے تو تعلق کیا کہ وہاں کچھ نہیں دیکھا۔ مطلب یہ تھا کہ کوئی تصنع کی بات نہیں دیکھی تھی۔ خوب ہی جواب دیا۔

واقعی بات تو یہ ہے کہ اپنے بزرگوں میں ایسی باتوں کا نام ونشاں نہ تھا۔ بہت ہی سادہ وضع اور متبع سنت تھے، دوسروں کی طرح کسی قسم کا ڈھونگ نہ تھا۔ بس یہی طرز ہے قابل پسند۔

(حکیم الامت)

بہر کیف! یہاں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کا مختصر تذکرہ پیش کیا جاتا ہے۔

پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکیؒ

ولادت: ۱۲ / صفر المظفر ۱۲۳۳ھ مطابق ۲۲ / دسمبر ۱۸۱۷ء

وفات: ۱۲ / جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸ / اکتوبر ۱۸۹۹ء

مدفن: جنت المعلیٰ مکہ مکرمہ

ان صفحات میں ایک ایسی قد آور شخصیت کا تذکرہ مقصود ہے جس کی عظمت و رفعت اور اس کی بلند نگاہی کا زمانہ نے اعتراف کیا اور دینی تفقہ، ایمانی فراست اور ظاہر و باطن کی اجتماعیت میں جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، جسے دینی امور کی قیادت حاصل تھی اور امور زندگی کو سمجھانے میں جس کی برتری مسلم تھی، ایک طرف اس نے روحانی تربیت اور قلب و نظر کے تزکیہ کا کارنامہ انجام دیا اور خاک کی آغوش میں تسبیح و مناجات کی صدا لگائی تو دوسری جانب انگریزوں کی غلامی کے خلاف شاملی کے تاریخی میدان میں جنگ آزادی کی قیادت کی اور وسعتِ افلاک میں تکبیر مسلسل کا فریضہ ادا کیا۔

ہندوستانی تاریخ کی یہ عظیم شخصیت سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی کی شخصیت تھی۔ وہ ۱۲۳۳ھ میں سہارنپور کے اطراف میں نانوتہ کے تاریخ ساز مقام پر اپنے ننھیال میں پیدا ہوئے۔ جب کہ ان کا آبائی وطن تھانہ بھون ضلع مظفر نگر (یو پی) تھا۔ حاجی صاحب کا سلسلۂ نسب سیدنا فاروق اعظم تک پہنچتا ہے، سات سال کی عمر میں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا تو ان کی تربیت کی ذمہ داری شیخ محمد امین تھانویؒ پر آ پڑی۔

سولہ سال کی عمر میں انہوں نے دہلی کا سفر کیا اور صرف و نحو کے علاوہ خصوصیت سے فن حدیث کی تعلیم حاصل کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ان پر علم کے دروازے کھول

دیئے اور انہیں تھوڑے ہی عرصہ میں دینی فہم اور کتاب وسنت سے خاص تعلق پیدا ہو گیا۔

صلاح وتقویٰ پیدائشی طور پر ان کی فطرت میں ودیعت کردیا گیا تھا جس نے آگے چل کر کائنات کے رازہائے سربستہ اور اسرار حکمت وقدرت ان پر واضح کئے اور تعلق مع اللہ، مخلوق خدا پر نظر، اسلام اور مسلمانوں کے مسائل کی فکر اور محبتِ رسول ان کی زندگی کے امتیازی خصائص بن گئے۔

حاجی امداد اللہ صاحب عام علماء ومشائخ کی طرح دین کے کسی ایک پہلو پر عامل نہیں تھے، بلکہ وہ دین کو ہمہ جہت اور ہمہ گیر سمجھتے تھے، اور زندگی کے وسیع تناظر میں اس کو راہ نما مانتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی دینی اور تعلیمی بیداری کے لئے موجودہ حالات کا بڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا اور دلوں میں ایمان وعقیدہ کا بیج بونے کے لئے وسیع تیاری کی۔

حضرت حاجی صاحب قیادت کے اسٹیج پر اس وقت نمودار ہوئے جب پورا ملک انگریزی سامراج کے خلاف بغاوت کی آگ میں جھلس رہا تھا اور انگریزی استعمار کے خونی پنجے پورے ملک کا گلا دبوچنے کو تیار تھے۔ ایک منظم منصوبہ کے تحت مسلمانوں کو دینی عقائد اور تعلیمی اور تہذیبی ورثہ سے محروم کیا جارہا تھا اور ان کی اس روشن تاریخ سے ان کا رشتہ کاٹا جارہا تھا جس میں انہوں نے بڑے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے تھے اور زمانہ گذرنے کے باوجود جس کو مٹانا اور بھلانا آسان نہیں۔

جب حاجی صاحب نے دین کی خدمت اور مسلمانوں کو ان کا کھویا ہوا مقام واپس دلانے کے لئے جدوجہد شروع کی تو نصرت غیبی نے ان کی تائید فرمائی اور ان کو ایسی مخلص شخصیات اور علماء کرام میسر آگئے جن کی وجہ سے وہ اس ملک میں انگریزی حکومت کے خلاف برپا ہونے والے ایک انقلاب کی قیادت کرسکے اور عام مسلمانوں کو ان کا مقام و مرتبہ واپس دلانے میں مثالی کردار ادا کرنے کے قابل ہوئے۔

مسلمانوں میں دینی روح پیدا کرنے اور دلوں کی بجھتی ہوئی انگیٹھیوں کو شعلہ بار کرنے اور ان کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کی جدوجہد میں جن اکابر علماء نے ان کا ہاتھ بٹایا ان میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حافظ ضامن شہید تھانوی اور مولانا منیر احمد نانوتوی رحمہم اللہ کے نام سرفہرست ہیں۔ حاجی صاحب کو جو زمانہ ملا اس میں ملک کے حالات سازگار نہیں تھے، پورا ملک ایک طرح کے انتشار اور بے چینی میں مبتلا تھا اور پوری ہندوستانی قوم خصوصاً مسلمان انگریزی حکومت کا خاص نشانہ بنے ہوئے تھے، ان پر ظلم وخوف ودہشت اور لوٹ مار کی ہر قسم روا رکھی جاتی تھی اور نفرت و ایذا رسانی کی کوئی نہ کوئی تلوار ان کے سر پر ہر آن لٹکی رہتی تھی۔

اس خوفناک صورت حال کے خلاف پورے ملک میں بغاوت کی فضا پیدا ہوگئی اور لوگ انگریزی حکومت کے خاتمہ کے منصوبے بنانے لگے۔ یہ ۱۸۵۷ء کا سال تھا جب پوری ہندوستانی قوم انگریزی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئی، آندھی طوفان کی طرح بغاوت کی آگ بھڑک اٹھی اور انگریزوں کے خلاف پورا ملک ایک آواز ہوگیا۔

انقلاب کی اس تحریک کی قیادت ملک کے ممتاز ربانی علماء کے ہاتھوں میں تھی جنہوں نے اپنی جدوجہد اور شعلہ بار تقریروں سے انقلاب کی آگ لگادی اور جہاد وقتال کی گرمی پیدا کردی۔ اس کے نتیجہ میں ملک کے چپہ چپہ پر انقلاب کی آواز بلند ہونے لگی اور جگہ جگہ انگریزوں اور مسلمانوں کے درمیان خونی جھڑپیں ہوئیں، جن میں برادران وطن بھی ان کے شانہ بشانہ رہے ہر جگہ اس پورے انقلاب کی قیادت علماء کرام کے ہاتھوں میں تھی اس پورے جدوجہد کو انقلاب ۱۸۵۷ء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حاجی امداداللہ اور ان کے حلیف علماء کرام نے منصوبہ بنایا کہ مختلف علاقوں میں الگ الگ انقلاب اور مسلح جدوجہد کے مرکز بنا کر انگریزوں کے خلاف جنگ کی جائے۔ حاجی صاحب کا وطن ہونے کی وجہ سے تھانہ بھون کو ملک کی آزادی میں ایک مرکزیت حاصل تھی۔ حاجی صاحب نے وہیں اپنی خانقاہ کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر انگریزی استعمار کے خلاف بغاوت کا اعلان اور ہندوستان میں ان کی حکومت کے خاتمہ کے لئے جدوجہد شروع کی اور اس جدوجہد کو تقویت پہونچانے کے لئے اسے مسلمانوں پر اور خصوصاً علماء پر فرض قرار دیا۔

حاجی صاحب کو اس سلسلے میں علماء کی صرف زبانی تائید حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ عملی طور پر ان کا ساتھ دینے کے لئے میدان میں اتر پڑے، ان میں سے حافظ محمد ضامن شہید تھانوی معرکۂ شاملی، مولانا شیخ محمد تھانوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حاجی صاحب کے پاس وقتاً فوقتاً تشریف لاتے تھے اور جہاد کے امور پر تبادلۂ خیال کرتے تھے اور اس سلسلہ کی تیاریوں کا جائزہ لیتے تھے۔

انگریز نے اس جدوجہد کو کچلنے کی کوشش کی، اس نے اپنی عادت کے مطابق پیسوں اور عہدوں کا لالچ دے کر ہندوؤں اور مسلمانوں کے لیڈروں کو خرید لیا اور باقی لوگوں کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔

اس سلسلہ میں انہوں نے بیشتر بڑے قائدین اور مصلحین کو جیل کی سلاخوں میں ڈال دیا، خود سلطنت مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفرؔ اور ان کے اہل خانہ کو قید کر کے رنگون بھیج دیا اور اس طرح ملک سے مغل سلطنت کا عملاً خاتمہ ہو گیا۔

حاجی صاحب اور ان کے رفقاء کار آزادی اور جہاد کی اس تحریک کو پوری طرح

عام کر چکے تھے اب انہوں نے اپنے مسائل حل کرنے کے لئے اور انگریزی حکومت کا بائکاٹ کرنے کے لئے تھانہ بھون کو اپنا مرکز بنایا۔

تھانہ بھون میں آزادی کے متوالے مسلمان مجاہدین جمع ہونے لگے اور انہوں نے حاجی امداداللہ مہاجر مکی کو اپنا امیر اور قائد جہاد بنالیا۔ مجاہدین ابھی اپنے قائد کا انتظار ہی کر رہے تھے کہ اچانک انہیں خبر ملی کہ انگریز اپنا توپ خانہ تھانہ بھون سے (جہاں ان کی فوجی چھاؤنی تھی) شاملی لے جا رہے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مجاہدین کا ایک دستہ لیکر ایک محفوظ مقام پر پہونچ گئے۔ اور جب دشمن اپنا توپ خانہ اور گولہ بارود لے کر وہاں سے گزرا تو مولانا نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر دھاوا بول دیا، جس کے نتیجہ میں دشمن بوکھلا گیا اور وہ اپنا ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ جس پر مسلمانوں نے مالِ غنیمت کی طرح قبضہ جمالیا۔

اسی طرح دوسرے مجاہدین علماء نے شاملی کے دوسرے انگریزی ٹھکانوں پر چھاپا مارا اور شدید حملے کئے اور ثابت قدمی اور جوش جہاد کے ساتھ آگے بڑھتے گئے۔ لیکن انگریزی فوج زیادہ تھی اور مسلح تھی، انہوں نے مجاہدین پر گولیاں چلانا اور مسلسل گولے پھینکنا شروع کر دئے، دشمن کی ایک گولی حافظ ضامن صاحب کے سینہ میں لگی اور انہوں نے شاملی کے میدان میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اس سے دشمنوں کی فوج کو حوصلہ ملا اور انہوں نے مسلمانوں کی فوج پر لگاتار حملے کئے اس جنگ میں انگریزوں کا بہت بڑا جانی و مالی خسارہ ہوا لیکن بالآخر مسلمانوں کو شکست ہوگئی۔

۱۸۵۷ء کے اس انقلاب کی ناکامی، ہندوستانی مسلمانوں کی تاریخ کا ایک المیہ اور دردناک واقعہ تھا۔ اس کے بعد پورے ملک میں انگریزوں کے اثرات پھیل گئے۔ اور

ان کے قدم جم گئے، اس انقلاب کی قیادت کے جرم میں مسلمانوں کو طرح طرح سے ستایا گیا اوران کو تکلیف پہونچائی گئی، اس ضمن میں حاجی صاحب کی گرفتاری کے وارنٹ بھی جاری ہوئے، اس لئے انہوں نے اپنے بعض دوستوں کے ساتھ کراچی ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ کی جانب ہجرت فرمائی اوراسی کو اپناوطن بنالیا۔

مکہ مکرمہ چلے جانے کے بعد بھی حاجی صاحب کی آزادی کے سلسلہ میں دلچسپی کم نہیں ہوئی وہ مسلسل یہاں کے حالات کی اطلاع رکھتے تھے اور یہاں کے لوگوں کو اپنی ہدایات سے نوازتے رہتے تھے اور تحریک آزادی کی کامیابی کے لئے اپنے پیغامات سے نوازتے تھے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء کی ناکامی کے بعد حاجی صاحب نے بڑی شدت کے ساتھ ایک ایسے مرکز کی ضرورت محسوس کی جہاں وہ ان حملوں سے محفوظ رہ سکیں اور دین اور دنیا کے اپنے سرمایہ کی حفاظت کرسکیں اس کے لئے انہوں نے اپنے احباب کو ایک بڑے دینی ادارہ کے قیام کی راہ دکھائی جس کا مقصد انگریزی حکومت کے مقابلہ میں شکست کھا جانے کے بعد مسلمانوں کے دینی پہلو کی حفاظت اور سیاسی مسائل سے زیادہ انہیں دینی قیادت مہیا کرنا تھا۔

اس غرض کے لئے انہوں نے دیوبند میں ایک بڑا مرکز (دارالعلوم) قائم کیا، یہ دینی علوم کی تدریس کا صرف ایک ادارہ نہ تھا بلکہ مسلمانوں کے بچے کھچے تہذیبی سرمایہ کی حفاظت کا ایک محفوظ قلعہ اور دین سے محبت، خودداری اور عزت نفس کی بنیاد پر نئی نسل کی تربیت، اور موجودہ سیاسی حالات کے مقابلے کے لئے ضروری جدوجہد کا ایک وسیع تر پلیٹ فارم تھا۔

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب ''مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش'' میں ہندوستان کی دینی قیادت پر اظہار خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''اپنے قائم کیے ہوئے اس ادارہ کو وہ دینی علوم اور درس وتدریس اور فقہاء اور معلمین پیدا کرنے کا محض ایک مدرسہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اسلامی سلطنت کے خاتمہ اور انقلاب کی ناکامی کے بعد وہ اسے داعیوں اور مجاہدوں کی ایک چھاؤنی سمجھتے تھے''

بلاشبہ اس ادارہ نے بڑی حد تک اپنا مطلوبہ رول انجام دیا اور جنگ آزادی اور ملکی سیاست میں غیر معمولی حصہ لیا اور اس ملک کو انگریزی قبضہ سے آزاد کرانے اور ایک قومی حکومت کے قیام میں اس ادارہ کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی دینی علمی خدمات اس ملک میں روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کی ایمان اور تقوی سے بھر پور زندگی میں حاجی صاحب کی مخلصانہ خدمات ان کی جدوجہد اور ان کے زہد وتقوی کا خاص حصہ ہیں۔ انہوں نے ان کے اندر جہاد وعمل کی اسپرٹ پیدا کرنے کے علاوہ رضاء خداوندی کے حصول کے راستے بھی بتائے، اور بیاباں کی شب تاریک میں نور کی شمعیں فروزاں کیں اور زندگی کی حقیقت یاد دلائی کہ زندگی مسلسل جدوجہد اور پیہم عمل کا نام ہے۔

حاجی صاحب اپنے روحانی مقام ومرتبہ میں اپنے بہت سے معاصرین سے فائق تھے اور اللہ کے فضل واحسان کی بدولت انہوں نے ملک کے بگڑتے ہوئے حالات کی اصلاح کی اور معاشرہ کو عیسائیت کے اس خطرہ سے بچایا جو عیسائی مشنریز کی حکومتی سطح پر سرپرستی کے سبب پیدا ہو گیا تھا۔

حاجی صاحب کو علماء و مشائخ کے یہاں بھی محبوبیت کا مقام حاصل تھا اور اپنی علمی صلاحیت اور معرفت کے باعث وہ دینی قیادت اور بیعت وارشاد کی مسند پر فائز تھے۔ انگریزی حکومت کے ظلم و جبر اور طرح طرح کے جور واستبداد کی وجہ سے جب دوسرے علماء و مشائخ مسلمانوں کی قیادت سے کنارہ کش ہونے لگے تھے حاجی صاحب نے ملت کی دستگیری کی اور ان کی رہنمائی فرمائی۔

انگریزوں نے اصلاح وتربیت اور بیعت وارشاد کے اس دروازہ کو بند کرنا چاہا اور اس کے لئے دھمکی اور سزا کا ہر حربہ استعمال کیا۔ حکومت سمجھتی تھی کہ حاجی صاحب کی قائدانہ شخصیت کبھی بھی ان کی حکومت کے لئے خطرہ ثابت ہوسکتی ہے اس لئے اس نے اس چراغ کو بجھانے اور اس آواز پر پابندی لگانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن اللہ تعالی نے ان کی مدد فرمائی اور انگریز کی تمام کوششوں کے باوجود ان کی دعوتی سرگرمیاں جاری رہیں۔

بالآخر ملکی حالات اور حکومت کی پابندیوں نے انہیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے کعبۃ اللہ میں اللہ کے حرم اور اس کے جوار کو اپنی دعوت کا مرکز بنایا۔ اس سے پہلے ہی وہ رسول خدا کی چوکھٹ سے وابستہ تھے، اور آپ کی سنتوں کو حرز جاں بنائے ہوئے تھے ان کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا سمندر موجزن تھا۔ اور دین صحیح اور قوت ایمانی اور دینی فہم کا انہیں وافر حصہ عطا کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ انہیں محبت کا ایسا جنوں حاصل تھا جس کے سامنے ہر رکاوٹ بے حیثیت ہو جاتی ہے۔ اور جس کے سامنے بڑے بڑے پہاڑ سرنگوں ہو جاتے ہیں، ایمان کی ایسی مجنونانہ محبت جب دلوں میں داخل ہوتی ہے تو عجائب کا ظہور ہوتا ہے اور دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔

حاجی صاحب کا اصلاح وتربیت کا انداز دوسرے علماء و مشائخ سے کچھ علاحدہ نہ

تھا، لیکن وہ اس میں حالات زمانہ کی رعایت کرتے تھے اور اس سے دوررس نتائج پیدا کر لیتے تھے۔ انہوں نے مسلم معاشرہ کا بڑی گہرائی سے مشاہدہ کیا تھا، اور یہ نتیجہ نکالا تھا کہ معاشرہ کو سب سے زیادہ دینی عقائد کے اہم اور کتاب وسنت کی تعلیمات کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ان مخلص علماء کرام کی اس مخلصانہ جدوجہد کی پہلی کاوش دیوبند کا مرکزی ادارہ تھا جو حاجی صاحب کے خوابوں کی تعبیر اور ان کی آرزوں کی تکمیل تھا۔

دارالعلوم، مظاہر علوم کا قیام عمل میں آیا، کام شروع ہوا اور الحمد للہ اس کے نتیجہ میں ملک دین کے معاملہ میں دنیا کیلئے مثالی نمونہ (IDEAL) بن گیا۔

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بعد حاجی صاحب کے ایک متوسل عالم حج کے موقع پر مکہ معظّمہ حاضر ہوئے اور انہوں نے حاجی صاحب سے درخواست کی کہ ہم لوگوں نے دیوبند میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی ہے، آپ سے اس کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

حاجی صاحب نے برجستہ جواب دیا: ''سبحان اللہ، آپ فرماتے ہیں ہم نے مدرسہ کی بنیاد رکھی ہے۔ کتنے نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے ہندوستان میں دین کی بقاء کے لئے رو رو کر دعائیں کی ہیں اور مدرسہ انہیں کی دعاؤں اور آہوں کا نتیجہ ہے۔''

اسی طرح حضرت حاجی صاحب یہ بھی چاہتے تھے کہ تھانہ بھون کی یہ خانقاہ جہاں ہم لوگ رہتے تھے دوبارہ آباد ہو اور حضرت حاجی صاحب اس کے لئے برابر متفکر اور کوشاں رہتے تھے۔

اس سلسلہ میں برابر اپنے متوسلین اور متعلقین کو توجہ دلاتے رہتے تھے۔ چنانچہ ۱۳۰۱ھ میں حضرت مولانا عبداللہ انصاری انبہٹوی نے اس مدرسہ کی تعمیر کرائی اور مسجد کے

برابر میں پنچ درہ تعمیر کرا کے سلسلہ تعلیم شروع کیا جس سے اہل قصبہ کے علاوہ اطراف و اکناف کے باشندوں کو بہت منافع حاصل ہوئے، مختلف اکابر و مشائخ نے اس مدرسہ سے علمی وروحانی کمالات حاصل کئے۔ لیکن یہ سلسلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکا۔

حضرت ڈاکٹر عبدالحیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

کچھ دنوں کیلئے یہ خانقاہ ضرور غیر آباد ہوگئی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مقبول بندوں کی یادگار کو قائم رکھنا اور مستقبل میں اس خانقاہ کو ایک عالمگیر رشد و ہدایت اور علوم ظاہری و باطنی کی نشر و اشاعت کا جلیل القدر مرکز بنانا منظور تھا اور اس اہم عظیم کام کو سرانجام دینے کیلئے حکیم الامت مجدد الملت محی السنہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی خلیفہ ارشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو ازل ہی سے منتخب فرمالیا تھا۔

حضرت حکیم الامت دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں فراغت کے بعد کانپور میں رشد و ہدایت، درس و تدریس اور علمی کاموں میں مشغول رہے۔

اسی دوران حضرت حاجی صاحب کی طرف سے خلق خدا کی رہنمائی کیلئے تعلیم و تلقین کی اجازت بھی حاصل ہو چکی تھی۔

کانپور میں ۱۴ رسال قیام کے بعد جب وہاں سے آپ دل برداشتہ ہوئے تو اپنے مرشد کامل کی وہ نصیحت یاد آئی جو انہوں نے مکہ مکرمہ سے واپسی کے موقع پر حضرت تھانوی کو فرمائی تھی کہ

کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر وطن پہنچ کر ہماری خانقاہ و مدرسہ میں توکلاً علی اللہ مقیم ہو جانا۔ تم سے انشاء اللہ تعالیٰ خلائق کثیرہ کو نفع پہنچے گا۔

چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں آپ اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے ایماء، اور

منشاء کے مطابق مدرسہ کانپور کی ذمہ داری دوسرے معتبر ہاتھوں میں سونپ کرنہایت حسن تدبیر سے سبکدوش ہوکراپنے وطن اوراپنے پیر مرشد کی یادگار خانقاہ امدادیہ میں تشریف لے آئے اور تھانہ بھون میں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت حاجی صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو انتہائی مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر فرمایا بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے، امید ہے کہ آپ سے خلائق کثیر کو فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ (امدادالعلوم) ومسجد کو از سر نو آباد کریں، میں ہر وقت آپکے حال میں دعا کرتا ہوں اور خیال رہتا ہے۔ (مکتوبات امدادیہ ۳۶)

حضرت حکیم الامت نے تھانہ بھون میں توکلاً علی اللہ اپنے بزرگوں کی مقدس مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوکر اپنے مذاق فطری اور نصب العین کے موافق ایک ایسا مکمل مستند لائحہ عمل تیار کیا جس کے پیش نظر عظیم الشان دینی واصلاحی خدمات کے سرانجام دینے میں مشغول ہو گئے پھر انفرادی اصلاح اور تربیت باطنی کے کام کو بہت فروغ ہوا اور یہ جگہ مریضان باطنی کے علاج کا مرکز بن گئی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی اصلاح و تربیت، تصنیف و تالیف درس وتدریس، افتاء وتبلیغ، مواعظ وملفوظات ہی میں بسر ہوئی اور تقریبا نصف صدی تک خدمت واصلاح خلق کے جتنے شعبے ہوسکتے تھے، ہر شعبہ اور ہر راستہ سے تن تنہا وہ خدمات انجام دیں کہ بڑی بڑی جماعتیں اور ادارے اس کا عشر عشیر کرنے سے بھی عاجز ہیں۔

وقت گذرتا رہا اور اس خانقاہ کی اہمیت اور خصوصیات میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ یہی خانقاہ ایک ایسا شہرہ آفاق ہمہ گیر ادارہ بن گئی جو ایک ہی وقت میں دینی علوم وفنون کا ایک معیاری جامعہ بھی تھی جہاں سے دین متین کے اہم و وقیع مسائل کی

تنقیح وتحقیق کا زبردست کام ہوا اور یہی خانقاہ ایک بے مثال دینی درسگاہ بھی تھی جہاں علوم قرآن وحدیث کے ساتھ تہذیب اخلاق کی عملی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔

یہ خانقاہ برصغیر کی ایک مستند ومعتبر دارالافتاء بھی تھی جہاں حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق مسلمانوں کے فقہی مسائل میں رہنمائی بھی ہوتی اور یہی خانقاہ تعلیم و تربیت روحانی اور تزکیہ نفس تہذیب اخلاق باطنی کی ایک ممتاز ومنفرد تربیت گاہ بھی تھی، جہاں بڑے بڑے جید علماء سے لیکر عوام کے ہر طبقہ کے طالبین حق و سالکین طریق تھوڑے سے عرصہ میں تربیت باطن اور تہذیب اخلاق سے آراستہ ہوکر حقیقت تصوف اور سلوک کا عرفان حاصل کر کے مشائخ طریق بنے، اور اس شمع ضیا پاش سے اپنی اپنی بساط کے موافق روشنی حاصل کر کے اور منصب رشد و ہدایت پر فائز ہو کر ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیل گئے، جن کا فیضان روحانی اب تک جاری وساری ہے۔

بالآخر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی دلی تمنا اور پیش گوئی اس طرح پوری ہو کر رہی۔ میدہدیزداں مراد متقیں۔ **ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء**

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بارہا اس مدرسہ کو اپنا مدرسہ فرمایا اور جب اس کی مہر کا عکس ایک کاغذ پر منقش کر کے حضرت کے ملاحظہ کے لئے گیا تو اس کو اپنی ایک خاص کتاب کی دفتی پر چسپاں فرمالیا کہ جب کھولیں اس پر نظر پڑے۔ اس سے حضرت حاجی صاحب کی دلچسپی کا اندازہ اس مدرسہ وخانقاہ سے کیا جاسکتا ہے۔

قطب عالم، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ اکثر اس خانقاہ کے حالات دریافت فرمایا کرتے تھے اور یہاں کے در و دیوار اور ذرا ذرا سی چیزوں کی کیفیت دریافت فرماتے اور غایت سرور سے ارشاد فرماتے کہ اگر بصارت سے معذور نہ

ہوتا تو اب اس جگہ کو دیکھتا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلقۃً کچھ نحیف وضعیف واقع ہوئے تھے، اس پر ریاضات ومجاہدات، تقلیل طعام ومنام اور کثرت ہجوم خواص وعوام، نیز شورش باطنی نے مزید نحیف ونزار کردیا۔ آخری ایام میں مرض اسہال لاحق ہوا۔

حضرت حاجی صاحب ۳/ جمادی الثانیہ ۱۳۱۷ھ میں بوقت صبح صادق بروز چہار شنبہ ۸۴/ سال کی عمر میں اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے مادہ تاریخ وفات "حیی دخل الخلد" سے نکالا ہے اور جنت المعلیٰ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمہ اللہ کے آخری آرام گاہ کے ساتھ آپ کو سپرد خاک کردیا گیا۔

"پیوند خاک زہد وسخا ہوں ہزار حیف"

الغرض پوری مدت انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت میں بسر فرمائی اور اسی حیات مستعار کے چالیس سال انہوں نے حرم محترم کے جوار میں مکہ مکرمہ میں گزارے اور اپنے کارناموں کے باعث اسلامی تاریخ میں ایک روشن صفحہ کا اضافہ فرمایا۔

ایک قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ تحریک ندوۃ العلماء کو حاجی صاحب کی بھرپور تائید حاصل رہی اور وہ اس کی بنیادی فکر کے مداح تھے اور انکے ارکان ندوۃ العلماء سے اتنے گہرے تعلقات تھے جس کی وجہ سے انہیں ندوۃ العلماء کا نگران اعلیٰ یا سرپرست سمجھا جاسکتا ہے۔ بعض کاغذات پر ان کے دستخط اور ان کی بعض تائیدی تحریریں اب بھی موجود ہیں۔

خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

☆☆☆☆☆☆

سید الطائفہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے چند نامور خلفاء

حضرت مولانا رشید احمد صاحب انصاری گنگوہی رحمہ اللہ

ولادت: ۶/ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۹/ مئی ۱۸۲۸ء بروز پیر

وفات: ۹/ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱/ اگست ۱۹۰۵ء بروز جمعہ گنگوہ سہارنپور

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ

ولادت: شعبان یا رمضان ۱۲۴۸ھ مطابق ۱۸۳۲ء مقام نانوتہ ضلع سہارنپور

وفات: ۴/ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵/ اپریل ۱۸۸۰ء

حضرت مولانا یعقوب صاحب صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۳/ صفر المظفر ۱۲۴۹ھ مطابق ۲/ جولائی ۱۸۳۳ء

وفات: یکم ربیع الاول ۱۳۰۲ھ مطابق ۲۳/ دسمبر ۱۸۸۴ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا عبد اللہ انصاری امبہٹوی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۸۵۲ء وفات: ۱۹۲۵ء بعمر ۷۳ برس

حضرت حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی رحمہ اللہ

وفات: ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ مطابق ۱۹/ جولائی ۱۹۱۲ء دیوبند

حضرت مولانا احمد حسن امروہوی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۲۶۷ھ مطابق ۱۸۵۰ء

وفات: ۲۸-۲۹/ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹/ مارچ ۱۹۱۲ء بروز سہ شنبہ

شیخ العالم حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء (بریلی)

وفات: ۱۸؍ربیع الاول ۱۳۳۹ھ (دیوبند)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ

ولادت: ۵؍ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۹/۲۰؍اگست ۱۸۶۳ء یوم جمعرات

وفات: ۱۵/۱۶؍رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۸؍جولائی ۱۹۴۳ء

اتوار و پیر کی درمیانی شب بمقام تھانہ بھون

حضرت صوفی محمد حسین صاحب عمری الہ آبادی رحمہ اللہ

ولادت: ۱۲۶۹ء مطابق ۱۸۵۳ء

وفات: ۸؍رجب ۱۳۲۲ھ بروز پیر اجمیر شریف بموقع عرس بحالت وجد

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمہ اللہ بانی مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ

وفات: ۲۲؍رمضان ۱۳۰۸ھ مطابق مئی ۱۸۹۱ء مدینہ منورہ جنت المعلیٰ

استاد العلماء حضرت مولانا فتح محمد تھانوی رحمہ اللہ

پیدائش: ۱۸۳۴ء وفات: ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء بعمر ۷۰ سال

(نزہۃ الخواطر جلد ۸ ص ۱۳۲۲)

اشعار

بفیض پر تو ''امداد'' حق ہر فن میں کامل تھا	☆	نہ کیوں ہوتا کہ آخر دیدۂ ''یعقوب'' کا تل تھا
تو شاگرد رشید ایسا کہ استاد زماں نکلا	☆	زمین ہند کا ذرہ چراغ آسمان نکلا
ترے سر پر بحمد اللہ اکلیل سعادت تھا	☆	ترا مقصد کمالات نبوت کی اشاعت تھا

مسند رشد وہدایت

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ۱۳۱۱ھ میں مرشد سے خلافت پانے کے بعد مرشد ہی کے ایماء کے مطابق ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے ترک ملازمت کر کے تھانہ بھون میں سکونت پزیرہ کر آپ کی خانقاہ کو آباد کیا، اور سینتالیس برس تک مسند رُشد وہدایت پر متمکن رہے اس محسن اعظم سے مخلوق خدا کو بہت روحانی اور اخلاقی فیض پہنچا، آپ اپنے زمانے کے یکتا خطیب تھے، آپ کی خدمات دینی میں سے سب سے بڑی اور ممتاز خدمت یہ ہے کہ اکابر دارالعلوم دیوبند کے کمالات کو آپ نے اپنے مواعظ وملفوظات میں حکایات کے طور پر بیان فرمایا جن کو ان کے خدام نے ترتیب دے کر کتابی صورت میں ''ارواح ثلثہ'' ''معارف الاکابر'' اور ''قصص الاکابر'' کے نام سے شائع کیا، اس لئے گویا آپ اپنے اکابر کی بولتی ہوئی سیرت تھے اللہ تعالیٰ نے گوشہ گیر اکابر کے کمالات کو جن سے موجودہ اُمت بے خبر تھی، آپ کے قلم وزبان سے اس طرح آشکارا اور متعارف کیا۔

تحریکِ دیوبند اور اصلاح اُمّت

جس تحریک کو اکابر علماء دیوبند نے اپنے وقت میں کتاب وسنت کے مطابق دینِ اسلام کی بگڑی ہوئی صورت کو نکھارنے کے لئے، رسوم وبدعات کو مٹانے کے لئے طامات صوفیہ واغلاط جہلاء سے تصوف کو پاک کرنے کے لئے مُردہ سنت کو زندہ کرنے کے لئے بجوائے حدیث **لا یزال طائفة من امتی منصورین علی الحق لا یضرهم من**

خـذلهـم اٹھایا تھا۔ اس کی اشاعت کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی اس کو ہندوستان اور بیرون ہند میں صحیفوں اور مواعظ کے ذریعے آپ کے قلم وزبان نے پھیلایا۔

حضرت تھانویؒ کی تجدید طریقت کا بڑا کمال یہ ہے کہ طریقت کو جو ایک زمانہ سے صرف رسوم کا مجموعہ ہو کر رہ گئی تھی زوائد وحواشی سے صاف کر کے قدماء اور سلف صالحین کے رنگ پر لے آئے۔

"کبھی فرصت سے سن لینا بڑی ہے داستاں میری"

ایک پُرانے قصبہ کی ایک کہنہ مسجد کے ایک گوشہ میں ایک دُور بیں، زندہ دل، مرد درویش، بیٹھا ہوا مسلمانوں کے سارے احوال اور ان کی زندگی کے ہر شعبہ پر نظر ڈال کر حق و باطل، نیک و بد، صحیح وغلط کے درمیان تفرقہ کی لکیر بنانے میں مصروف تھا، اس کے سامنے دین کی صحیح مثال تھی اور اس کو دیکھ دیکھ کر موجودہ مسلمانوں کی زندگی کی تصویر میں جہاں جہاں غلطیاں تھیں وہ ان کے درست کرنے میں مشغول تھا۔ اس نے پوری زندگی اس میں صرف کی کہ مسلم کی تصویر حیات اس شبیہ کے مطابق بنا دے جو دین حق کے مرقع میں نظر آتی ہے۔

طریقت کا خلاصہ

حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے یہاں طریقت کا خلاصہ ہی یہ تھا کہ انسان بنو، آدمیت سیکھو، چنانچہ آپ بارہا فرماتے ہیں کہ:

"بھائی میں تو اپنی مجلس بزرگوں کی مجلس نہیں بنانا چاہتا، آدمیوں کی مجلس بنانا چاہتا ہوں"

حافظ محمد اکبر صاحب بخاری تحریر فرماتے ہیں کہ

''حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں کیفیات و مکاشفات واقعات و کرامات پر اتنا زور نہیں تھا جتنا کہ عقائد، عبادات، معاملات معاشرت، سیاست اور طریقت کی درستگی پر تھا اور آپ صفات ورذائل کی تشریح پر زیادہ زور دیتے، اعمال ظاہرہ و باطنہ میں اختیاری وغیر اختیاری مقصود وغیر مقصود کی حدیں قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے۔ آداب زندگی اور آداب انسانیت کی تعلیم ہی آپ کی نظر میں تربیت روحانی کی اصل بنیاد تھی۔

اکثر فرماتے تھے کہ:

''میں تو کہا کرتا ہوں کہ شاہ صاحب بننا آسان ہے، ملک التجار بننا آسان، بزرگ بننا آسان، قطب بننا آسان، مگر انسان بننا مشکل اور یہ بھی کہا کرتا ہوں کہ بزرگ بننا ہو، ولی بننا ہو، قطب بننا ہو تو کہیں اور جاؤ اگر انساں بننا ہو تو میرے پاس آؤ، میں انسان بناتا ہوں''

یہی وجہ ہے کہ آپ کے یہاں اگر کوئی بے اصولی کی بات کرتا یا بے فکری کا ثبوت دیتا یا حقوق واجبہ کا تارک ہوتا، معاملات میں بدنظمی، یا سلیقہ اور ڈھنگ سے کام نہ کرتا تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ فوراً تنبیہ اور مواخذہ فرماتے اور بار بار اپنے متوسلین کو اس طرف توجہ دلاتے کہ یہ تمام چیزیں دوسروں کی اذیت کا سبب بنتی ہیں اور کسی شخص کو اذیت نہ پہنچانا واجب ہے نیز فرماتے کہ:

جن لوگوں کا مجھ سے اصلاح کا تعلق ہے ان کی معمولی کوتاہی پر بھی میری نظر رہتی ہے، ان کی کسی حالت سے بھی کسی معیوب یا منکر کا صادر ہونا مجھے سخت ناگوار ہوتا ہے اور اس معاملہ پر سخت دار و گیر کرتا ہوں، خواہ کتنا ہی قوی تعلق محبت کا مجھ سے ہو ہرگز مروت سے کام نہیں لیتا لیکن جن لوگوں سے ایسا تعلق نہیں بحمد للہ میری نظر ان کے کسی عیب پر نہیں

پڑتی بلکہ تعلق بنانے کے لئے ان کی خوبیاں ہی میرے سامنے رہتی ہیں۔

احسان وسلوک

جس کا اصطلاحی نام تصوف ہے، متصوفین زمانہ نے طامات صوفیہ کی آمیزش اور رسوم جہالت سے اس کی اصلی حسین صورت کو نہایت مکروہ بنا کر ایسا منکر بنا دیا تھا کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات اور حضرات صحابہ وسلف کے خدوخال سے اس کو دور کا بھی واسطہ نہ رہا تھا۔ تکیوں اور پرانی اجڑی ہوئی خانقاہوں میں رہنے والے حتیٰ کہ بھنگ اور چرس پینے والے، ڈھونگی اور ستار بجانے والوں، نیز اول فول بکنے والوں اور قوالوں کو صوفی کہا جانے لگا۔ ان خرافاتوں کو تصوف سمجھ کر بعض اہل اسلام تو سرے سے تصوف ہی کے منکر ہو گئے اور اس کو تعلیمات اسلام کے خلاف ایک قسم کی گمراہی سمجھنے لگے۔

اس لئے آپ نے اپنی کتاب **التکشف عن مهمات التصوف** اور **تعلیم الدین، قصد السبیل الی المولی الجلیل، مبادی تصوف، آداب الشیخ و المرید، آداب المعاشرت** کے ذریعہ تصوف کی صحیح حقیقت ظاہر فرمائی، اور اس کے مسائل کو قرآن وحدیث سے اپنی کتاب **مسائل السلوک** اور **التشرف** سے مدلل فرمایا۔

رائج الوقت غلط پیرجیوں کے جال سے بچنے کے لئے صحیح شیخ کی پہچان بتلائی، اپنے مواعظ وملفوظات کے ذریعہ متصوفین کی غلطیوں پر تنبہ فرمایا۔ اور عملی طور پر طالبین و مریدین کی اصلاح وتربیت کو سلف کے طریقہ پر خانقاہ میں بیٹھ کر شروع فرمائیں۔ طریقہ سنت اور شریعت کے اتباع پر عمل درآمد کی تاکید فرماتے تھے۔ اگر کوتاہی دیکھتے تو باقاعدہ احتساب اور مواخذہ فرماتے اور اس کی تائید میں حضرت شیخ اکبر کا یہ مقولہ بار بار نقل

فرماتے تھے کہ مربی وہ ہے جس کا دین انبیاء کا سا ہو، تدبیر اطباء کی سی ہو اور سیاست پادشاہوں کی سی ہو۔ خوب کہا ہے کہنے والے نے کہ

اے قبائے رہنمائی راست بر بالائے تو
علم و حکمت را شرف از گوہر والائے تو

تھانہ بھون کے مستقل قیام کے چند روز بعد ہی مرشد کی اجڑی ہوئی خانقاہ (خانقاہ امدادیہ) ذاکرین و شاغلین کا مرکز بن گئی۔ ضروریات زمانہ کے لحاظ سے آپؒ نے دین کے بعض ابواب کا جن کی طرف خود دین دار طبقہ کو بھی احساس نہیں رہا تھا، یا کما حقہ نہیں تھا۔ خاص اہتمام فرمایا۔ چنانچہ حقوق العباد کی ادائیگی، اخلاق اور حسن معاشرت کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ ان ابواب پر خاص تصانیف بھی فرمائیں اور مجلس میں بھی اس کا اہتمام رکھا۔ عتاب اور مواخذہ کے ذریعہ غافل قلوب کو متوجہ فرمانے کی سعی فرماتے۔ اگر کوئی صاحب اس طریقۂ اصلاح کی ندرت کو ظاہر کرتے کہ اور جگہ دار و گیر اور مواخذہ کا طریقہ نہیں ہے تو فرماتے کہ

"اوروں کے یہاں برکت ہے اور میرے یہاں حرکت ہے۔ جس کو یہ طریقہ پسند نہ ہو میں بلانے تھوڑا ہی جاتا ہوں۔" جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں۔"

رسوم و بدعات اور تمام منکرات کو محض علمی طریقہ پر سمجھا دینے کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ عملاً پہلے اپنے گھر سے اور اپنی ذات سے ان کو مٹانے کی سعی فرماتے۔ رسوم و منکرات کی مجلس میں شرکت نہیں فرماتے تھے اگر لاعلمی میں عین وقت پر کسی مجلس میں منکرات کا علم ہوا تو بہ لطائف الحیل فوراً علیحدگی اختیار فرما لیتے اور اپنی علیحدگی کی وجہ بھی

مناسب عنوان سے ظاہر فرمادیتے تاکہ دوسرے اہل حس بھی ہدایت پاسکیں۔ اس طریقہ پر رسوم موت وشادی کی ناجائز اور غیر ضروری پابندیوں میں فضول خرچی سے برباد ہونے والے ہزاروں خاندانوں اور افراد کو تباہی سے بچالیا۔

فی زمانہ بہت سے مدعیان تصوف نے جن کو حقیقت سے واسطہ نہیں، چند رسوم اور ظاہری ھو، حق کا نام تصوف رکھ کر ادھر تو عوام کو گمراہ کیا اور حساس مسلمانوں کو خود تصوف سے بدظن کر دیا۔ اور اپنی لپیٹ میں ان متقدمین حضرات صوفیہ کو بھی بدنام کیا۔ جن کی طرف بعض شطحات یا غلبۂ حال کی وجہ سے بعض منکرات منسوب چلے آتے ہیں۔ مدعیان تصوف نے ان مغلوب الحال حضرات کے شطحیات کو اپنی طامات کے لئے مستدل بھی بنالیا اور ان طامات کو تصوف مشہور کر دیا۔ جس سے فن بدنام ہو گیا۔

حضرت حکیم الامت نے ان مغلوب الحال حضرات کی طرف بعض منکر واقعات کو غلبۂ حال سے ناشی بتلا کر یا کسی اجتہادی غلطی پر محمول کر کے ان کو معذور قرار دیا اور اپنے ضخیم رسالہ "السنة الجلية فی الجشتية العليه" میں ایسے بزرگوں کی طرف منسوب بعض واقعات کو نقل فرما کر ان کے منشاء کو ظاہر فرمایا۔ اگر وہ کوئی باطنی غلطی اجتہادی تھی تو اس کا منشاء تحریر فرمایا۔ یا فی نفسہ بات ٹھیک تھی اور ناقلین کی غلطی سے کوئی بات غلط منسوب کر دی گئی تھی تو اس کی حقیقت ظاہر فرمادی، یا عوام، بلکہ خواص کی سمجھ سے بالاتر کوئی بات تھی تو اس کو سہل عنوان سے سمجھا کر قریب فہم کر دیا اور امت کو سوءظن سے بچالیا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ان مغلوب الحال یا رفیع الحال بزرگوں کی اس دیوبندی درویش نے ایسی حمایت کی کہ ان کے نادان دوست اور مدعیان تصوف ہرگز نہیں کر سکتے تھے۔

ارشاد و تلقین

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ چاروں سلسلوں چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور قادریہ میں بیعت فرماتے تھے، لیکن تعلیم چشتیہ کی دیتے تھے۔ مگر اس کے ساتھ ہی نہ تو اصلاح باطن اور تربیت اخلاق کے لئے بیعت کو لازم وضروری خیال کرتے بلکہ طالب کے ذہن میں اول ہی مرحلہ میں یہ بات ذہن نشین کرا دیتے کہ اصلاح باطن اور تزکیہ نفس بیعت پر موقوف نہیں ہے یہ بغیر بیعت کے بھی ہوسکتی ہے اور عوام وخواص کے ذہنوں میں جو یہ بات بٹھادی گئی ہے کہ بغیر بیعت ہوئے اور بغیر ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تربیت اور حصول الی اللہ نہیں ہوسکتا اس کے دور کرنے کی کوشش کرتے۔

چنانچہ بعض حضرات کو خلافت عطاء فرمانے کے بعد بیعت فرمایا اور وہ بھی ان کی درخواست پر، اس سلسلے میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالباری ندوی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رحمہم اللہ کی مثالیں موجود ہیں اور نہ ہی وہاں پر کسی سلسلہ کی کوئی روایات تھیں، نہ رسوم، نہ تعلیم وتربیت کے وہ کورانہ تقلید کے انداز تھے، روایتی حلقے توجہ اور مراقبے کچھ نہ تھے، بس اہتمام تھا تو شریعت کے احکام کی بجا آوری کا، اور دھن تھی تو ہر انداز زندگی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کی، فکر تھی تو نفس وشیطان کے مکائد سے بچنے کی اور اپنے متوسلین کو تاکید تھی تو صرف یہ کہ اپنے ظاہر کو بھی پاک وصاف رکھو اور اپنے باطن کو بھی طاہر وطیب بناؤ۔

حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے طریقت و تصوف کو پوری طرح احکامات شرعیہ کا پابند بنا کر پیش کیا اور اصلاح باطن کو شریعت کے تابع کیا۔ اس سلسلے میں آپ کی معرکۃ الآراء تصانیف "التکشف"، "تربیۃ

السالک"، "التشرف" اور "شریعت وطریقت" قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔

پیرزادگی

اکابر دیوبند نے خاص طور پر پیرزادگی اور رسمی جانشینی کو مٹانے کی سعی کی ہے اور عملاً بھی اس کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات نے بھی کسی کو سجادہ نامزد نہیں کیا اور اس کو دوکان دارانہ طریقہ سمجھا۔ افسوس کہ آج کل اسی جماعت میں بعض حضرات قولاً تو اپنا مسلک اس پیرزادگی کی رسم کے خلاف ظاہر کرتے ہیں اور عملاً مدعی پیرزادوں کی نصرت بھی کرتے ہیں۔ غرضیکہ حکیم الامت نے کسی کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ آپ کے خلفاء کافی تعداد میں ہندوستان و پاکستان اور دوسرے ممالک میں اپنی اپنی جگہ رشد و ہدایت میں سرگرم ہیں اور خوب خدمات انجام دے رہے ہیں۔ البتہ مدرسہ امداد العلوم کے بقا کی تمنا بھی ظاہر فرمائی اور ترغیب بھی دی۔ چنانچہ یہاں یہ مدرسہ مختصر پیمانے پر آپ کے تجویز کردہ توکل کے اصول پر چل رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض سے دنیا کو تا قیام قیامت مستفیض کرتا رہے۔ (اللھم آمین)

آپ کی شان تجدد بتلانے کے لئے آپ کی خدمات دینی کو ظاہر کرنے کے لئے رمزی صاحب نے نہایت ہی خوب کہا ہے اور بالکل صحیح کہا ہے۔

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

آپ کا تصوف

دربار اشرفیہ میں نہ تو روائتی صوفیوں کی طرح دعوے کئے جاتے تھے، نہ مجذوبوں کے سے احکام جاری ہوتے تھے، نہ کشف و کرامت کے چرچے سننے میں آتے تھے۔ نہ خوابوں اور کیفیات کے تذکرے ہوتے تھے، نہ فرائض کی طرح ذکر و شغل کا اہتمام نظر آتا تھا۔ کیونکہ وہاں ہر وقت اور ہر حال میں کتاب و سنت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ جو دراصل روح تصوف اور جان طریقت ہے۔ اسی لئے ایک مرتبہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا۔

''یہاں تو مُلاّ پن ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ درویش کیا چیز ہے۔ طالب علم ہیں، صاحب علم بھی نہیں، بس قرآن وحدیث پر عمل کرنا بتاتے ہیں۔ پھر اس میں جو کچھ کسی کا ملنا ہوتا ہے مل جاتا ہے۔ اور الحمد للہ ایسا ملتا ہے کہ **مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر** ۔ مگر ظاہر میں کچھ نہیں، نہ ہو، حق ہے، نہ وجد حال اور نہ کشف و کرامات''۔

میرے یہاں ضربیں لگوانے کا دستور نہیں کہ تھوڑی دیر محنت کر لی۔ پھر آزاد پھرتے رہے، میرے یہاں تو وہ آئے جس کو رات دن اپنے نفس پر آرے چلانے ہوں اور قدم قدم پر فکر ہو کہ کون سا کام جائز اور کون سا نا جائز۔

یہاں تک کہ بعض صوفیائے کرام کی طرح آپ کے یہاں توجہ دینے کا بھی قطعاً کوئی التزام نہ تھا بلکہ آپ نے ایک دفعہ بڑے زور سے اس کی تردید فرمائی کہ

مجھے اپنی ہی فکر سے فرصت نہیں، دوسروں کی طرف متوجہ ہونے کی مجھے کہاں توفیق، میں تو اس توجہ متعارف کو تکلف ہی سمجھتا ہوں۔ مجھے تو اپنی توجہ ہر طرف سے ہٹا کر

ایک خاص شخص کی جانب جو مخلوق ہے، ہمہ تن متوجہ ہو جانے میں غیرت آتی ہے۔ کیونکہ یہ حق تو خاص اللہ ہی کا ہے کہ سب طرف سے توجہ ہٹا کر بس اس ایک ذات واحد کی طرف ہمہ تن متوجہ رہا جائے۔ البتہ دل سوزی اور خیر خواہی کے ساتھ تعلیم کرنا اور دل سے یہ چاہنا کہ طالبین کو نفع پہونچے۔ اوران کی دینی حالت درست ہو جائے یہ توجہ کا ماثور طریق ہے اور یہی حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور یہ نفع اور برکت میں بھی توجہ متعارف سے کہیں بڑھ کر ہے۔

بایں ہمہ اکثر لوگوں کا گمان بلکہ یقین تھا کہ جو لوگ حضرت سے طریقہ کے ساتھ اپنی اصلاح کے لئے رجوع کرتے ہیں وہ سب کے سب انہیں کے رنگ میں رنگے جارے ہیں، دیکھتے دیکھتے ان کی زندگیوں میں انقلاب آجاتا ہے اور اپنے قلوب میں بھی حاضرانہ بلکہ غائبانہ بلکہ بلا کسی ظاہری سبب کے کیفیات خاصہ محسوس کرتے رہتے ہیں۔ یہ سب حضرت کی نظر و توجہ ہی کا نتیجہ ہے۔

چنانچہ اس خیال کے لوگوں کے شبہات کے ازالہ کے لئے آپ نے فرمایا کہ یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بغیر قصداً توجہ کئے ہوئے اثر کیسے ہوتا ہے بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض قلوب ہی کے اندر تعدیہ کی صفت رکھی ہے۔ جیسے کہ گو آفتاب کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ اس کا نور دوسروں کو پہونچے۔ لیکن پھر بھی اس کا نور دوسروں کو پہونچتا ہی رہتا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر یہ صفت رکھدی ہے کہ جو شے اس کے مقابل میں آجاتی ہے۔ وہ منور ہو جاتی ہے۔ چنانچہ طالبین اور مسترشدین جو آپ سے اصلاح و تربیت کا تعلق قائم کرتے تھے، حاضرانہ بذریعہ ملفوظات و مواعظ بھی ان کی علمی و عملی تربیت فرماتے تھے۔ اور غائبین بذریعہ خطوط اپنے احوال وعقبات و امراض پیش کر کے

اصلاح چاہتے تھے۔ان کو ہزاروں میل دور بیٹھ کر بذریعہ مکاتبت فیض پہونچاتے تھے۔ جن میں سالک کو پیش آنے والے حالات وعقبات وامراض اور آپ کی طرف سے ان روحانی ونفسانی امراض کے معالجات وانکشافات ہوتے تھے، جن کو قدردان خدام نقل کر کے محفوظ کرتے رہتے تھے، یہ مجموعہ ایک ضخیم کتاب کی صورت میں طب روحانی کا ایک مکمل مطب بن گیا ہے کہ ان کا مطالعہ جیسے طالبین طریق کیلئے مشعل راہ ہے ویسے ہی مشائخ طریقت کے لئے بھی موجب بصیرت ہے۔بعض خدام نے حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے مشورے سے ان خطوط کو ابواب تصوف پر تقسیم کر کے اس کا نام ''تبویب تربیت السالک'' رکھ دیا تھا۔ جو ایک مرتبہ تقریباً تیرہ سو (۱۳۰۰) صفحات پر طبع ہو کر شائع ہوئی اور اب عرصہ سے نایاب تھی۔اس لئے طالبین طریقت عرصہ سے اس کی مکرر طباعت کے مشتاق تھے۔ الحمدللہ یہ کتاب عمدہ طباعت وکتابت کے ساتھ ادارہ تالفات اشرفیہ تھانہ بھون سے شائع ہو چکی ہے۔

حُسن قبول

باوجود عزلت پسندی کے آپ نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں سفر کیا، اور ہزاروں مواعظ کے ذریعے کتاب وسنت کی اشاعت کی، جن میں سے تقریباً چار سو، پانچ سو مواعظ اس مجلس میں قلمبند ہو کر طبع ہو گئے اور بار بار طبع ہوتے رہتے ہیں۔ایسے ہی آپ کے ملفوظات دس پندرہ ضخیم جلدوں میں شائع ہوئے اور آج ایک مخلوق کے لئے درسِ ہدایت بنے ہوئے ہیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے خدام کی ایسی قدردان جماعت عطا فرمائی تھی کہ جنہوں نے آپ کی زبان وقلم سے نکلے ہوئے سبق آموز اور پُراز ہدایت ملفوظات کو قلمبند کر کے شائع کرتے رہنے کا اہتمام رکھا۔آپؒ کی تقریباً ایک ہزار سے زائد

تصانیف عربی، فارسی، اردو، زبان میں مختلف علوم وفنون میں شائع ہوئیں اور حیات ہی میں درجنوں ایڈیشن شائع ہوگئے۔ جن میں اُردو زبان میں ''بہشتی زیور'' گیارہ حصوں میں ایسا مقبول ہوا کہ کوئی آبادی تو کیا معنیٰ شاید ہی کوئی گھرانا اُن سے خالی رہا ہو۔

(ان سب کی تفصیل اور قیمتیں تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون سے معلوم ہوسکتی ہیں)

آپ کے مرشد نے آپ کو بشارت دی تھی کہ تم کو تفسیر وتصوف سے خاص مناسبت ہوگی، چنانچہ آپ کی ''تفسیر بیان القرآن'' ضخیم بارہ جلدوں میں نہایت مشہور ہے۔ جس سے آج اساتذۂ تفسیر استفادہ کرتے ہیں۔ آپ کا ''امداد الفتاویٰ'' ضخیم جلدوں میں تقریباً سولہ سو صفحات میں شائع ہو چکا ہے، جو آج کل مفتیان عظام کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے رہا ہے۔ اور اس میں ''حوادث الفتاویٰ'' کا باب آپ کی شان تجدید کا مظہر بنا ہوا ہے۔ اور ترجیح الراجح، اخلاص وتدین کا نایاب مرقع ہے، جس میں آپ نے اپنے فتاویٰ وتصانیف کی غلطیوں کو خود ذاتی رائے سے محسوس فرما کر یا کسی اہل علم کی اطلاع کے بعد رجوع کیا ہے، اور اس رجوع اور آخری محقق رائے کو بلا خوف لومۃ لائم شائع کر کے اسوہ متقدمین کو زندہ کیا، اور آئندہ نسلوں کے لئے غلطی پر جمود اور ہٹ دھرمی کی مذمت کی اور رجوع الی الحق کا حق وصحیح طریقہ ظاہر کر دیا۔

وقف بورڈ کے نیم سرکاری وفد سے مکالمہ

۱۹۳۰ء میں نواب جمشید علی خاں صاحب کی ہمراہی میں چند اعلیٰ طبقہ کے وکلاء اور رؤسا کے ایک باضابطہ نیم سرکاری وفد نے جس کے صدر حافظ ہدایت حسین صاحب بیرسٹر کانپور تھے، تھانہ بھون حاضری کی اطلاع دی، حضرت نے قصبہ کے رئیس اعظم اور اپنے بھتیجے حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانویؒ کو ان کے استقبال کے لئے تاریخِ مقررہ

پر اسٹیشن بھیجا، اور ان کے قیام کا انتظام بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ پر کیا، یہ وفد اس امر کی تحقیق کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا کہ آیا مسلمانوں کے اوقاف کے انتظامی معاملات میں غیر مسلم حکومت کو دخیل بنانا جائز ہے یا نہیں۔ اس سلسلہ میں ان حضرات نے ایک سوال نامہ جو تقریباً سو سوالات پر مشتمل تھا، شرعی تحقیق کے لئے حضرت کی خدمت میں اپنی آمد سے قبل ہی بھیج دیا تھا۔ تا کہ حضرت سوچ بچار کر کے رکھیں، مگر حضرت کو کثرتِ مشاغل کی وجہ سے انہیں ابھی دیکھنے کا اتفاق ہی نہ ہوا تھا کہ وہ وفد پہونچ گیا، چونکہ وفد کے ارکان اعلیٰ طبقہ کے افراد پر مشتمل تھے، اس لئے حضرت ان کو خانقاہ میں آنے کی تکلیف دینے کے بجائے خود ان کی قیام گاہ پر گفتگو کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔

اصولِ بحث

حضرت نے ارکانِ وفد سے گفتگو کرنے کے لئے مندرجہ ذیل امور بطور اصول موضوعہ پیش کئے:-

(۱) مسائل کا جواب عرض کرنے کے لئے میں حاضر ہوں، مگر مشورہ و مصلحت کے متعلق کچھ عرض کرنے سے میں اس لئے معذور ہوں کہ مجھ کو اس سے مناسبت نہیں۔

(۲) بعض مسائل عین وقت پر مستحضر نہیں ہوتے، ان کے جوابات سے معذور ہوں گا، البتہ اگر ان کی یادداشت لکھ کر مجھے دے دی جائے، تو کتابیں دیکھ کر اطمینان سے جواب دے سکتا ہوں۔

(۳) مسائل پر اگر کچھ شبہات ہوں تو ان کا جواب دینا ہم لوگوں کے ذمہ نہیں، کیوں کہ ہم لوگ مسائل کے ناقل ہیں، بانی نہیں، جیسے قوانین کے متعلق اگر کوئی شبہ یا

خدشہ ہوتو اس کا جواب مجلس قانون ساز کے ذمہ ہے جج یا وکیل کے ذمہ نہیں۔

حاضر جوابی

متذکرہ بالا اصولوں پر جب گفتگو شروع ہوئی تو حضرت نے ان حضرات سے صاف کہہ دیا کہ

"چونکہ یہ مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا مذہبی دست اندازی ہے، اور مذہبی دست اندازی کرنا، یا اور کسی طرح سے اس میں مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا، جیسے کہ نماز جو ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل بنایا جائے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہوگا کہ کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جائے یا کوئی ایسی کوشش کی جائے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو"۔

وفد کی طرف سے گفتگو ہندوستان کے ایک مشہور...... بیرسٹر کر رہے تھے جو فن جرح میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، اور لوگ انہیں جرح کا بادشاہ کہتے تھے۔

حضرت تھانویؒ کی مذکورہ بالا تصریح سُن کر بیرسٹر صاحب موصوف نے کہا:

معاف فرمایئے نماز میں اور وقف میں فرق ہے، اس لئے نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے، اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے، اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں، اس کی آمدنی مصارفِ خیر میں صرف نہیں کرتے، خود کھا جاتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت نے جواباً فرمایا کہ:-

اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں ہے تو زکوٰۃ ہی کو لے لیجئے کہ یہ ایک خالص مذہبی فعل بھی ہے، اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے، اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں، جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے، مگر چونکہ مذہبی فعل بھی ہے، اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت جس قسم کی بھی ہونا جائز سمجھتے ہیں۔

بیرسٹر صاحب نے کہا......اچھا صاحب، نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہے یا نہیں؟

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب دیا......ہاں!

اس پر انہوں نے کہا کہ بہت اچھا! اگر ایک عورت کو شوہر نے طلاق دے دی، مگر اب وہ عورت اس مَرد سے جُدا ہونا چاہتی ہے،، اور مَرد اس کو نہیں جانے دیتا، بلکہ روکتا ہے، اور طلاق سے وہ انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس عورت کو جائز نہیں، کہ عدالت میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے، تو دیکھئے نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوگا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب دیا:-

آپ نے غور نہیں کیا، یہاں دو چیزیں جُدا جُدا ہیں، ایک تو وقوع طلاق، اور ایک اثرِ طلاق۔ یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دینے سے حاصل ہو گیا ہے، اور مرد اس حق کو چھیننا چاہتا ہے، جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم حکومت کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو اس کو حقِ آزادی حاصل ہوا ہے، جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہونچتا ہے، اس کو دفع کرنے کے لئے وہ

عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے۔

بیرسٹر صاحب نے کہا:- معاف فرمایئے، اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف میں گڑبڑ ہونے میں مساکین کا ضرر ہے سو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کو جائز رکھا گیا ہے، اسی طرح یہاں اوقاف میں ضرر سے بچنے کے لئے غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہئے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے جواب دیا کہ:-

آپ نے غور نہیں کیا وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں، بلکہ صرف عدم النفع ہے، ضرر اور چیز ہے عدم النفع اور چیز ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے- مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپیہ کا نوٹ تھا، ایک شخص نے آپ سے وہ چھین لیا، تو یہ ضرر ہوا اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں، مگر پھر کوئی اس نوٹ کے دینے سے منع کردے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا، بلکہ عدم النفع ہوا۔

اعترافِ وفد

اس پر سب لوگوں نے بے ساختہ سُبحان اللہ اور صل علی کہنا شروع کر دیا۔اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے، اور پھر کوئی شبہ پیش نہیں کیا، مگر حضرت تھانویؒ کی حاضر جوابی سے بشاش ہو گئے، اور یہاں سے بہت ہی خوش خوش رخصت ہوئے اور کہنے لگے:-

کہ بعض لوگوں نے ہم کو بہت ہی خشک جواب دیئے جس سے ہماری بہت دل شکنی ہوئی مگر یہاں حاضر ہو کر جو ہم کو نفع ہوا، اور جو علوم ہم کو اس مجلس میں حاصل ہوئے، وہ

کہیں حاصل نہیں ہوئے، ہم نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ استفادہ کی غرض سے گاہ گاہ یہاں حاضر ہوا کریں گے۔

جب ارکانِ وفد واپس اسٹیشن کو روانہ ہوئے تو حضرت بھی انہیں رخصت کرنے کی غرض سے اسٹیشن پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ:-

"جب آپ یہاں اسٹیشن پر آکر اُترے تھے، اُس وقت اس لئے نہیں آیا کہ اُس وقت میرا آنا آپ کی جاہ کی وجہ سے ہوتا، اور اب جو میں آپ کو سوار کرانے یہاں اسٹیشن آیا ہوں تو میرا یہ آنا آپ کی چاہ یعنی محبت کی وجہ سے ہوا ہے"۔

مخالفین کے ساتھ معاملہ

مخالفین سے ایسے نرم ومہذب اور متین سلوک کی مثال شاید تاریخ مشاہیر پیش نہ کر سکے، مخالفین سے ایسا نرم سلوک کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ان لوگوں کے جذبات کا بھی بڑا احترام کرتے تھے، چنانچہ ایک اور موقع پر آپ نے ایک ایسی شکایت کے جواب میں لکھا کہ:-

"میں اپنے مخالفین اور موذیوں (ایذا دینے والوں) کے جذبات کی بھی رعایت کرتا ہوں کہ ان پر نیک نیتی کا بھی احتمال رکھتا ہوں، اور صبر تو ہر حال میں کرتا ہوں، مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی، کافر، خبیث ملعون سبھی کچھ بنتا رہتا ہوں، ابھی ابھی ایک عنایت فرما کا خط آیا تھا، اس میں مجھ کو گدھا تک لکھا ہوا ہے، مگر میں ان مراقبات کو اپنا امام بتاتا ہوں، اپنی زبان، قلم یا قلب کو ملوث کیا، میرا کیا بگڑا، رہا رنج، وہ کوئی بگاڑ نہیں، محض خیال کے تابع ہے ممکن ہے اس شخص کی

نیت اچھی ہو، مثلاً امر بالمعروف نہی عن المنکر اس لئے وہ معذور ہو، گوہم بھی اس لئے معذور ہوں کہ ہم اپنے کوحق پر سمجھتے ہوں یا اپنی غلطی بھی نظر میں ہو، مگر اصلاح کا طریق ہماری رائے میں اس سے سہل اور اسلم ہو، اگراس نے ہم کو ناحق بھی رنج دیا، تو اپنی عاقبت خراب کی، ہم کو صبر کا ثواب ملا، نیز ایسے واقعات سے بھی بعض اوقات اپنی کوتاہیوں پر نظر ہوکر اصلاح کی توفیق ہوجاتی ہے،

اگر یہ بھی نہ ہوتو کم از کم معتقدین کی عنایت سے جو عُجب و کبر پیدا ہوگیا تھا یا ہوسکتا تھا اس کا ازالہ یا انسداد ہوجاتا ہے، نیز خود بھی ایسے مخاطبات اپنے سے سرزد ہوجاتے ہیں، اپنی ناگواری سے ان کی ناگواری سامنے آجاتی ہے۔ ایسے مخاطبات سے اجتناب کی توفیق ہوجاتی ہے۔

اعترافِ مخالفین

حضرت کا چونکہ ہر قول وفعل مطابق کتاب وسنت ہوتا تھا اس لئے اس اتباع کامل کی برکت سے دیکھنے والوں پر بھی گہرا اثر پڑتا تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ کے مخالفین کو بھی اس بات کا اعتراف تھا کہ:-

''نہ صرف حضرت تھانویؒ بلکہ ان کے منتسبین بھی صحیح المعاملہ ہیں''۔

ایک مرتبہ ایک غیر مقلد صاحب کسی کام کے سلسلہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے واپس جاکر انہوں نے اپنے مشاہدہ کی بناپر اپنے ایک ملنے والے سے کہا:-

''ہم لوگوں مین تو اتباعِ سنت کا فقط دعویٰ ہی دعویٰ ہے، اتباع سنت تو ہم نے وہاں دیکھا، ایک کتاب کی ضرورت ہوئی تو خود اٹھ کر کتب خانہ سے لائے کسی سے نہیں کہا کہ لے آؤ، اپنا کام خود کیا کہ دوسرے کو تکلیف نہ

ہو، سبحان اللہ کیا اتباعِ سنت ہے اور کتنی تواضع ہے کہ بلا تکلف خود اٹھ کر لے آئے"۔

استغناء اور توکل

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم وفضل اور کمالات باطنی کے ساتھ استغناء اور توکل کی نہایت ممتاز اور یگانہ روزگار دولت عطا فرمائی تھی، آپ کا استغناء نہ صرف آپ کی ذات تک محدود تھا بلکہ آپ مستغنی گر تھے کہ تمام اہلِ علم اور دینداروں کو مستغنی دیکھنا چاہتے ہیں، مستغنی بنانا چاہتے تھے، آپ کی خانقاہ اصلاح اعمال واخلاق وتربیت باطن کی درس گاہ تھی وہاں طالبانِ حق اپنے امراضِ باطنی کبرونخوت، غرور وغصہ وساوس وغیرہ لے کر آتے تھے اور علاج کے لئے پیش ہوتے تھے اور یہاں سے مناسب نسخے تجویز کئے جاتے تھے، اور شفایاب ہوتے تھے۔ "حکیم الامتؒ" نے ضرورت سمجھ کر اپنی خانقاہ میں مسئلہ مسائل اور ابتدائی معلومات کے لئے اپنے پیر ومرشد حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی رحمہ اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے "امداد العلوم" کے نام سے ایک مدرسہ بھی قائم کیا تھا، جس میں نہایت مختصر نصاب "ضمان التکمیل فی زمان التعجیل" کے نام سے جاری کیا، تاکہ ذاکرین ظاہری علم سے بھی کما حقہ واقفیت حاصل کر سکیں۔

اس مدرسہ کا مدار بھی توکل پر رکھا" جو بحمد اللہ اب تک حسبِ وصیت اسی اصول کے ماتحت جاری ہے، اس کے مدرسین اور ملازمین کی تنخواہ مقرر تو کر دی جاتی ہے لیکن تنخواہ کی ادائیگی کی ذمہ داری نہیں لی جاتی، تقرر کے وقت ہی کہہ دیا جاتا ہے کہ اگر گنجائش ہوگی تو دی جائے گی نہ ہوگی تو عذر کر دیا جائے گا، چندہ کی تحریک کی ہمیشہ کے لئے ممانعت ہے البتہ بلا تحریک جائز رقم یہاں کے اصول کے مطابق آ جائے تو قبول کی اجازت ہے، لیکن

رسید نہیں دی جاتی، جس کو اعتماد ہو چندہ دے نہ ہو نہ دے، خرچ کو آمدنی کے اندر رکھنے کی وصیت ہے آمدنی کم ہو جائے تو خرچ بھی کم کر دیا جاتا ہے۔ اسی لئے کبھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ تنخواہ صحیح وقت پر یکم تاریخ کو ادا نہ ہو گئی ہو۔

چندہ کے متعلق اصول

آپ کا استغناء نہ صرف اپنی ذات تک محدود تھا بلکہ آپ مستغنی گر تھے کہ تمام اہل علم اور دین داروں کو مستغنی دیکھنا چاہتے تھے، مستغنی بنانا چاہتے تھے آپ علماء و مدرسین کے لئے چندہ مانگنے کے کام کو بہت ناپسند فرماتے کہ اس غرض اور دباؤ کی بدولت وہ آزادی اور استغناء کے ساتھ احکام کی تبلیغ نہ کر سکیں گے، اسی لئے آپ مدرسہ وغیرہ کسی دینی کام میں چندہ تک کے لئے شخصی تخاطب کے روادار نہ تھے، بس زیادہ سے زیادہ عمومی اعلان واطلاع کو جائز رکھتے تھے، وعظوں میں بھی چندہ کی تحریک سے ابتدا ہی سے احتراز کیا، خانقاہ کے مدرسہ امداد العلوم کا مدار بھی توکل ہی پر رکھا۔ کسی رئیس نے ایک رقم مدرسہ کے لئے بھیجی ساتھ ہی تشریف آوری کی درخواست بھی کر دی حضرت نے رقم واپس فرما دی اور لکھا کہ دونوں باتوں کے اقتران سے احتمال ہوتا ہے کہ شاید مجھ کو متاثر کرنے کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہے۔

ایک صاحب نے مدرسہ کے لئے غالبًا دو سو روپئے بھیجے وصول فرما لیے دوسرے سال پھر رقم بھیجی اور لکھا کہ معمول کے موافق روپیہ بھیجتا ہوں لیکن سال گذشتہ کی طرح اس مرتبہ بھی رسید نہ آئی تو آئندہ بند کر دوں گا، منی آڈر وصول نہیں فرمایا اور تحریر فرمایا کہ تم آئندہ سال بند کرو گے ہم اسی سال سے بند کرتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ:

میرے یہاں تو اتنا بچاؤ ہے سوال سے کہ مدرسہ کے بارے میں بھی سوال کی

صورت اختیار نہیں کی جاتی بلکہ میں تو کہہ دیتا ہوں کہ یہ مدرسہ نہیں ہے اس کو خانقاہ کہتے ہیں۔ کیونکہ مدرسہ آج کل اسے کہتے ہیں جس کا باقاعدہ انتظام ہو چندہ کی تحریک کی جاتی اور باقاعدہ رسید دی جاتی ہو۔ اور یہاں ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں۔ اس لئے اس کو مدرسہ کہنا ہی ٹھیک نہیں۔ یہاں تو یہ ہے جس کا جی چاہے دو اور جس کا جی نہ چاہے مت دو۔ رسید کا اہتمام تو جب کریں جب ہم خود مانگتے ہوں۔ ہم جب مانگتے نہیں تو کیوں جھگڑا کریں، بعض لوگوں نے کہا اس طرح تم نے تو چلا لیا مگر کسی اور سے نہ چل سکے گا، میں کہتا ہوں ہر وہ شخص چلالے گا جو خلوص سے اللہ کے بھروسہ پر کام کرے گا۔ اور اگر نہ بھی چلے چھوڑ دے۔ میں نے بھی یہی قصد کر لیا تھا کہ جتنا کام اپنی ذات سے ہو سکے گا وہ کروں گا اور اس سے زیادہ اگر حق تعالیٰ چاہیں گے کسی ذریعہ سے کرا دیں گے ورنہ اس کے عدم ہی میں مصلحت سمجھوں گا۔

ایک مہتمم صاحب کا خط آیا لکھا کہ خرچ بڑھا ہوا ہے اور آمدنی (کافی) نہیں سخت پریشانی ہے۔ فرمایا میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اس کی وحی تو نازل نہیں ہوئی کہ فلاں خاص پیمانہ پر مدرسہ ہو تو مدرسہ کہلائے گا ورنہ نہیں ارے بھائی کام کم کر دو خرچ خود کم ہو جائے گا اور اگر بالکل آمدنی نہ ہو تو مدرسہ بند کر دو کوئی فرض نہیں واجب نہیں ظاہر ہے کہ آمدنی کا ہونا اختیاری نہیں مگر خرچ کم کر دینا اختیاری ہے۔

اس استغناء اور توکل ہی کی برکت تھی کہ بڑے بڑے اہلِ جاہ وثروت ومدمغ، اور فلسفی، نو تعلیم یافتہ، سائنسدانی کے دعویداروں کو جب آپ سے گفتگو یا مکاتبت کا واسطہ پڑتا، چند ہی منٹ کی گفتگو یا دو ایک مکاتبت میں ان کو اپنا پندار، اپنا علم، اپنی جاہ وثروت، اپنی سائنس دانی محض غرور، اور دھوکہ کی پوٹ محسوس ہونے لگتا تھا اور اس کے مقابلہ میں

اللہ والوں اور نائب رسول کا صحیح مقام پیش نظر ہو جاتا تھا، جیسا کہ آپ کو ذیل کے دو واقعات سے معلوم ہوگا۔

حضرت تھانویؒ یہ برداشت نہیں کرتے تھے کہ علمائے حق کو کوئی گری ہوئی نظر سے دیکھے، اگر کسی سے ایسی غلطی ہو جاتی تو ایسا سبق پڑھاتے کہ وہ عمر بھر نہ بھولتا۔

(۱) ایک کانفرنس کے سلسلہ میں آپ کو ڈھاکہ مدعو کیا گیا، آپ نے شرح صدر نہ ہونے کی بنا پر عذر فرمادیا، لیکن نواب صاحب ڈھاکہ اور علمائے دیوبند کے اصرار پر آپ نے کچھ شرطوں کے ساتھ جانا منظور فرمالیا، ایک مرتبہ اس سے پہلے بھی نواب صاحب کی دعوت پر آپ تشریف لے جاچکے تھے“۔

اصرار پر آپ نے سفر کا ارادہ تو کرلیا، لیکن فراست سے آپ محسوس فرمارہے تھے کہ سفر کا پورا ہونا مشکل ہے اس لئے آپ نے وہ سفر اپنے ذاتی خرچ سے کیا کلکتہ پہنچے تو نواب صاحب نے اپنے ایک عزیز کے ذریعہ وہاں طعام وقیام کا شایانِ شان انتظام کیا، اور حضرت والا سے ملاقات کی، باتوں باتوں میں نواب صاحب کے عزیز جو خود بھی بہت بڑے رئیس تھے، حضرت سے کہنے لگے کہ آپ کے انکار کے بعد، آپ کی تشریف آوری سے نواب صاحب کو بڑی مسرت ہوئی ہے فرماتے تھے کہ آپ کی شرطیں بڑی سخت ہیں، جن کو قبول نہیں کرسکتے، جیسے ایک تو یہی کوئی ہدیہ پیش نہ کیا جائے۔

حضرت نے فرمایا کہ نہ دینے کی شرط کیا مشکل ہے دینا تو دشوار ہوسکتا ہے!

رئیس نے عرض کیا صاحب، جس سے محبت ہوتی ہے اس کو تو ہدیے دینے کے لئے جی چاہتا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اپنے محبوب کی خدمت نہ کی جائے!

حضرت نے جواب دیا۔”یہ ضروری ہے کہ محبوب کو اپنے گھر بلا کر ہی ہدیہ دیا

جائے، اگر ایسا ہی شوق ہے تو اس کے گھر جا کر یا بھیج کر بھی تو ہدیہ دیا جاسکتا ہے۔

رئیس ہونا اور بات ہے اور سلیقہ سے گفتگو کرنا اور بات ہے، اس منتظم کو بات کرنا نہ آئی، اور نخوت سے کہا:-

''معاف فرمائیے، پیاسا کنوئیں کے پاس آتا ہے، کنواں پیاسے کے پاس نہیں جاتا''۔

نخوت کا علاج

حضرت تھانویؒ کو یہ کلمات سُن کر بہت رنج ہوا، مگر اپنی ناگواری کو ظاہر نہیں کیا اور نہایت تہذیب سے اس رئیس کو مخاطب کیا:-

آپ کا خیال یہ ہے کہ آپ حضرات کنواں ہیں، اور ہم پیاسے، اور ہمارے دماغ میں یہ سمایا ہوا ہے کہ ہم لوگ کنواں ہیں، اور آپ پیاسے، اور اس کی ہمارے پاس دلیل بھی ہے، اس لئے کہ ضرورت کی دو چیزیں ہیں دین اور دُنیا، ان میں سے ہماری حاجت کی ایک چیز تو آپ کے پاس ہے (یعنی دنیا) اور آپ کی حاجت کی ایک چیز ہمارے پاس ہے (یعنی دین) فرق اتنا ہے کہ ہماری حاجت کی جو چیز آپ کے پاس ہے (یعنی دنیا) اللہ تعالیٰ نے بقدر ضرورت ہمیں بھی دے رکھی ہے، لیکن آپ کی حاجت کی جو چیز ہمارے پاس ہے (یعنی دین) وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں، آپ ہمارے محتاج ہوئے، یا ہم آپ کے، آپ پیاسے اور ہم کنواں ہوئے، یا ہم پیاسے اور آپ کنواں ہوئے؟

وہ رئیس شرمندہ ہو کر بغلیں جھانکنے لگے، اور حضرت والا نے وہیں سے قطع سفر کا ارادہ کرلیا اور واپس تھانہ بھون تشریف لے آئے۔

نواب حیدر آباد

(۲) آپ حیدر آباد اپنے ایک اہل علم دوست کی فرمائش پر تشریف لے گئے، سات ہی روز گزرے تھے کہ ایک نواب فلاں نواز جنگ کا پرچہ آیا کہ جو نواب صاحب حیدر آباد کی ناک کا بال اور ارکانِ سلطنت میں سے تھے، لکھا تھا کہ:۔

''عرصہ سے مجھ کو زیارت کا اشتیاق تھا، مگر بدقسمتی سے ''تھانہ بھون'' کی حاضری نصیب نہیں ہوئی برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں فلاں، فلاں، وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے''۔

آپؒ نے جواب لکھا کہ:۔

''بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے دل میں دین اور اہلِ دین کی محبت وعظمت ہے مگر نیچے کی سطر پڑھ کر افسوس کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں فہم سے کام نہ لیا گیا جس کے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا، اس کو تو اپنے اوقاتِ فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے، یہ کون سی فہم وتہذیب کی بات ہے؟''

اس پر نواب صاحب نے اپنی کج فہمی کی معافی چاہی اور لکھا کہ:۔

''حضرت والا ہی اپنی ملاقات کے اوقات تحریر فرمائیں''۔

اس پر حضرت نے ان کو ایک اور سبق دیا کہ:۔

''اب بھی پورے فہم سے کام نہیں لیا گیا، مُردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے، اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط ہونا غیر اختیاری ہے، آپ ساتھ رہیں، جس وقت مجھے فارغ دیکھیں ملاقات

کر لیں۔

اس پر انہوں نے لکھا:

''بدفہمی پر بدفہمی ہوتی چلی جارہی ہے میں اب نہ اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں، نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں، جس وقت فرصت ہوگی، حاضرِ خدمت ہوکر، زیارت سے مشرف ہوجاؤں گا، اگر فرصت نہ ہوئی تو لوٹ آؤں گا''۔

جب حضرت نے دیکھا کہ اصلاح پذیر ہوگئے ہیں تو دلجوئی کے طور پر لکھا:-

''اب پورے فہم سے کام لیا گیا ہے جس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ پہلے آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا، اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا، اگر فرصت ہو تو آپ تشریف لے آیئے، ورنہ مجھ کو اجازت فرمایئے کہ خود حاضر ہوجاؤں!''

غرض یہ کہ وہ خود آئے۔

آپ نے فرمایا کہ میرا یہ طرزِ عمل اس لئے تھا کہ یہ دُنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں، اہلِ دین کو بے وقوف سمجھتے ہیں، ان کو یہ دکھلانا تھا کہ اہلِ علم کی یہ شان ہے کہ پہلے تو تذلّل سے بچنا مقصود تھا، مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کرچکے تو اب کھینچنا تکبّر تھا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے محفوظ رکھا، ملاقات کے دوران وہ نواب صاحب حیدرآباد کی بیدار مغزی اور انتظامِ سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے۔ اس کے بعد کہا کہ نواب صاحب سے

ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہے۔

آپ نے پوچھا- ''یہ آپ کی خواہش ہے یا نواب صاحب کی؟''

کچھ سکوت کے بعد کہا کہ- ''میری ہی خواہش ہے''

آپ نے سوال کیا کہ:

''جس وقت آپ نے مناسب یا غیر مناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا، اس پر بھی غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟

کہا:- ''نواب صاحب کا''

آپ نے فرمایا:- ''نفع نواب صاحب کا، اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جا رہی ہے، مطلوب کو طالب اور طالب کو مطلوب بنایا جا رہا ہے''

اس پر کوئی جواب نہ دیا۔

آپؒ نے فرمایا کہ:-

''اب میں خود عرض کر رہا ہوں کہ اس صورت میں بذاتِ خود ملاقات کو جاؤں، مضرت ہی مضرت ہے، نفع کچھ نہیں، اگر میں ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہوں گا، اس صورت میں ان کو مجھ سے کچھ نفع نہ ہوگا، ہاں ان سے مجھ کو نفع ہو سکتا ہے، اس لئے کہ ان کے پاس جو چیز ہے وہ مجھے ملے گی، یعنی دنیا، وہ بقدرِ ضرورت بحمد اللہ میرے پاس بھی ہے، اور جو میرے پاس ہے وہ بقدرِ ضرورت بھی ان کے پاس نہیں یعنی دِین، اگر میں گیا بھی، اور جو ان کے پاس ہے یعنی دنیا، منصب، وظیفہ (وغیرہ) وہ مل بھی گیا تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے، اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف، اگر قبول نہیں کروں تو آدابِ شاہی کے خلاف، کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سُبکی اور اہانت

ہوگی اور چونکہ اس وقت میں ان کے حدود میں ہوں، اس کی پاداش میں اخراج وغیرہ جو چاہیں میرے لئے تجویز کر سکتے ہیں، تو نواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا، اور میرا نقصان ہوگا...... یہ امر بھی شانِ سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں۔ الخ"

یہ سن کر...... نواز جنگ صاحب کی آنکھیں کھل گئیں، اور کہا کہ......

"ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی"۔

غرض کہ استغناء اور توکل کی وجہ سے حضرت والا ہر جگہ غالب ہی رہتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

...... مدحت شیخ ......

یہ روئے انور یہ خوئے زیبا، جمال ایسا کمال ایسا
خدا کی قدرت کا ہے کرشمہ، جمال ایسا کمال ایسا
کہیں نہ دیکھا، کہیں نہ پایا، جمال ایسا کمال ایسا
دکھائے کوئی اگر ہو دعویٰ، جمال ایسا کمال ایسا
جہاں سارا تو چھان مارا، بتاؤ انصاف سے خدا را
کہیں بھی اے مہر و ماہ دیکھا، جمال ایسا کمال ایسا
بھلا وہ سمجھے تو کیسے سمجھے بھلا وہ جانے تو کیسے جانے
جو قلب اور عقل کا ہو اندھا، جمال ایسا کمال ایسا

(مجذوبؔ)

......﴿حکیم الامت خود اپنی نظر میں﴾......

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے تھانہ بھون میں متعینہ ایک پولیس افسر نے بیعت کی درخواست کی، جس کے جواب میں آپ نے انہیں اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھا:

میں ایک خشک طالب علم ہوں، اس زمانہ میں جن چیزوں کو لوازم درویشی سمجھا جاتا ہے جیسے میلاد شریف، گیارہویں، عرس، نیاز، فاتحہ، قوالی و تصرف و مثل ذالک۔ میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اس خشک طریقے پر رکھنا پسند کرتا ہوں۔ میں نہ صاحب کرامت ہوں اور نہ صاحب کشف، نہ صاحب تصرف، نہ عامل، صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں، اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا، نہ اپنی حالت، نہ اپنی کوئی تعلیم، نہ امور دینیہ کے متعلق کوئی مشورہ چھپانا چاہتا ہوں، عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا، البتہ عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ضرور ہوتا ہوں۔

میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں، نہ کسی کی سفارش، اس لئے بعض اہل رائے مجھ کو خشک کہتے ہیں، میرا مذاق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں، خواہ حرفی ہی اذیت ہو۔ سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کیلئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے، خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ، خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا، خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر، کسی کی غیبت۔ خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈالنا یا کوئی ناگوار رنجیدہ

معاملہ کرنا اور اگر اپنی غلطی سے ایسی بات ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

مجھے انکا اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع خلاف شرع دیکھ کر تو صرف شکایت ہوتی ہے مگر ان امور میں کوتاہی دیکھ کر بیحد صدمہ ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس سے نجات دے۔(سیرت اشرف)

معمولات رمضان

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے معمولات رمضان کے میں نے فضائل رمضان کی تالیف کے وقت بھی احباب سے معلومات کرنی چاہی اس لئے کہ اس سیہ کار کو اپنی محرومی کی وجہ سے کبھی ماہ رمضان میں حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری کی نوبت نہیں آئی، اس لئے حضرت قدس سرہٗ کی حیات میں بھی اپنے مخلص بزرگ خواجہ عزیز الحسن صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جو آپ بیتی نمبر ۵ میں طبع ہو چکا اور اس رسالہ میں بھی حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے حالات میں گذر چکا، اور اب اس وقت اس رسالہ کی تالیف کے وقت بھی حضرت قدس سرہٗ کے متعدد خدام سے جن کو ماہ مبارک میں حضرت کی خدمت میں جزءً یا کلاً حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ان سے دریافت کیا مگر تادم تحریر تو مجھے اس میں کامیابی نہیں ہوئی البتہ معمولات اشرفیہ میں یہ مضمون لکھا ہے کہ رمضان میں حضرت والا اکثر خود قرآن شریف سناتے ہیں،

اور بلا مانع کبھی قرآن سنانا نہیں چھوڑتے، نصف قرآن تک سوا پارہ، پھر ایک پارہ روزانہ پڑھتے ہیں، ستائیسویں شب کو اکثر ختم کرتے ہیں، جو خوبیاں حضرت والا کے پڑھنے میں ہیں وہ سننے ہی سے تعلق رکھتی ہیں، ترتیل وہی رہتی ہے جو عام طور سے نماز پڑھانے میں ہوتی ہے، اگر کبھی جلدی بھی پڑھانا ہوتا ہے تو حرفوں کا تناسب وہی قائم رہتا ہے جو آہستہ پڑھنے میں ہوتا ہے، اوقاف لہجہ کی رعایت جیسی حضرت والا کے پڑھنے میں ہوتی ہے کہیں کم پائی جاسکتی ہے، یاد اتنا اچھا ہے کہ متشابہ شاذ و نادر ہی لگتا ہے، قرآن شریف سے طبعاً حضرت والا کو ایسی مناسبت ہے کہ گویا از اول تا آخر نظر کے سامنے ہے، کوئی لفظ یا کوئی آیت پوچھی جائے کہ کہاں آئی ہے تو بالبدیہ جواب دے سکتے ہیں، بمقام کانپور جماعت تراویح میں مجمع اس قدر ہوتا تھا کہ جو کوئی مغرب کے بعد پھرتی سے کھانا کھا کر پہونچ گیا تو جگہ ملی ورنہ محروم رہا، اس قدر مجمع میں سجدۂ تلاوت کرنے میں دقت تھی، اور بہتوں کی نماز جاتے رہنے کا اندیشہ تھا، اس واسطے ایک مرتبہ اس روایت پر عمل کیا گیا کہ آیت سجدہ کے بعد اگر فوراً رکوع کیا جاوے تو سجدۂ صلوۃ میں سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جاتا ہے، مگر تعریف یہ ہے کہ رکعتیں چھوٹی بڑی نہیں ہوتی تھیں، رمضان میں روزہ عموماً مدرسہ میں مہمانوں کے ساتھ افطار فرماتے ہیں، اور اذان اول وقت بہت ٹھیک وقت پر ہوتی ہے اور اطمینان کے ساتھ افطار کر کے ہاتھ دھو کر کلی کر کے بطمانیت وسکون نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، اذان اور جماعت کے درمیان اتنا وقت بخوبی ہوتا ہے کہ کوئی چاہے تو اطمینان سے وضو کر لے اور تکبیر اولیٰ نہ جائے، اہل محلّہ اپنے گھروں پر افطار کر کے بخوبی تکبیر اولیٰ میں شریک ہوتے ہیں، نماز مغرب سے حسب معمول مع اوراد فارغ ہو کر کھانا

نوش فرماتے ہیں، اور عشاء کی نماز کے لئے روزانہ وقت کے قریب ہی کھڑے ہوتے ہیں، تراویح نہایت اطمینان کے ساتھ پڑھتے ہیں، بین الترویحات اذکار مسنونہ ادا فرماتے ہیں، رکعات کے رکوع وسجود ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تمام نمازوں کے، تہجد کے وقت بھی قرأت اکثر سری اور کبھی جہری کرتے ہیں، اگر مسجد میں بوجہ معتکف ہونے کے ہوتے ہیں تو بسا اوقات حضرت کے پیچھے تہجد میں دو چار آدمی مقتدی بن جاتے ہیں اور حضرت اس کو منع نہیں کرتے، ہاں اس کا اہتمام بھی نہیں کرتے کہ تہجد جماعت کے ساتھ ہوا کرے، بلکہ ایک مرتبہ یہ بھی دیکھا کہ آنکھ ذرا دیر میں کھلی تو مقررہ قرآن دو رکعت میں پڑھ کر فرمایا سحری کھالو، پھر اگر وقت بچے تو اپنا اپنا تہجد پورا کرلو، بعد تہجد آرام فرما کر فجر کے لئے حسب معمول اٹھ بیٹھتے ہیں، اور دن اور رات کے تمام معمولات جاری رہتے ہیں، کبھی اعتکاف بھی کرتے ہیں، پورے عشرۂ اخیرہ یا تین روز اعتکاف میں رہتے ہیں، اس وقت انوار وبرکات کا گویا مینھ برستا ہے۔

اعتکاف میں تصنیف کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے، قصد السبیل اعتکاف ہی میں آٹھ دن میں لکھی گئی ہے، ایک اور کتاب بھی قصد السبیل کے ساتھ ان ہی دنوں میں لکھی گئی تھی، یعنی الفتوح فیما یتعلق بالروح، ایک مرتبہ احقر حکیم محمد مصطفیٰ کو ۲۸ ر رمضان کو تھانہ بھون حاضر ہونے کا موقع ملا، خیال غالب جلی تصح سے یہ تھا کہ قرآن ختم ہولیا ہوگا، کیونکہ اکثر جگہ ستائیسویں شب میں ختم ہوجاتے ہیں، نیز مسجد کی کسی ہیئت میں یا جماعت میں معمول کے خلاف کوئی تبدیلی نہ تھی اور اس کے خلاف کا واہمہ بھی نہ ہوا، اور اتفاقی بات ہے کہ حضرت نے تراویح سورۃ والضحیٰ سے شروع کیں، اس سے اور اس خیال کی تائید

ہوئی، کیونکہ والضحیٰ سے اکثر اس وقت پڑھتے ہیں جب کہ قرآن ختم ہو چکا ہو، جب حضرت نے سورۂ اقرأ پر بسم اللہ پڑھی تو خیال ہوا کہ آج ختم کا دن ہے، چنانچہ یہ خیال صحیح نکلا، بعد ختم دعا مانگی گئی، جس میں معمول سے کچھ بین زیادتی نہ تھی، اور ایک چراغ جو روزانہ جلتا تھا اس کے علاوہ نہ کوئی دوسرا چراغ تھا اور نہ آدمیوں میں زیادتی تھی نہ مٹھائی بٹی، ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کچھ مٹھائی بانٹوں، مگر حضرت نے منع فرمادیا کہ آج نہیں آپ کا دل چاہے تو کل کو بانٹ دیجئے، نہ اجوائن وغیرہ پر دم ہوا، حضرت نے اوائل سورۂ بقرہ اِلَی المُفْلِحُوْن تک پڑھا۔ (معمولات اشرفی)

دوسری جگہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے روزانہ کے معمولات میں لکھتے ہیں کہ حضرت اکثر نصف شب کے بعد تہجد کے لئے اٹھتے ہیں، کبھی سدس لیل میں کبھی اس سے مقدم مؤخر، اکثری عادت آٹھ رکعت کی ہے، کبھی کم زیادہ بھی، ماہ مبارک میں تہجد کی نماز میں ایک پارہ روزانہ پڑھتے دیکھا، اور بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ جب حضرت تہجد کی نماز پڑھتے تو محسوس ہوتا تھا کہ ایک نور مثل صبح صادق اوپر کو اٹھتا اور سفید رنگ کے شعلے حضرت کے جسم سے بار بار اوپر کو اڑتے تھے"۔ (معمولات اشرفی) حسن العزیز جلد اول کے ملفوظات رمضان ۳۴ھ کے شروع میں ایک مضمون حضرت حکیم الامت نے خود تحریر فرمایا جس میں اپنے سابقہ طرز سیاست کو موعظت کی طرف منتقل کرنے کی وجہ بیان کیں، اس میں تحریر ہے کہ "اسی اثناء میں ماہ مبارک کا مہینہ ہزاروں خیر و برکت کے ساتھ رونق افروز ہوا، چونکہ اس ماہ میں عموماً تعلقات کی تقلیل ہو جاتی ہے، بالخصوص امسال کہ بوجہ خستگی طبیعت کے مہینہ بھر کے جمعوں کا وعظ بھی دوسرے احباب کے سپرد کر دیا گیا تراویح میں

ختم قرآن کے لئے بھی دوسرے صاحب تجویز کر لئے گئے، پہلے کی طرح کوئی سبق بھی شروع نہیں کرایا گیا، تعلیم ذکر و شغل کی بھی تعطیل رہی جو پارسال بھی رہی تھی، تو اس طرح اب کا رمضان بہت ہی زیادہ بے تعلقی پر مشتمل تھا، اس وجہ سے اس تجویز کے آغاز نفاذ کے لئے یہ ماہ زیادہ مناسب معلوم ہوا پس بنام خدا آج سے طرز سیاست کو طرز موعظت سے بدلتا ہوں، اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں''۔ اس کے بعد ایک ملفوظ میں ارشاد ہے کہ افطار کے بعد کسی قدر کم کھاوے تاکہ سحری رغبت کے ساتھ کھائی جاوے، یہ بھی فرمایا کہ میں زائد چیزیں مثلاً آم وغیرہ بعد تراویح کے کھاتا ہوں تاکہ نماز میں گرانی نہ رہے، اور رمضان المبارک میں کچھ نہ کچھ زائد چیزیں ہوتی ہی ہیں، کسی نے آم بھیج دیئے، کسی نے پھلواریاں بھیج دیں، اور خود گھر میں بھی نئی چیزیں پکتی رہتی ہیں، آخر حدیث شریف میں ہے کہ شھر یزاد فیه رزق المؤمن یعنی مؤمن کا رزق رمضان میں بڑھ جاتا ہے، اس کے آگے لکھتے ہیں، فرمایا کہ مجھ سے رمضان شریف میں اور عبادتیں نہیں ہوتیں، اوقات میں گڑبڑ ہو جاتی ہے، بس آج کل روزہ اور تراویح کے سامنے ساری عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں جیسے آفتاب کے سامنے سارے تارے ماند ہو جاتے ہیں، اپنی کم ہمتی کی میں نے یہ تاویل کر رکھی ہے کہ اور سب عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں، گویا رمضان شریف کا پورا نور مجھے حاصل ہوتا ہے، تراویح میں قاری صاحب کا کلام مجید سن کر پھر مستورات میں جاکر چار رکعت میں اپنا کلام مجید سناتے ہیں، اس میں لیٹتے لیٹتے بارہ بج جاتے ہیں پھر ڈھائی بجے سحری کے لئے اٹھ بیٹھتے ہیں، پھر اکثر صبح تک نہیں سوتے، پھر نیند بھی حضرت کو بمشکل تمام بہت دیر کے بعد آتی ہے اور وہ بھی کبھی آتی ہے کبھی نہیں، کمی نیند کی ہمیشہ سے سخت

شکایت ہے، آجکل برائے نام دو گھنٹے سونے کو ملتے ہیں، پھر فرمایا کہ اس صورت میں تو خواہ مخواہ ہی سونے کا نام کرتا ہوں، ورنہ ہمت کروں تو ساری رات بیدار رہوں، دو گھنٹے بیٹھ کر کچھ پڑھتا ہوں، لیکن شاید اسلئے توفیق ہمت کی نہیں ہوتی کہ نفس کو یہ فخر کرنے کا موقع نہ ملے کہ ہم ساری رات جاگتے ہیں (حسن العزیز) ایک صاحب کے سوال پر کہ رمضان میں عبادات کی زیادتی دوام کے تو خلاف نہیں؟ تو فرمایا اگر کوئی رمضان کے لئے اپنے معمولات بڑھالے تو دوام کے خلاف نہیں، کیونکہ اول ہی سے دوام کا قصد نہیں، حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال رمضان میں زیادہ ہوجاتے تھے (انفاس عیسیٰ) ایک جگہ مولوی حکیم محمد یوسف صاحب بجنوری تحریر کرتے ہیں کہ امسال یعنی ۱۳۳۷ھ میں بندہ کا قیام تھانہ بھون میں رہا، اور ماہ رمضان میں من اولہ الی آخرہ یہ عاجز تراویح میں شریک رہا، حضرت والا نے قرآن شریف سنایا، چونکہ حضرت والا ہر کام میں سنت کا اتباع کرتے ہیں اس لئے میرا دل چاہا کہ حضرت کے یہاں کی تراویح کا پورا نقشہ کھینچ دوں، تاکہ جن حضرات کی نظر سے یہ مضمون گذرے وہ بھی اس کا اتباع کریں۔

”رمضان شریف میں حضرت کے یہاں عشاء کی اذان کا وقت غروب سے ایک گھنٹہ چالیس منٹ بعد تھا، اور پون گھنٹے بعد جماعت ہوتی تھی، فرضوں میں طویل قرأت نہیں ہوتی تھی، اکثر والتین الم ترکیف وغیرہ پڑھتے تھے، تراویح میں بہ نسبت فرضوں کے ذرارواں قرأت ہوتی تھی، مگر ہر حرف سمجھ میں آتا تھا اظہار واخفاء کی بھی رعایت ہوتی تھی، اول اول سوا پارہ پڑھا، پھر کم کردیا تھا، اور ستائیسویں شب میں ختم کردیا، کل وقت فرض اور تراویح اور وتر میں ڈیڑھ گھنٹہ یا کبھی اس سے کچھ کم خرچ ہوتا تھا، ہر ترویحہ میں

پچیس مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے، جس میں خفیف سا جہر بھی ہوتا میں نے حضرت سے دریافت کیا تو فرمایا کہ ترویحہ میں کوئی ذکر شرعاً معین تو ہے نہیں، میں تو ترویحہ میں درود شریف پڑھتا ہوں کہ مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے، اور پچیس کی مقدار اس واسطے کہ اس عرصہ میں کسی کو پانی پینے یا کسی چیز کی ضرورت ہو تو ہو فارغ ہوسکتا ہے، تراویح کے بعد دعا مانگی جاتی ہے، اس کے بعد وتر پڑھتے، اور سجدۂ تلاوت میں کبھی سجدہ کرتے کبھی رکوع کرتے، حضرت والا نے اقرأ سے پہلے بسم اللہ کو جہر سے پڑھا، قل ہو اللہ صرف ایک مرتبہ پڑھی، ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا تو فرمایا کہ قل ہو اللہ کے تین مرتبہ پڑھنے کی رسم بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے، اور بعض کے نزدیک مباح اس لئے مستحب سمجھنا تو سخت غلطی ہے، اور تراویح میں تکرار یہ محض رسم ہی رہ گئی ہے، اس کے متعلق طویل ملفوظ مستقل ہے، جس میں یہ بھی ہے کہ حدیث پاک میں یہ آیا ہے کہ سورۂ اخلاص ثلث قرآن ہے نہ یہ کہ تین دفعہ پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے، شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس کے متعلق عجیب جواب ہے وہ یہ کہ حدیث سے اتنا معلوم ہوا کہ سورہ اخلاص پڑھنے سے ثلث قرآن کا ثواب ملے گا، تو تین دفعہ پڑھنے سے تین ثلث قرآن کا ثواب ملے گا، اور تین ثلث سے پورا قرآن ہونا لازم نہیں آتا، یہ تو ایسا ہوا جیسا کسی نے دس پارے تین دفعہ پڑھے، ظاہر ہے کہ اس طرح پڑھنے کو پورا قرآن نہیں کہا جا سکتا۔ (حسن العزیز)

تراویح کے بعد حضرت روزمرہ کے معمول کے موافق تشریف لے گئے نہ روشنی میں اضافہ تھا نہ مٹھائی تھی، ختم ہونے کے بعد تین دن تک تراویح میں پہلے دن والضحیٰ سے اخیر تک پڑھا دوسرے دن الم ترکیف سے اور تیسرے دن عم یتسائلون کا پارہ نصف کے

قریب پڑھا۔ (حسن العزیز)

اللہ کا شکر ہے حضرت حکیم الامت کے بہت سے معمولات مل گئے، فللّٰہ الحمد،

ایک تفریحی واقعہ

یہ آپ بیتی میں بہت جگہ گذر چکا ہوگا کہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کا میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بہت ہی معاصرانہ بے تکلفانہ اور مزاحانہ برتاؤ تھا، اس کے تو بہت سے واقعات وقتاً فوقتاً ذہن میں آئے، ایک مرتبہ ماہ مبارک میں میرے والد صاحب حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں مہمان ہوئے تو والد صاحب نے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی سے پوچھا کہ افطار کا کیا معمول ہے تو حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ گھنٹہ کے بعد تین چار منٹ شرح صدر کا انتظار کرتا ہوں، اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وجہ سے اس دن کچھ اہتمام بھی زیادہ تھا، میرے والد صاحب نے جنتری کے موافق گھڑی دیکھی اور پھر آسمان کو دیکھا اور افطار شروع کر دیا یہ کہہ کر کہ آپ اپنے شرح صدر کا انتظار کرتے رہیں، اور ان کے ساتھ ان کے خدام نے بھی شروع کر دیا، اور حضرت حکیم الامت اور ان کے خدام انتظار میں رہے، ایک دو منٹ کے بعد حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے میرا شرح صدر ہوگا، اتنے یہاں تو کچھ رہنے کا نہیں، تراویح کے بعد حضرت تھانوی نے میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے پوچھا کہ مولانا سحر کا کیا معمول ہے، والد صاحب نے کہا کہ ایسے وقت ختم کرتا ہوں کہ دن بھر یہ خیال رہے کہ روزہ ہوا کہ نہیں (یہ تو مبالغہ تھا ورنہ دو تین منٹ صبح صادق سے پہلے ختم سحر کا معمول تھا) حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرا معمول صبح صادق سے ایک گھنٹہ قبل فارغ ہونے کا ہے، والد صاحب نے کہا کہ آپ اپنے وقت پر کھالیں میں اپنے وقت پر،

ڈیڑھ دن کا روزہ میرے بس کا نہیں، حضرت تھانوی نے فرمایا یہ تو نہیں ہوگا کھاویں گے تو ساتھ ایسا کریں کہ ایک دن کے لئے آپ مشقت اٹھالیں، اور ایک دن کے لئے میں آپ کی خاطر میں مشقت اٹھالوں، اس پر فیصلہ ہوا کہ پون گھنٹہ پہلے شروع کردیا جائے تا کہ ۱۵-۲۰ منٹ کھانے میں لگیں اور تقریباً آدھ گھنٹہ پہلے فراغت ہوجائے، (آپ بیتی نمبر ۴) یہاں تک مضمون لکھنے کے بعد ہمارے مدرسہ کے ناظم حضرت مولانا الحاج محمد اسعد اللہ صاحب نے ایک پرچہ میرے پاس بھیجا کہ تو نے خواجہ صاحب سے جو سوالات کئے تھے ان میں سے جن نمبروں کا مجھے علم ہے ان کا جواب حسب ذیل ہے (٦) افطار مجمع کے ساتھ ہوتا تھا (۸) جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی تغیر نہیں ہوتا تھا، (یعنی مغرب کے بعد کی نوافل میں کماً یا کیفاً) (۹) اوّابین کی چھ رکعات ادا فرماتے تھے، اور کبھی بیٹھکر بھی میں نے پوچھا تھا حضرت سے کہ بیٹھکر کیوں پڑھتے ہیں تو حضرت نے فرمایا کہ غرور نہ ہو، اور نماز میں پنکھا نہیں جھلواتے تھے، میں نے پوچھا نماز کے وقت پنکھا کیوں نہیں جھلواتے تو حضرت نے فرمایا عبادت میں جی نہیں چاہتا (۱۸) صبح کی نماز میں اسفار کے متعلق رمضان یا غیر رمضان میں کوئی فرق نہیں ہوتا تھا، (۲۱) میرے علم میں حضرت دور نہیں کرتے تھے، (۲۲) جہاں تک مجھے یاد ہے اکثر دیکھ کر تلاوت قرآن کرتے تھے، قرآن شریف بہت ہی اچھا یاد تھا، میں نے صرف بس دو آدمیوں کو دیکھا جتنا قرآن اچھا یاد تھا اتنا کسی کو نہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے قاری عبدالخالق صاحب۔ فقط

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میرے رمضان کے معمولات وہی معمولات ہیں جو غیر رمضان میں تھے، بعض حضرات کے یہاں روزہ کی افطاری میں کافی معمولات ہیں، کہ کھجور یا زمزم سے روزہ افطار کرنے کا اہتمام ہوتا ہے، میرا تو عام معمول یہ ہے کہ جو

چیز افطاری کے وقت قریب ہو چاہے وہ کھجور ہو، زمزم ہو، گرم پانی ہو، امرود ہو اس سے روزہ افطار کر لیتا ہوں۔ (افاضات یومیہ)

مکتوب حضرت شیخ زکریا کاندھلویؒ

بنام/ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

مخدومی! حضرت خواجہ صاحب زاد مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' یہ سن کر کہ آپ کچھ طویل مدت کے لئے تھانہ بھون میں مقیم ہیں بے حد مسرت ہوئی حق تعالیٰ شانہ' ترقیات سے نوازیں، اس وقت باعث تکلیف دہی ایک خاص امر ہے جس کے لئے بڑے غور کے بعد جناب ہی کی خدمت میں عرض کرنا مناسب معلوم ہوا کہ حضرت مولانا تھانوی کے یہاں آپ سے زیادہ بے تکلف شاید کوئی نہ ہو، اس لئے جناب کو اس میں سہولت ہوگی، مجھے حضرت کے معمولات رمضان شریف معلوم کرنے کا اشتیاق ہے، خود حضرت سے پوچھتے ہوئے تو ادب مانع ہے، اور خود حاضر ہو کر دیکھوں تو ایک دو روز میں معلوم ہونا مشکل ہے، اس لئے جناب کو واسطہ بناتا ہوں، امید کہ اس تکلیف کو گوارا فرمائیں گے۔

سوالات سہولت کے لئے میں خود ہی عرض کرتا ہوں (۱) وقت افطار کا کیا معمول ہے، یعنی جنتریوں میں جو اوقات لکھے جاتے ہیں ان کا لحاظ فرمایا جاتا ہے یا چاند وغیرہ کی روشنی کا (۲) اگر جنتری پر مدار ہے تو تقریبا کتنے منٹ احتیاط ہوتی ہے یا بالکل نہیں ہوتی (۳) افطار میں کسی خاص چیز کا اہتمام ہوتا ہے یا کل ما تیسر اگر اہتمام ہوتا ہے تو کس چیز کا (۴) افطار اور نماز میں کتنا فصل ہوتا ہے (۵) افطار مکان پر ہوتا ہے یا مدرسہ میں (۶) مجمع کے ساتھ افطار فرماتے ہیں یا تنہا (۷) افطار کے لئے کھجور یا زمزم کا اہتمام فرمایا

جاتا ہے یا نہیں (۸) مغرب کے بعد نوافل میں کما یا کیفا کوئی خاص تغیر ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تو کیا (۹) اوّابین میں تلاوت کا کیا معمول ہے، رمضان اور غیر رمضان دونوں کا کیا معمول ہے (۱۰) غذا کا کیا معمول ہے یعنی کیا کیا اوقات غذا کے ہیں، نیز رمضان اور غیر رمضان میں کوئی خاص اہتمام کمی زیادتی کے اعتبار سے معتاد ہے یا نہیں (۱۱) تراویح میں امسال تو معلوم ہوا ہے کہ علالت کی وجہ سے مدرسہ میں سنتے ہیں، مگر مستقل عادت شریفہ کیا ہے، خود تلاوت یا سماع اور کتنا روزانہ (۱۲) ختم کلام مجید کا کوئی خاص معمول مثلاً ستائیس شب یا انتیس شب یا کوئی اور شب ہے یا نہیں، (۱۳) تراویح کے بعد خدام کے پاس تشریف فرما ہونے کی عادت شریفہ ہے یا نہیں فوراً مکان تشریف لیجاتے ہیں یا کچھ دیر کے بعد تشریف لے جاتے ہیں تو یہ وقت کس کام میں صرف ہوتا ہے (۱۴) مکان تشریف لیجا کر آرام فرماتے ہیں یا کوئی خاص معمول ہے اگر آرام کرتے ہیں تو کس وقت سے کس وقت تک (۱۵) تہجد میں تلاوت کا کیا معمول ہے یعنی کتنے پارے کس وقت سے کس وقت تک (۱۶) سحر کا کیا معمول ہے یعنی کس وقت تناول فرماتے ہیں، اور طلوع فجر سے کتنا قبل فارغ ہو جاتے ہیں (۱۷) سحر میں دودھ وغیرہ کسی چیز کا اہتمام ہے یا نہیں، روٹی تازی پکتی ہے یا رات کی رکھی ہوئی (۱۸) صبح کی نماز معمول کے مطابق اسفار میں ہوتی ہے یا کچھ مقدم (۱۹) دن میں سونے کا کوئی وقت ہے یا نہیں، اگر ہے تو صبح کو یا دوپہر کو (۲۰) روزانہ تلاوت کا کوئی خاص معمول ہے یا نہیں، یعنی کوئی خاص مقدار تلاوت کی رمضان میں مقرر فرمائی جاتی ہے یا نہیں (۲۱) کسی دوسرے شخص کے ساتھ دور کا یا سنانے کا معمول ہے یا نہیں (۲۲) تلاوت حفظ اکثر فرمائی جاتی ہے یا دیکھ کر (۲۳) اعتکاف کا معمول ہمیشہ کیا رہا ہے، اور اعتکاف عشرہ سے زیادہ ایام کا مثلاً اربعینہ کا

کبھی حضرت نے فرمایا ہے یا نہیں، (۲۴) اخیر عشرہ میں اور بقیہ حصۂ رمضان میں کوئی فرق ہوتا ہے یا نہیں (۲۵) ان کے علاوہ کوئی اور خاص عادت شریفہ آپ لکھ سکیں بہت ہی کرم ہوگا، اگر مفصل جواب تحریر فرمائیں گے، اور اگر حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے معمولات کا پتہ لگا سکیں تو کیا ہی کہنا کہ حضرت مولانا ہی کی ذات اب ایسی ہے جو حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل معمولات کچھ بتا سکتی ہے، جناب کو تکلیف تو ضرور ہوگی مگر مشائخ کے معمولات خدام کے لئے اسوہ ہوکر انشاء اللہ بہتوں کو نفع ہوگا دعاء کا متمنی اور مستدعی۔ فقط والسلام

(زکریا عفی عنہ)

الجواب

مخدوم ومکرم ومعظم مد فیوضکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ شرف صدور لایا، چونکہ حضرت اقدس کے بعض بلکہ اکثر معمولات رمضان المبارک پر میں خود ہی مطلع نہ تھا اس لئے بضرورت جناب کا والا نامہ خدمت اقدس میں پیش کیا تو حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ صرف یہ لکھدیا جاوے کہ اگر چاہیں وہ براہ راست خود مجھ سے دریافت کرلیں، جواباً اطلاعاً عرض ہے، چونکہ اعتکاف میں ہوں اس لئے پنسل سے لکھ رہا ہوں، گستاخی معاف ہو۔ والسلام

طالب دعاء خیر

عزیز الحسن عفی عنہ

مولانا الحاج سید ظہور الحسن صاحب تھانوی

ناظم ومتولی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

مولانا الحاج سید ظہور الحسن صاحب ناظم ومتولی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون جن کی خدمت میں دیگر احباب کے ساتھ میں نے معمولات کے متعلق استفسار کیا تھا، ان کے یکے بعد دیگرے دوگرامی نامے پہونچے اور پیام بھی کہ انکو اکابر کے معمولات کے ساتھ ضرور شائع کیا جائے، انہوں نے پہلے خط مکتوب ۱۶/ جمادی الثانیہ میں لکھا، میں نے چونکہ خط ان کے صاحبزادے مولوی نجم الحسن سلمہ، کی معرفت بھیجا تھا کہ وہ آجکل مدرسہ مظاہر علوم میں پڑھ رہے ہیں، مولانا نے بھی جواب ان ہی کی معرفت بھیجا، وہ لکھتے ہیں،

جوابی مکتوب

”عزیزم سید نجم الحسن سلمہ، السلام علیکم ورحمتہ اللہ، تمہاری معرفت حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کا گرامی نامہ موصول ہوا، آں عزیز کو معلوم ہے کہ میں چند گھنٹے کے لئے دس گیارہ بجے دن کو آتا ہوں عصر سے پہلے واپسی ہوجاتی ہے اسلئے حضرت شیخ کی ملاقات سے محروم آتا ہوں، کیونکہ وہ ملاقات کا وقت نہیں ہوتا، بہرحال کوشش کروں گا کہ شب کو قیام کروں، میرا حافظہ بہت کمزور ہے روایت باللفظ پر قادر نہیں، یہ واقعہ خط لکھنے کا رمضان ۴۹ھ کا ہے، خواجہ صاحب کے نام خط کا جانا یاد ہے، اس سلسلہ میں مختلف اوقات میں حضرت حکیم الامت رحمتہ اللہ علیہ نے مختلف موقعوں پر مختلف عنوان سے ملفوظات بیان فرمائے ہیں جو ملفوظات کے مطالعہ یا سنانے کے وقت سامنے آجاتے ہیں، اس وقت جو ذہن میں ہے وہ یہ ہیں، فرمایا کہ مامور بہ معمولات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ہیں،

امتی کے معمولات مامور بہ نہیں، نیز ان کو جمع کرنا بعض وجوہ سے مضر بھی ہے، اس لئے ان کے در پے ہونا مناسب نہیں، ان کے جمع کرنے میں ایک مضرت یہ ہے کہ ان کو پڑھنا دو حال سے خالی نہیں، یا پڑھنے والے کے معمولات ان بزرگ کے معمولات سے زائد ہیں یا کم، اگر زائد ہیں تو ہمت ٹوٹے گی، کہ جب اتنے بڑے بزرگ کے اتنے تھوڑے معمولات ہیں تو ہم چھوٹے ہو کر کیوں اتنی مشقت برداشت کریں، اور اگر زائد ہیں تو پست ہمتی کا احساس کر کے تعطل ہو جاتا ہے"۔ ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میرے معمولات ہی کیا ہیں جن کو بیان کیا جائے میرے معمولات تو رمضان اور غیر رمضان میں یکساں ہیں۔ تمام اوقات گھرے ہوئے ہیں، اس لئے رمضان میں کوئی نیا وقت نہیں ملتا، جس سے زیادتی کی توفیق ہو، تمام وقت رمضان اور غیر رمضان میں انہی کاموں میں گھرا رہتا ہے"۔ آئندہ کوئی بات یاد آئی یا کوئی ملفوظ مطالعہ کے وقت سامنے آگیا تو مطلع کروں گا"۔ والسلام

بندہ ظہور الحسن غفرلہ

اس کے بعد مولانا ظہور الحسن صاحب کا دوسرا گرامی نامہ ۱۸ ؍ ر ج ۲ کا بعنوان گذشتہ سے وابستہ ملا، جس میں تحریر فرمایا۔

"مختلف بزرگوں کے معمولات جمع کرنے کے مفاسد میں ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ عوام اپنی بصیرت کی کوتاہی سے جس کی شب بیداری اور ذکر و تلاوت کی مقدار زیادہ دیکھیں گے اس کمیت و بزرگی کا معیار بنا کر ان کے متعلق افضلیت کا حکم لگائیں گے، اور جن میں کمی دیکھیں گے ان کو مفضول قرار دیں گے، اور باہمی تنافس سے دوسروں کی تنقیص کے مرتکب ہوں گے، کیفیت اور دوسری خدمات دینی کی نوعیت سے لاعلمی کی بنا

پر جو حضرات اصلاح خلق کے اہم فرض کفایہ کی خدمات میں مشغولی کی وجہ سے زیادہ تلاوت، اوراد، اور شب بیداری وغیرہ کا موقع نہیں پاتے ان کو مفضول اور ادنی سمجھتے ہیں، اپنے ناقص اور خود ساختہ معیار سے غلط فیصلہ کر کے افضل کو مفضول قرار دیکر اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں، ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ فجر کے بعد اپنی جگہ ذکر تلاوت میں مشغول رہنا اور اشراق کی نفلیں پڑھ کر اٹھنا حسب روایت حدیث حج وعمرہ کا ثواب رکھتا ہے، ہوسکتا ہے کہ بعض اعمال اس سے بھی فوق ہوں، میرے ذوق میں نماز فجر کے بعد چہل قدمی اور تلاوت بہ نیت ''اعدوالہم الخ'' اس سے افضل ہے، چنانچہ حضرت کا خود کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر تقریبا دو میل مشی فرماتے، اور اس مشی میں کلام مجید کی ایک منزل کی تلاوت، مناجات مقبول کی ایک منزل بھی پوری فرمالیتے، پھر اشراق کی نفلیں پڑھتے، یہ تلاوت چونکہ تدبر کے ساتھ ہوتی تھی اس لئے عموماً بہت سے آئے ہوئے فقہی فتاویٰ اور تصوف کے سلسلہ کے سوالات کے جوابات بھی تلاوت کے ضمن میں آیات سے حل ہو جاتے، جن کو حالت مشی ہی میں ذہول کے خطرہ کی بنا پر پنسل کاغذ سے نوٹ فرمالیتے، اور جائے قیام پر پہونچ کر اپنے موقع پر نقل فرمالیتے، بظاہر تو یہ صرف مشی ہوتی تھی جس کو عرفاً اوراد و وظائف سے مستغنی نہیں سمجھا جاتا، اور حقیقت کے اعتبار سے یہ عرفی وظائف سے بدرجہا بڑھی ہوئی علمی اور اصلاحی خدمت تھی، خانقاہ سے مکان تک جانے میں راستہ میں ملنے والے بچوں سے تفریح اور خوش طبعی کی ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو فرماتے جاتے، ان کے جوابات سے نتائج اخذ فرماتے دولت خانہ میں پہونچ کر گھر والوں کے حقوق ادا کرنے کے لئے تفریحی گفتگو فرماتے، مہمان عورتوں کی حاجات سنتے، ان کے لئے اصلاحی باتیں فرماتے گویا زندگی کا ہر لمحہ بظاہر دنیا کے مشاغل میں

مصروف نظر آتا اور حقیقت میں وہ سب اصلاحی درس تھا، اس لئے عرفی اوراد وظائف سے کہیں بالاتر تھا، وہ عوام جو اس گہرائی سے ناواقف ہیں حقیقت تک نہ پہونچیں تو یہ ان کی علمی کوتاہی ہے۔ جن مصالح کے پیش نظر آپ اور بزرگوں کے معمولات اب شائع کرنے کا ارادہ فرمار ہے ہیں وہیں اگر ان ملفوظات کو بھی شائع فرمادیں تو عوام کی طرف سے جن مفاسد کا امکان ہے وہ جاتا رہے گا اور تصویر کا دوسرا رخ بھی سامنے آجائے گا، ورنہ جیسی مصلحت ہو، تعمیلاً للارشاد تحریر ہوا۔ (ماخوذ اکابر کا رمضان)

والسلام بندہ ظہور الحسن غفرلہ۔

عکس تحریر ۱۳۵۹ھ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

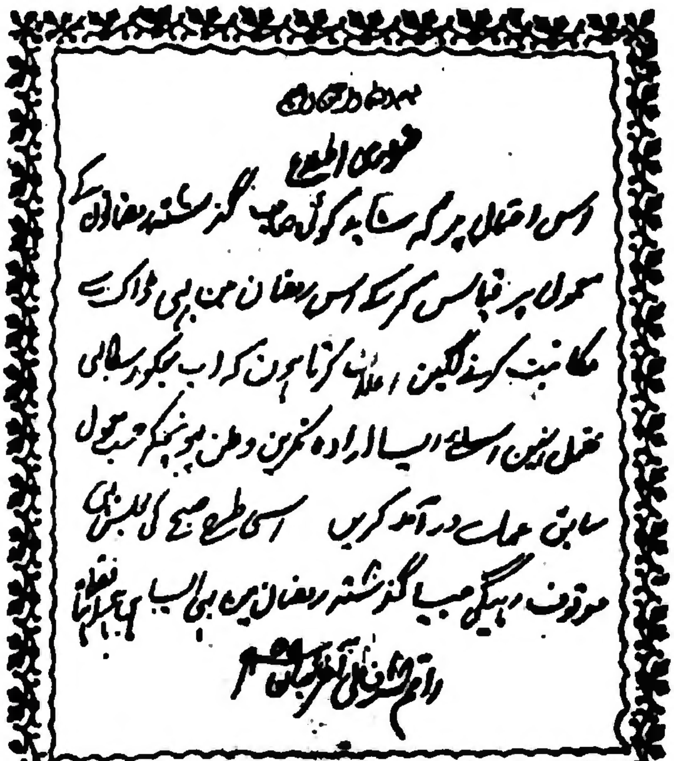

ضروری اطلاع

اس احتمال پر کہ شاید کوئی صاحب گذشتہ رمضانوں کے معمول پر قیاس کر کے اس رمضان میں بھی ڈاک سے مکاتبت کرنے لگیں، اطلاع کرتا ہوں کہ اب مجھکو حسب سابق تحمل نہیں اسلئے ایسا ارادہ نہ کریں وطن پہونچکر حسب معمول سابق عمل درآمد کریں اسی طرح صبح کی مجلس بھی موقوف رہیگی جیسا گذشتہ رمضان میں بھی ایسا ہی ہوا تھا فقط

راقم اشرف علی عفی عنہ

……مختصر حالاتِ وفات……

۱۶/رجب المرجب ۱۳۶۲ھ ہجری مطابق ۲۰/جولائی ۱۹۴۳ء یوم سہ شنبہ کو صبح ہی سے حضرت اقدسؒ فرمانے لگے کہ- آج تو ہاتھ پیروں کی جان سی نکل گئی ہے۔

ظہر کے بعد سے تنفس کی شکایت ہوگئی، فرمایا……اتنی تکلیف مجھے عمر بھر نہیں ہوئی، مگر کراہنے کے بجائے لفظ ''اللہ'' اس انداز سے فرمایا کہ سب کو کچھ تشویش سی ہوگئی، مگر گھبراہٹ کے آثار قطعاً نہیں پائے جاتے تھے، اسی وقت کیا تمام بیماری کے دوران میں کوہِ استقلال بنے، اور شدید و مدید علالت کی ساری تکالیف کو مردانہ وار نہایت صبر و سکون سے برداشت فرماتے رہے۔

آہ! کسے خبر تھی کہ ساعتِ موعود اتنی قریب آگئی تھی، آفتابِ علم و عرفاں کی آخری کرنیں بھی روپوش ہونے کو ہیں۔

اب عشاء کا وقت ہوگیا تھا، اہلیہ صغریٰ مدظلہا نے بوقت نزع دیکھا کہ جب سانس زور سے اوپر کو آتا تھا تو داہنے ہاتھ کی انگشتِ شہادت اور بیچ کی اُنگلی کے درمیانِ پشت کی طرف گھائی میں ایک ایسی تیز چمک جگنو کی سی پیدا ہو جاتی تھی کہ باوجود اس کے کہ بجلی کے دو قمقمے اس وقت روشن تھے پھر بھی اس کی چمک غالب ہو جاتی تھی، پھر دوسری سانس میں وہ چمک غائب ہو جاتی تھی، پہلے تو وہ یہ سمجھیں کہ جگنو آ بیٹھا ہے، لیکن دیر تک ایسا ہی ہوتا رہا تو پھر انہوں نے دوسری مستورات کو بھی، جو اُس وقت قریب موجود تھیں، دکھایا، کہ مجھے دھوکہ ہو رہا ہے یا تمہیں بھی یہ چمک نظر آرہی ہے؟ چنانچہ اُن سب نے دیکھ کر اس کی

تصدیق کی، سانس بند ہونے کے بعد وہ چمک بھی بند ہوگئی اور پھر نظر نہیں آئی۔

اس عجیب واقعہ کی ایک اہلِ علم اور صاحب ذوق خادم ومجاز حضرت اقدسؒ نے یہ توجیہ کی، کہ یہ اس وجہ سے ظاہر ہوا کہ انہیں دونوں اُنگلیوں سے بڑے بڑے دقائق اور معارفِ حقائق ایک طویل مدت تک معرض تحریر میں آتے رہے، یہ نور اس کا ہے، واللہ اعلم بحقیقة الحال۔

تجہیز وتکفین: کے متعلق فیصلہ ہوا کہ صبح کو ہو، علی الصبح نواح میں اطلاع کا انتظام کر دیا گیا، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور اور اطراف سہارنپور میں حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ نے حضرت تھانوی کے وصال کی اطلاع سے لوگوں کو باخبر کیا، دیگر مقامات پر اہل تعلق نے اپنے اپنے طور پر لوگوں کو اطلاع دی، الحمد للہ بسہولت مختلف اطراف سے ہزاروں لوگ شمولیت نماز جنازہ کے لئے تھانہ بھون پہنچ گئے۔

مولانا شبیر علی صاحب ناظم ومتولی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی زیر نگرانی متعدد علماء وصلحاء نے مطابق سنت غسل دیا، اور جنازہ تیار کر کے باہر لائے، جنازہ کی نماز کیلئے مولانا شبیر علی صاحب نے علامہ ظفر احمد تھانوی (خواہرزادہ حضرت حکیم الامت) کو اشارہ کیا، پہلے تو علامہ ظفر احمد صاحب نے آگے بڑھنے کی ہمت نہ کی، پھر انہیں اپنا خواب یاد آیا تو آگے بڑھے اور مجدد وقت کی نماز جنازہ کی امامت فرمائی اور تقریباً دس بجے تدفین عمل میں آئی۔

حضرت علامہ ظفر احمد صاحب تھانوی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ایام علالت میں بغرض تدریس ڈھاکہ میں موجود تھے، اور حضرت حکیم الامت کی شدید علالت کی خبریں آپ کو ڈھاکہ میں موصول ہو رہی تھیں اور تھانہ بھون آنے کیلئے آپ کی طبیعت پر شدید تقاضا بھی ہو رہا تھا۔

اسی دوران علامہ ظفر احمد تھانوی نے خواب دیکھا کہ وہ تھانہ بھون پہنچے اور حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمایا: **"میری نماز جنازہ پڑھانے والا آگیا"**

حضرت تھانویؒ کی مفصل سوانح حیات آپؒ ہی کی حیات میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ تین جلدوں میں مرتب فرما چکے تھے، وفات کے بعد خاتمہ السوانح بھی آپ نے ہی مرتب فرمائی، جو سوانح کی چوتھی جلد ہے۔

اس کے علاوہ، حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ علیہ، مولانا عبد الماجد دریابادی، منشی عبد الرحمٰن صاحب ملتان، اور دوسرے حضرات نے مختلف سوانح تحریر فرمائیں مفصل حالات دیکھنے کا شوق ہو تو اُن کو ملاحظہ فرمایا جائے۔

فقط والسلام

ادنیٰ غلام آستانۂ اشرفی احقر ظہور الحسن غفرلہٗ ذنبہ الجلی والخفی

خادم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع مظفر نگر، یوپی

۲۶ ررمضان المبارک ۱۳۹۱ھ ہجری

قطعہ

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

چند وصیتیں اور مشورے

۱- میں اپنے سب دوستوں سے استدعا کرتا ہوں کہ میرے معاصی صغیرہ وکبیرہ عمداً وخطأً کے لیے استغفار فرمائیں۔

۲- میرے بعض اخلاق سیّئہ کے سبب بعض بندگان خدا تعالیٰ کو حاضراً وغائبانہ میری زبان وہاتھ سے کچھ کلفتیں پہنچی ہیں اور کچھ حقوق ضائع ہوئے ہیں خواہ اہل حقوق کو اس کی اطلاع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو میں نہایت عاجزی سے سب چھوٹے بڑوں سے استدعا کرتا ہوں کہ للہ دل سے ان کو معاف کردیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تقصیرات سے درگذر فرمائیں گے میں بھی ان کے لئے یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دارین میں عفو وعافیت عطا فرمائیں۔ معذرت کرنے والے کی تقصیر سے درگزر کرنے کی بڑی فضیلت آئی ہے الخ۔

۳- اس جنس کی کوتاہیاں جو دوسروں سے میرے حق میں ہوگئی ہوں بطیب خاطر گذشتہ اور آئندہ کے لئے محض خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کو اور اپنی خطاؤں کی معافی کی توقع پر وہ سب معاف کرتا ہوں۔

۴- میں اپنے دوستوں کو خصوصاً اور سب مسلمانوں کو عموماً بہت تاکید کے ساتھ کہتا ہوں کہ علم دین کا خود سیکھنا اور اولاد کو تعلیم کرانا ہر شخص پر فرض عین ہے، خواہ بذریعہ کتاب یا بذریعہ صحبت بغیر اس کے کوئی صورت نہیں کہ فتن دینیہ سے حفاظت ہو سکے جن کی آج کل بے حد کثرت ہے۔ اس میں ہرگز غفلت یا کوتاہی نہ کریں۔

۵- طالب علموں کو وصیت کرتا ہوں کہ نرے درس وتدریس پر مغرور نہ ہوں اس کا کارآمد ہونا موقوف ہے۔ اہل اللہ کی خدمت وصحبت ونظر عنایت پر اس کا التزام نہایت

اہتمام سے رکھیں۔

بے عنایات حق وخاصان حق ☆ گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

۶- جو مدرسہ دینیہ (امداد العلوم) فی الحال یہاں میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے، میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے ابقاء کی طرف توجہ رکھی جائے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے تو وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق و اصلاح نفس ہے نہ بدلے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر و برکت کی امید ہے۔

۷- دینی و دنیوی مضرتوں پر نظر کر کے ان امور سے خصوصیت کے ساتھ احتیاط رکھنے کا مشورہ دیتا ہوں۔

(۱) شہوت وغضب کے مقتضاء پر عمل نہ کریں۔

(۲) تعجیل نہایت بُری چیز ہے۔

(۳) بے مشورہ کوئی کام نہ کریں۔

(۴) غیبت قطعاً چھوڑ دیں۔

(۵) کثرت کلام اگرچہ مباح کے ساتھ ہو اور کثرت اختلاط خلق بلا ضرورت شدیدہ و بلا مصلحت مطلوبہ اور خصوصاً جب کہ دوستی کے درجہ تک پہنچ جاوے پھر خصوصاً جبکہ ہر کس و ناکس کو راز دار بھی بنالیا جاوے نہایت مضر ہے۔

(۶) بدون پوری رغبت کے کھانا ہرگز نہ کھائیں۔

(۷) بدون سخت تقاضہ کے مقاربت نہ کریں۔

(۸) بدون سخت حاجت کے قرض نہ لیں۔

(۹) فضول خرچی کے پاس نہ جائیں۔

(۱۰) غیر ضروری سامان جمع نہ کریں۔

(۱۱) سخت مزاجی اور تند خوئی کی عادت نہ کریں، رفق اور ضبط وتحمل کو اپنا شعار بناویں۔

(۱۲) ریا وتکلف سے بہت بچیں اقوال وافعال میں بھی طعام ولباس میں بھی۔

(۱۳) مقتدیٰ کو چاہئے کہ امراء سے نہ بدخلقی کرے اور نہ زیادہ اختلاط کرے اور نہ ان کو حتی الامکان مقصود بناوے بالخصوص دنیوی نفع حاصل کرنے کے لئے۔

(۱۴) معاملات کی صفائی کو دیانات سے بھی زیادہ مہتم بالشان سمجھیں۔

(۱۵) روایات وحکایات میں بے انتہا احتیاط کریں۔ اس میں بڑے بڑے اور فہیم لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں خواہ سمجھنے میں یا نقل کرنے میں۔

(۱۶) بلا ضرورت بالکلیہ اور ضرورت میں بلا اجازت وتجویز طبیب حاذق شفیق کے کسی قسم کی دوا ہرگز استعمال نہ کریں۔

(۱۷) زبان کی غایت درجہ ہر قسم کی معصیت ولایعنی سے احتیاط رکھیں۔

(۱۸) حق پرست رہیں اپنے قول پر جمود واصرار نہ کریں۔

(۱۹) تعلقات نہ بڑھاویں۔

(۲۰) کسی کے دینی معاملہ میں دخل نہ دیں۔

۸- میں اپنے تمام منتسبین سے درخواست کرتا ہوں کہ ہر شخص اپنی تمام زندگی بھر یاد کر کے ہر روز سورہ یٰسین شریف، یا تین بار قل ہو اللہ شریف پڑھ کر مجھ کو بخش دیا کرے مگر کوئی اور امر خلاف سنت بدعات عوام وخواص میں سے نہ کریں۔

۹-حتی الامکان دنیاو مافیہا سے جی نہ لگاویں اور کسی وقت فکر آخرت سے غافل نہ ہوں ہمیشہ ایسی حالت میں رہیں کہ اگر اس وقت پیام اجل آجائے تو کوئی فکر اس تمنا کا مقتضی نہ ہو۔

لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین۔اور ہر وقت یہی سمجھیں۔

مصرع　　　شاید ہمیں نفس واپسیں بود

اور علی الدوام دن کے گناہوں سے قبل رات کے،اور رات کے گناہوں سے قبل دن کے استغفار کرتے رہیں اور حتی الوسع حقوق العباد سے سبکدوش رہیں۔

۱۰۔خاتمہ بالخیر ہونے کو تمام نعمتوں سے افضل واکمل اعتقاد رکھیں اور ہمیشہ خصوصا پانچوں نمازوں کے بعد نہایت لجاجت وتضرع سے حسن خاتمہ کی دعاء کیا کریں اور ایمان حاصل پر شکر کیا کریں کہ حسب وعدہ "**لئن شکرتم لازیدنکم**"۔

۱۱۔میرے ایصال ثواب کے لئے بھی جمع نہ ہوں،نہ اہتمام سے نہ بلا اہتمام اگر کسی دوسرے اتفاق سے بھی جمع ہوجاویں تو تلاوت وغیرہ کے وقت قصداً متفرق ہوجاویں اور ہر شخص منفرداً بطور خود جس کا دل چاہے دعا وصدقہ وعبادات نافلہ سے نفع پہنچائے،نیز میری مستعمل چیزوں کے ساتھ متعارف طریق سے تبرکات کا سا معاملہ نہ کریں،البتہ اگر کوئی محبت سے شرعی طریق سے اس کا مالک بن کر مخفی طور پر اپنی پاس رکھے مضائقہ نہیں اس کا اعلان اور دوسروں کو دکھانے کا اہتمام نہ کیا جائے فقط۔

بس یہ گیارہ وصایا ہیں جن کو احد عشر کوکبا سے بلحاظ عدد تشابہ ہے ہدایت اور عمل کیلئے انشاءاللہ تعالیٰ کافی وافی ہیں،اللہ تعالیٰ توفیق عمل بخشیں۔آمین ثم آمین۔

مرثیہ بروفات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

از قلم: خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

یہ رحلت ہے کس آفتاب ھدیٰ کی ☆ یہ ہر سمت ظلمت ہے کیوں اس بلا کی
یہ کس قطب الارشاد نے منہ چھپایا ☆ کہ دنیا ہے تاریک صدق و صفا کی
اٹھا کون عالم سے محبوب عالم ☆ صدا کیوں ہے ہر سمت آہ و بکا کی
یہ کس نے جہاں سے گزر کر جہاں میں ☆ قیامت سے پہلے قیامت بپا کی
یہ عشاق سے پردہ فرمایا کس نے ☆ یہ اُف اوڑھ لی کس نے چادر فنا کی
یہ مرکر بھی ہے کون زندہ جہاں میں ☆ یہ جاں کس نے کس جانِ جاں پر فدا کی
کفن پوش کون آج فانی حق ہے ☆ کہ دل کو نہیں اب تمنا بقا کی
وہ فخر حکیمان امت کہاں ہے ☆ تسلی جو کرتا تھا ہر مبتلا کی
ملائک نے بھی آسماں سے اتر کر ☆ نماز جنازہ یہ کس کی ادا کی
کہاں ہے کہاں آج وہ ذات اشرف ☆ نیابت ملی جس کو خیر الوریٰ کی
کسے کہتے ہیں سب کے تھے سب سے اشرف ☆ قسم ہے خدا کی، قسم ہے خدا کی
یہ گذرا ہے کون ایسا رہبر جہاں سے ☆ کہ تقلید ہے جس کے ہر نقش پا کی
فرشتے بچھاتے ہیں پر، حور آنکھیں ☆ یہ میت اٹھی کس شہید وفا کی
یہ رخ کس مسیحا نے مجذوبؔ پھیرا ☆ جو ہے غیر حالت دل مبتلا کی

......﴿آپ کی خدمات کا اعتراف﴾......

اسی سلسلہ میں آپ کی وفات پر ایک علمی مجلہ کے تاثرات ملاحظہ ہوں۔

''یوں تو موت اس عالم آب و گل کی ہر اُس چیز کے لئے مقدر ہے جو زندگی کا عاریتی لباس پہن کر بساطِ ہستی پر نمودار ہوئی ہے، لیکن جس طرح زندگی زندگی میں فرق ہوتا ہے اسی طرح ہر ایک کی موت بھی یکساں نہیں ہوتی کبھی کبھی ایسی اموات بھی واقع ہوتی ہیں جو صرف افراد و اشخاص کی اموات نہیں ہوتیں، بلکہ ان ہزاروں لاکھوں کی عمارتِ حیات بھی اس سے متزلزل ہوجاتی ہے، جو مرنے والے کے دامان عقیدت و ارادت سے وابستہ ہوتے ہیں پھر اس کی موت کا ماتم آنکھوں کے چند قطرہائے اشک سے نہیں ہوتا، بلکہ ہزاروں دلوں کی پُرسکون آبادیاں ایک مستقل غم کدۂ آمال و امانی بن کر رہ جاتی ہیں اُمیدوں اور ولولوں کے چراغ بجھ جاتے ہیں، نشاط کامرانی حیات کے آتش کدے سرد ہوجاتے ہیں، اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس گوشہ جانکاہ نے کائنات، عالم کی ہر چیز کو اُداس اور غمگین بنادیا ہے، اسی قسم کی ایک موت پر عربی شاعر نے کہا تھا ۔

وما کان قیسٌ هلکه هلك واحدٌ

ولاکنه بنیانُ قوم تهدما

ترجمہ: قیس کا مرنا صرف ایک شخص کا مرنا نہیں، بلکہ وہ ایک قوم کی بنیاد تھا، جو منہدم ہوگئی۔

گزشتہ ماہ جولائی ۱۹۴۳ء کی تاریخ ۱۹، ۲۰ کی درمیانی شب کو تقریباً دس بجے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کا جو سانحۂ ارتحال پیش آیا وہ اسی قسم کا

سانحہ تھا حضرت مولانا جس طرح شریعت کے عالم متبحر تھے، طریقت وسلوک میں بھی مقام رفیع کے مالک تھے، اُن کی ذات علوم ظاہری اور باطنی کا مخزن تھی علمِ سفینہ سے زیادہ علمِ سینہ ان کا اصلی جوہر تھا، تحریریں، علم وفضل کا معدن ہوتی تھیں اور تقریر بھی بلا کی اثر انگیز تھی، وہ جس بات کو حق سمجھتے اسے برملا کہتے تھے اور کرتے تھے اور اس میں انہیں کسی لومۃ لائم کی پرواہ نہیں ہوتی تھی، خود ایک درویش گوشہ نشین تھے، مگر ان کا آستانہ بڑے بڑے ارباب ثروت ودولت اور اصحابِ علم وفضل کی عقیدت گاہ تھا، جو بات اور جو عمل تھا، اخلاص ودیانت کے ساتھ تھا، دُنیاوی وجاہت اور شہرت، مالی حرص وآز کا شاید دل کے آس پاس بھی گزر نہ ہوا تھا، اپنے اصول وعقیدہ وخیال پر اس مضبوطی اور پختگی سے عمل پیرا ہوتے تھے کہ دُنیا کی کوئی طاقت ان کو اس سے منحرف نہ کرسکتی تھی، حضرت مرحوم کا آستانہ معرفت وروحانیت کا ایک ایسا چشمۂ صافی تھا کہ ہزاروں تشنہ کام آتے اور سیراب ہوکر جاتے تھے، وہ جن کی زندگیاں معصیت کوشی اور عصیاں آلودگی میں بسر ہوئی تھیں، یہاں سے پاک وصاف ہوکر اور گوہر مقصود سے دامنِ آرزو کو بھر کر واپس لوٹتے تھے، ان کی زندگی اتباع کا ایک زندہ درس، اور ان کی گفتگو اسرار ورموزِ طریقت کا دفترِ گرانمایہ تھی، بعض مسائل میں علمائے ہند کی ایک جماعت کو ان سے ہمیشہ اختلاف رہا، لیکن تقوی وطہارت تفقہ فی الدین، علوم شرعی میں مہارت وبصیرت، راست گفتاری، اور مخلصانہ عمل کوشی، انابتِ الی اللہ بے لوث خدمتِ دین، بے غرضانہ تلقینِ رُشد وہدایت، حضرت مرحوم کے یہ وہ اوصافِ عالیہ اور فضائل حمیدہ تھے جو ہر موافق ومخالف کے نزدیک برابر مسلم رہے، بعض عوارض اور اسقام کی بنا پر گوشہ نشین ہونے سے قبل اپنے مواعظِ حسنہ اور اپنی کثرتِ تصانیف کے ذریعہ حضرت مرحوم نے اصلاحِ عقائد واعمال، اور ابطال رسوم

وبدعات کی جو عظیم الشان خدمت انجام دی ہے، وہ غالباً تمام ہمعصروں میں ان کا واحد طغرائے امتیاز ہے، قوم نے ان کو "حکیم الامت" کا خطاب دیا تھا اور بالکل بجا دیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرحوم نے اپنی تحریروں اور تقریروں سے ہزاروں انسانوں کے روحانی امراض کا ایسا کامیاب علاج کیا، جو خزف ریزے تھے وہ گوہر آبدار بن گئے، اور جو صرف پیتل تھے، وہ زرِ خالص ہوگئے، چھوٹے بڑے رسالے اور مستقل تصانیف جو مولانا کے قلم سے شائع ہوئیں ان سب کی مجموعی تعداد تازہ ترین شمار کے مطابق آٹھ سو سے اوپر بیان کی جاتی ہیں، جن میں سے کثیر تصانیف ملک میں اتنی مقبول ہوئیں کہ اب تک ان کے درجنوں ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں، کہا جاتا ہے اور غالباً اس میں مبالغہ نہیں ہے کہ مولانا کی تصانیف جواب تک طبع ہوچکی ہیں، ان کی مجموعی قیمت پندرہ لاکھ روپئے سے متجاوز ہے، مولانا کی سیر چشمی اور فیاضی اور للّٰہیت کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ تصانیف کی اس غیر معمولی مقبولیت کے باوجود آپ نے کبھی کسی کتاب کا حق اشاعت وطبع اپنے لئے محفوظ نہیں رکھا، ہر شخص کو ان کے چھاپنے اور طبع کرانے کا اذن عام تھا، حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دُنیا میں مولانا کا صرف یہ ایک عمل ہی ایسا ہے جو آج کل کے بڑے بڑے نامور علماء کے لئے سرمایۂ عبرت اور درس عبرت و موعظت ہوسکتا ہے، پھر یہ تصانیف کسی خاص طبقہ کے لئے مخصوص نہیں، علماء اور فضلاء وارباب شریعت اور اصحاب ظاہر و باطن، مرد و عورت، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور معمولی اُردو خواں، ہر ایک اُن سے استفادہ کرسکتا ہے اور اپنے لئے اصلاحِ ظاہر و باطن کا سامان بنا سکتا ہے، مولانا کی تحریروں میں اسرار و نکات کے علاوہ ایسا عجیب منطقی اور عقلی استدلال ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑا حریف بھی تصدیق وتائید سے کوئی مفر نہیں دیکھتا، جس بات کو بیان کرتے نہایت وثوق اور یقین

کے ساتھ بیان کرتے ہیں، حضرت مرحوم کی تحریریں اوران کی گفتگو غیر معمولی ذکاوت وفطانت کی آئینہ دار ہوتی تھیں، بات سے بات پیدا کرنا،اور معاملہ کی اصل حقیقت کو پہچاننا،ان کی ذہانت کا خاص جوہر تھا۔

خواص کے لئے تفسیر بیان القرآن،اورشرح مثنوی مولانا روم،اورعورتوں کے لئے بہشتی زیور آپ کی ایسی گراں بہا،اور کثیرالشیوع تصانیف ہیں کہ جواپنی مخصوص نوعیت سے اُردو کے مذہبی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتیں،اور موخرالذکر کتاب تو اس قدر مقبول ہوئی کہ ہندوستان کا شاید ہی کوئی اُردو خواندہ ہوگا جس نے کم ازکم اس کا نام نہ سنا ہو"۔

جذبۂ بےاختیار

محفل سوز و گداز غم کو گرمائیگا کون
اہل دل کو اپنے دردِ دل سے تڑپائیگا کون
موجزن ہے کس کے دل میں آتشِ سیالِ غم
مستیِ خون جگر آنکھوں سے برسائیگا کون
کس پہ طاری ہے جنونِ شوق کی وارفتگی
یوں زبان پر والہانہ راز دل لائیگا کون
عارفؔی میرا ہی دل محرم راز و نیاز
بعد میرے رازِ حسن و عشق سمجھائیگا کون

عارفؔی

پیر و مرشد

حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی کے متعلق تأثرات

﴿ازقلم﴾

حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی رحمہ اللہ

خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

سابق مہتمم مدرسہ امداد العلوم وخانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی ممتاز خصوصیات آپ کے مخصوص اور ممتاز کمالات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سب سے ممتاز طرۂ امتیاز آپ کا استغناء ہے جو محتاج تعارف نہیں۔

(۲) اپنی تحقیقات شرعی وعقلی پر ایسا اعتماد تھا کہ مخالفین کی بڑی بڑی جماعت تا وقتیکہ شرعی حجت پیش نہ کریں، قاتلانہ دھمکیوں سے بھی آپ کو مرعوب نہ کر سکیں۔

(۳) آپ کا نادر الوجود، ممتاز روزگار عمل یہ تھا کہ آپ کی تصانیف میں اگر ادنی عالم بھی کوئی کمی ثابت کرتا یا خود ذاتی طور پر کمی محسوس فرماتے تو اس کو نہ محض قبول کرتے بلکہ رجوع فرمالیتے اور ایک مستقل سلسلہ بصورت ''ترجیح الراجح'' آخری عمر تک جاری رہا۔ جس میں اس رجوع کا اعلان اور صحیح تحقیق شائع فرماتے رہتے۔

(۴) اپنے بلند علمی وعملی کمالات کو ہمیشہ بزرگوں اور اساتذہ کی طرف منسوب فرماتے، کبھی اپنے علم وعمل کا ادعا یا درویشی کا دم نہیں بھرا بلکہ اپنے کو طالب علم ظاہر فرمایا

کرتے تھے۔

(۵) کبھی مخالف، معاند سے مخالفانہ معاندانہ خطاب نہیں فرماتے بلکہ نہایت متانت تحقیق حق شائع فرما کر خاموشی اختیار فرماتے اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیتے۔

(۶) وقتی پیش آنے والے مسائل اور حوادث کو ''حوادث الفتاویٰ'' کے نام سے مجتہدانہ تحقیق صداقت سے نصوص اور اسلاف کی مطابقت کے ماتحت حل فرماتے جو علماء کے لئے لامحالہ قابل قبول اور سبق آموز ہوتے۔

(۷) آپ دور حاضرہ کی نام نہاد سیاست کو غیر شرعی اور مفاد اسلام کے خلاف اور انجام کے لحاظ سے مضر سمجھتے تھے، جس کا مشاہدہ اب ہو رہا ہے۔ مدعیان سیاست کو اس بارے میں عموماً مطعون کیا لیکن باوجود مطالبہ کے کوئی اس کی شرعی حیثیت سے جواز ثابت نہ کر سکا۔ اس لئے آپ کبھی حزب مخالف کی کثرت اور جمعیت سے مرعوب نہیں ہوئے۔ آخر عمر تک اپنے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہے۔

(۸) طالبین کی تربیت میں آپ محض رسمی تعلق کو کافی نہیں سمجھتے تھے۔ ہدایات پر عمل کا مطالبہ اطلاع اور اتباع کا التزام اور خلاف ورزی پر مواخذہ فرماتے۔ اس لئے آپ سے تعلق کے بعد سالکین یوماً فیوماً اصلاح پزیر ہوتے چلے جاتے تھے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی ممتاز خصوصیات میں یہ بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفسیر و تصوف میں نہایت اعلیٰ ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ کی تفسیر زیادہ ضخیم نہیں، لیکن قرآنی علوم پر حاوی اور اس پر ہونے والے اغیار کے اشکالات واعتراضات کو معمولی ترجمہ کی خوبی سے ایسا حل فرما دیتے ہیں کہ بڑی بڑی عربی تفسیر میں بھی تلاش کرنے سے نہیں ملتی۔

اس لئے عموماً علماء باوجود اردو زبان ہونے کے "تفہیم قرآن" اور حل اشکالات کے لئے اس کے مطالعہ سے اپنے کو بے نیاز نہیں سمجھتے۔ آپ کا تصوف فی زمانہ تجدیدی حیثیت رکھتا تھا۔

آپ کا مشہور مقولہ تھا کہ طب اور تصوف میں اجتہاد ختم نہیں ہوا۔ دونوں فنون میں ضرورت کے مطابق مریضوں کی قوت وغیرہ کے لحاظ سے تدابیر اور علاج میں طبیعتوں کا لحاظ کر کے تغیر ضروری ہے۔ آپ نے تصوف کے مسخ شدہ خدوخال کو قرآن وحدیث کی روشنی میں گویا نئی زندگی بخشی۔ جس کا مخالفین تک کو معترف ہونا پڑا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

...... مراقبۂ موت ......

سخت سخت امراض گو تو سہ گیا
چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا
اک جہاں سیل فنا میں بہہ گیا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

(مجذوبؔ)

...... بعض تصانیف کے متعلق قلمی تأثرات ......

...... از قلم ......

حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ

خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ

تجربہ شاہد ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بے شمار ملفوظات مواعظ اور تصانیف کے ذریعے عوام اور نو تعلیم یافتہ بلکہ علماء وصوفیاء کو رسمی تصوف، گمراہ کن بدعات ونیچریت سے نکال کر صحیح عقائد وعبادات، شرعی معاملات اور اسلامی معاشرت وسیاست کی طرف رہنمائی کی۔

حضرت والا کی یہ تصانیف (ایک مجدد وقت کے قلم سے نکلے ہوئے) اصلاح امت کیلئے مفید نسخے ہیں آج جن دینی، اخلاقی، معاشرتی کمزوریوں میں امت مبتلا ہے یہ ان کی نشان دہی کر کے صحیح علاج اور نسخۂ شفاء بتلاتی ہے۔

ہماری غفلت نے آجکل اس بد دینی اور لادینی کے تریاق ذخیرہ کے اکثر حصہ کو ایسا کمیاب بلکہ نایاب کر دیا کہ موجودہ مسموم فضا سے متاثر نئی امت اس تریاق سے ناآشنا اور محروم ہے۔

یہ کلمات وارشادات اور خطبات دینی لحاظ سے اہل زمانہ کیلئے ایک دینی درس اور مکمل دستور العمل کی حیثیت رکھتے ہیں اور آج کل بھی ان میں یہ اثر موجود ہے کہ پڑھنے والے کو آخرت کی رغبت اور گناہوں سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی مجددانہ اور اصلاحی تصانیف جن کی تعداد

تقریباً نوسو (۹۰۰) سے متجاوز ہیں امت کی اصلاح اور اس پرفتن زمانہ میں ان کا مطالعہ ہر انسان کے لئے نہایت ضروری ہے، نیز اس دور حاضر میں حضرت تھانویؒ کی تعلیمات، علوم ومعارف کو عام کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ بعض تصانیف کا مختصر تعارف یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

والسلام

ادنیٰ غلام آستانۂ اشرفی

سید ظہور الحسن کسولوی ذنبہ الجلی والخفی

رسالہ الطرائف والظرائف

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہ کی وہ بیاض جس میں آپ عمر بھر بطور نوٹ مخصوص علوم اور اپنے اسلاف سے حاصل کردہ یا خدام واحباب کے پیش کردہ ''صدری، خاندانی، مجرب نسخاجات، عملیات جمع فرماتے رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً تین بار تین جلدوں میں اپنی عام عادۃ کے موافق (بلا بخل کے) رفاہ عام کے لئے شائع فرماتے رہے ہیں، جس کی ہر جلد کو آپ نے سہولت کے لئے پانچ حصوں (ابواب) پر تقسیم کرکے شائع فرمایا تھا۔

حصہ اول ''عملیات'' حصہ دوم ''الرقاق والحکم''، حصہ سوم ''فوائد طبیہ''، حصہ چہارم ''الرقی والعزائم''، حصہ پنجم ''الاشتات''، موجودہ اشاعت میں ناظرین کی مزید سہولت کے پیش نظر تینوں جلدوں کے ہر ہر حصہ کو بلا کم وکاست ایک جگہ جمع کرکے شائع کیا جارہا ہے۔

البتہ (باب الاشتات) یعنی حصہ پنجم کے ایک مضمون یعنی لوح الالواح کو جو صرف ایک طبقہ کے متعلق تھا اور ضخامت بہت زیادہ تھی اور گو فی نفسہ مفید تھا (کہ اس میں متعلقہ

تصنیف کا اجمالی تعارف اور آیت یا حدیث سے معنوں کا اثبات بھی ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے وہ مستقلاً علیحدہ شائع بھی ہو چکا ہے اس کی طوالت سے بچنے کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے لیکن اشتات کے باقی مضامین سب لے لئے گئے ہیں، بحمد اللہ تعالیٰ اب اسمیں لوح الالواح کے علاوہ باقی سب علمی اور سیکڑوں علماء صلحاء اطباء عاملین اور اہل تجربہ سے حاصل شدہ نایاب ذخیرہ تبویب کے ساتھ آپکو حاصل ہوگا جو حضرات اس سے مستفید ہوں اُن سب حضرات کے لئے جن سے یہ دولتیں حاصل ہوئیں نیز حضرت حکیم الامتؒ، کاتب، نیز اس احقر، کے لئے دعائے حسن عمل وحسن خاتمہ فرمائیں۔ والسلام

بندہ ظہور الحسن غفرلہ خادم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

تسہیل المواعظ کے باون مواعظ کے متعلق

حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد

احقر کا مشورہ ہے کہ مثل بہشتی زیور کے کوئی گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیئے اس کا نفع گھر والوں کی درستی میں بہت جلد آنکھوں سے نظر آ جائے گا، انشاء اللہ تعالیٰ فقط

کتبہٗ اشرف علی اوائل محرم ۱۳۳۵ھ۔

اسلامی زندگی بنانے کا سہل نسخہ

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے مسلمانوں کی خانگی، دینی و دنیوی اصلاح کیلئے اپنے مواعظ میں سے ایسے باون مواعظ کو چنا جن میں نہ صرف عقائد و عبادات بلکہ معاملات واخلاق و باہمی معاشرت یعنی آپس کے برتاؤ اور شرعی خوشگوار اور

سادہ زندگی گزارنے کے طریقے ہیں اور ایک عالم سے ان کو سلیس زبان میں ڈھلوا کر خود اصلاحی نظر فرمائی اور ہدایت فرمائی کہ مثل (بہشتی زیور) کے کوئی گھران سے خالی نہ رہنا چاہیئے یہ مواعظ تسہیل المواعظ کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

نکتہ:۔ مسلمانوں کے ہر سال پچاس جمعوں میں اور دو عیدوں کو ملا کر کل باون دینی اجتماع ہوتے ہیں، کیا عجب ہے کہ حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے ان باون ۵۲ منتخب مواعظ کی تسہیل میں عام اہل اسلام مرد عورتوں کی خانگی دینی اصلاح کے مضامین اس واسطے کرائی ہو کہ ہر اجتماع کے موقع پر اس وقت کی تبلیغی ضرورت کا ایک وعظ سنایا جایا کرے اور اس دینی اصلاحی نصاب کا ہر سال از سر نو دَور ہوتا رہے۔ فقط

ظہور الحسن غفرلہ

خادم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون ضلع شاملی۔

سائینس جدید اور اسلام

اگر آپ حقانیت اسلام کو میزان عقل پر پرکھنا چاہتے ہیں اگر آپ ان شبہات کا جواب معلوم کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے مذہبی معتقدات پر سائینس جدید کی رو سے پیش کئے جاتے ہیں تو سب سے بہتر اور نئی کتاب ''اشرف الجواب'' مصنفہ حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ جس میں معراج جسمانی، وجود آسمان، حرمت سود، کفار کے عذاب دائمی وغیرہ وغیرہ کے متعلق ۱۰۹ شبہات کے جوابات عقل و نقل کی روشنی میں سلیس عبارت اور سہل عنوان سے بیان کئے گئے ہیں جس کو نو تعلیم یافتہ طبقہ خصوصیت سے پسند کر رہا ہے۔ (قیمت)

مناجات مقبول

احقر ظہور الحسن کسولوی غفرلہ عرض کرتا ہے کہ مناجات مقبول نے اپنی مقبولیت اور ہردلعزیزی میں جو ممتاز خصوصیت حاصل کی ہے اس سے ظاہر ہے کہ شاید ہی کوئی گھر اس سے خالی ہوگا بلکہ ایک گھر میں اگر چار آدمی اس کے ورد کے شوقین ہیں تو ہر شخص اپنے لئے ایک مخصوص نسخہ رکھنا چاہتا ہے۔

اسی مقبولیت کی وجہ سے یہ مختلف مطابع میں شائع ہو چکی اور ہوتی رہتی ہے۔

السنۃ الجلیہ

اس رسالہ میں حکیم الامت مولانا تھانوی نے حضرات چشتیہ سے متعلق عوام وخواص کی غلط فہمیوں کو دور فرما کر مشاہیر چشتیہ کے افعال و اعمال اور احوال کا ذخیرہ جمع فرمایا ہے۔اس مجموعہ میں دو رسالہ **اشراب السراب** اور **العشق من الفسق** بھی شامل ہیں۔

اصلاحی نصاب

اصلاح نفس اور اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بننے کے خواہشمند مریدین کو مشائخ اور رہبران طریق مکمل بہشتی زیور کے بعد ان کتابوں کے مطالعہ کی ہدایت کرتے ہیں:

(۱) تسہیل قصد السبیل (۲) تلاش مرشد (۳) مبادی تصوف
(۴) آداب شیخ والمرید (۵) حیاۃ المسلمین (۶) تعلیم الدین مکمل
(۷) اصلاح الرسوم مکمل (۸) جزاء الاعمال (۹) آداب معاشرت
(۱۰) صفائی معاملات (۱۱) حقوق الاسلام (۱۲) فروع الایمان

(۱۳) تبلیغ دین

تاکہ ان کو صحیح عقاید، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت اسلامی سے تفصیلی آگاہی ہو جائے اور رسوم و بدعات سے بچ جائیں، حق تعالیٰ کی رضا حاصل کرنیکا صحیح راستہ معلوم ہو جائے۔ (قیمت)

اشرف السوانح

حضرت حکیم الامۃ جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے سوانح حیات پر ہادی با ضخیم کتاب ہے۔ مسترشدین کیلئے مکمل درس عبرت اور دستور العمل ہونے کے علاوہ حقیقی تصوف کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اس کتاب سے حضرت صاحب حالات رحمہ اللہ کے طفولیت سے لیکر موجودہ زمانہ تک کے کوائف، آپکا طرز تعلیم، اصلاح اور مذاق بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔

خصوصی امتیازات: (۱) ایسے حالات واقعات کو قدرے بسط سے لکھا گیا ہے جن سے ناظرین کو دینی نفع کی توقع ہے۔ (۲) طرز تحریر میں سلف کا اتباع ہے۔ (۳) عبارت سلیس ہے۔ (۴) می پرانند کے مضامین سے مبرا ہے (۵) تمام واقعات مستند اور صاحب حالات کی نگرانی میں لکھے گئے ہیں۔

اشرف السوانح ۴ جلدوں میں ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون سے شائع ہو چکی ہے۔ (قیمت)

ارواح ثلاثہ

ہندوستان کی عظیم عہد آفریں شخصیتوں کے پاکیزہ حالات اور واقعات۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب اور دیگر اٹھاون مشائخ اور اہل اللہ کی حکایات جو خاندان ولی اللّٰہی سے نسبی یا علمی، باطنی انتساب رکھتے ہیں اور جو اسلاف دیوبند کہلاتے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو تدین اور للّٰہیت واخلاص کی دولت حاصل ہوگی۔ اس کتاب میں ساڑھے چار سو کے قریب دلچسپ حکایات اور سبق آموز واقعات درج ہیں۔

یہ کتاب بھی ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون سے شائع ہو چکی ہے۔(قیمت)

البدائع

از حکیم الامت مولانا تھانویؒ

فقہ اور تصوف کے متعلق عجیب تحقیقات، دقائق اور نکات تاریخ کی نادر معلومات۔ان عجیب وغریب علمی عرفانی مضامین کا لطف مطالعہ کے بعد ہی حاصل ہوگا۔

رحمۃ المتعلمین

مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون کا مقصد قیام یہ ہے کہ مسلمانوں کی دینی رہنمائی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں کی جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج ہند و پاک میں جو اسلام کا اجالا نظر آ رہا ہے وہ اکثر و بیشتر خاندان ولی اللہ (رحمہم اللہ) اور حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ کے خدام کا فیض ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو وہ علمی اور عملی کارنامے انجام دینے کی توفیق بخشی ہے جو صرف اور صرف ایک مجدد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا جانشین ہی انجام دے سکتا ہے۔

مدرسوں کی دنیا ہو یا مسجدوں کی فضا، معاملہ مذہبی نوعیت کا ہو یا دنیاوی، ہر ہر قدم پر ان حضرات کی رہنمائی کے واضح نشانات صفحۂ عالم پر ثبت ملتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "رحمة المتعلمین" کے متعلق حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جس انداز سے اظہار پسندیدگی فرمایا ہے اس کا اندازہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی درج ذیل اس اعتمادی تحریر اور دعائیہ کلمات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

"احقر اشرف علی عرض رسا ہے کہ میں نے اس مجموعہ "رحمة المتعلمین" جو چند ابواب پر مشتمل ہے، نہایت شوق سے حرفاً حرفاً دیکھا، جوں جوں پڑھتا جاتا تھا شوق بڑھتا جاتا تھا، اس کے مضامین سے جو کہ عوام اور خواص سب کی ضرورت کے ہیں، بے حد دل خوش ہوا گو یہ کہنے کی بات تو نہیں مگر سادگی سے کہتا ہوں کہ بالکل "خانقاہ امدادیہ" کا چربہ مؤلف جزاہ اللہ تعالیٰ نے اتار دیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو نافع اور مقبول فرمادیں۔"

راقم الحروف کے نزدیک مرشدی حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے یہ کلمات وتأثرات کتاب کی تعریف وتعارف کیلئے حد آخر ہیں۔

یا پھر کتاب عام وخاص کیلئے جتنی کچھ مفید ہے اس کا اندازہ مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔

قیمت : ....

والسلام

سید ظہور الحسن غفرلہٗ

ناظم مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون

حضرت حکیم الامتؒ کے حالات زندگی ایک نظر میں

پیدائش	بروز بدھ ۵ / ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ	۱۹ / ستمبر ۱۸۶۳ء

والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا	۱۲۸۵ھ	۱۸۶۸ء
تکمیل حفظ قرآن مجید	۱۲۹۰ھ	۱۸۷۳ء
تہجد کے معمول کی ابتداء	۱۲۹۲ھ	۱۸۷۵ء
دینی علوم کی ابتداء	۱۲۹۲ھ	۱۸۷۵ء
ابتدائی تعلیم کی تکمیل	۱۲۹۴ھ	۱۸۷۷ء
دارالعلوم دیوبند میں داخلہ	۱۲۹۵ھ	۱۸۷۸ء
پہلا وعظ	۱۲۹۸ھ	۱۸۸۱ء
بڑی پیرانی صاحبہ سے پہلا نکاح (مولانا گنگوہیؒ نے پڑھایا)	۱۲۹۸ھ	۱۸۸۱ء
مثنوی زیر و بم تحریر فرمائی	۱۲۹۸ھ	۱۸۸۱ء
مولانا گنگوہیؒ عازم حج ہوئے تو خود انہی کے ذریعہ حاجی صاحبؒ سے سفارش کہ مولانا گنگوہی۔ بیعت فرمالیں	۱۲۹۹ھ	۱۸۸۲ء
دستار فضیلت بدست حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ	۱۳۰۰ھ	۱۸۸۳ء
دارالعلوم دیوبند سے اعلیٰ تعلیم کی تکمیل اور سند فراغت حاصل کی	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۴ء
مدرسہ فیض عام کانپور میں صدر مدرس مقرر ہوئے	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۴ء

والد ماجد کی معیت میں پہلا سفر حج	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۴ء
حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۴ء
حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادیؒ کے فیض دیدار سے مسرور ہوئے	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۴ء
تبلیغی سلسلہ میں سفر کا آغاز	۱۳۰۱ھ	۱۸۸۴ء
والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا	۱۳۰۵ھ	۱۸۸۸ء
دوسرا حج اور خلافت و بیعت کی اجازت	۱۳۱۰ھ	۱۸۹۳ء
کانپور سے ترک ملازمت کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں مستقل قیام	۱۳۱۵ھ	۱۸۹۷ء
تفسیر بیان القرآن لکھنا شروع کی	۱۳۲۰ھ	۱۹۰۲ء
دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن منتخب ہوئے	۱۳۲۰ھ	۱۹۰۲ء
بیان القرآن کی پہلی بار طباعت	۱۳۲٦ھ	۱۹۰۸ء
دورِ جدید کا آغاز جس میں ظاہری سختی کا برتاؤ بالکلیہ متروک فرمادیا گیا	۱۳۳۴ھ	۱۹۱٦ء
دوسری شادی	۱۳۳۴ھ	۱۹۱٦ء
تحریک خلافت کے بارے میں اپنے موقف کی وضاحت	۱۳۳۹ھ	۱۹۲۰ء

تحریک خلافت کے بارے میں رسالہ الروضۃ الناظرہ فی المسائل الحاضرہ لکھ کر اپنے موقف کی مزید وضاحت فرمائی	۱۳۴۰ھ	۱۹۲۱ء
اطراف آگرہ میں فتنۂ ارتداد کی سرکوبی کیلئے مولانا عبدالکریم گمتھلوی اور مولانا عبدالمجید صاحب بچھرایونی کو روانہ کیا	۱۳۴۱ھ	۱۹۲۲ء
دارالعلوم دیوبند کے سرپرست منتخب ہوئے	۱۳۴۴ھ	۱۹۲۵ء
جب پنجاب میں قانون وراثت سے لڑکیوں کا حصہ ختم کرنے کی سعی کی گئی، تو آپ نے اس کے خلاف تحریک چلائی اور غصب المیراث کے نام سے رسالہ چھپوایا اور ظلم پنجاب کے متعلق خدائی وصیت کے عنوان سے فتویٰ شائع کیا	۱۳۴۳ھ	جون ۱۹۲۴ء
اَلور میں جب مدارس دینیہ پر پابندی لگائی گئی تو آپ نے اس کے خلاف رٹ کروائی اور پابندی اٹھوائی	۱۳۴۶ھ	۱۹۲۸ء
مجلس صیانۃ المسلمین کا قیام	۱۳۴۹ھ	۱۹۳۰ء
جب وقف کے خلاف شرعی قانون بنانے کی کوششیں کی گئیں تو آپ کی زیر نگرانی ایک مسودہ شریعت کے مطابق تیار کیا گیا جس کو اکابر علماء نے بالاتفاق منظور کرلیا۔	۱۳۵۲ھ	۱۹۳۳ء
قیام لاہور کے دوران ان حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری اور جہانگیر کے مقبرے پر گئے اور فاتحہ پڑھی	۱۳۵۷ھ	۱۹۳۸ء

رحلت تھانہ بھون	۱۶؍رجب ۱۳۶۲ھ	۱۹؍جولائی ۱۹۴۳ء
مدفون	تکیہ باغ اشرف تھانہ بھون	

فہرست مجازین

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

حضرت حکیم الامت کے زیر تربیت جن حضرات نے منازل سلوک طے کیں ان میں ایک تو وہ ہیں جنہیں آپ نے اجازت بیعت سے نوازا وہ ''مجازین بیعت'' کے نام سے مشہور ہیں۔

دوسرے وہ جن کی مجلس وصحبت بھی متاثر کئے بغیر نہیں چھوڑتی، حضرت رحمۃ اللہ نے ان کو تلقین بلا بیعت کی اجازت فرمائی اور ایسے حضرات کا لقب ''مجازین صحبت'' تجویز فرمایا۔

یہ فہرست اشرف السوانح جلد سوم اور خاتمہ السوانح سے مرتب کی گئی ہے، ممنوع الاجازت حضرات کے نام اس فہرست میں نہیں لکھے گئے البتہ جن حضرات خلفاء کی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں وفات ہوگئی تھی انکے اسماء گرامی اس فہرست میں شامل ہیں۔

والسلام

سید حذیفہ نجم تھانوی

تھانہ بھون

☆☆☆

نمبر شمار	مجازین بیعت	تاریخ وفات
۱	جناب مولانا احمد علی صاحب فتحپوریؒ (معاون بہشتی زیور)	
۲	جناب مولانا محمد صاحب چاٹگامیؒ (بنگلہ دیش)	
۳	جناب مولانا نور حسین صاحبؒ اڈانہ ضلع جہلم	
۴	جناب مولانا عبید الحق صاحب موہن پوریؒ	
۵	جناب حکیم محمد یوسف صاحب بجنوریؒ	
۶	جناب حکیم نور احمد صاحب کانپوریؒ	
۷	جناب مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ بکھراوی اعظمی	نصف ذی قعدہ ۱۳۴۰ھ
۸	جناب مولانا خلیل الرحمٰن صاحب اعظم گڑھیؒ	رجب ۱۳۴۱ھ
۹	جناب منشی سلطان صاحب مدراسیؒ	شوال ۱۳۴۲ھ
۱۰	جناب حاجی محمد مصطفٰی صاحب خورجویؒ	۸/ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ
۱۱	جناب مولانا محمد عیسیٰ صاحبؒ مقیم بنارس	۹/رجب ۱۳۴۴ھ
۱۲	جناب مولانا شاہ لطف رسول صاحبؒ فتح پور ضلع بارہ بنکی مدفون: تکیہ باغ اشرف تھانہ بھون	غرہ شعبان ۱۳۴۴ھ
۱۳	جناب حافظ محمد عمر نہٹوریؒ مقیم علی گڑھ	۷/رمضان ۱۳۴۴ھ
۱۴	جناب شیخ معشوق علی صاحب قنوجیؒ	شوال ۱۳۴۵ھ
۱۵	جناب مولانا محمد صادق صاحبؒ مالیگاؤں ضلع ناسک ممبئی	۱۳/ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۶	جناب صوفی رحیم بخش صاحبؒ مقیم دہلی (للعوام)	ذی الحجہ ۱۳۴۷ھ
۱۷	جناب مولانا عبد الحئی صاحب سہارنپوریؒ مقیم حیدرآباد	۲۷/رمضان ۱۳۴۸ھ
۱۸	جناب خیرات احمد خاں صاحبؒ سونڈھیا ضلع گیا	۲۶/ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ

۱۹	جناب مولانا ابوالحسن صاحب جونپوریؒ	۷؍ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ
۲۰	جناب حاجی محمد یوسف صاحب رنگوئیؒ	۸؍محرم الحرام ۱۳۵۲ھ
۲۱	جناب مولانا ابوبکر صاحب ارکائیؒ	۲۲؍جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ
۲۲	جناب سید فیروز شاہ صاحب مندوریؒ ضلع پشاور	۳؍شوال ۱۳۵۳ھ
۲۳	جناب مولانا عبدالمجید صاحب شاہجہاں پوریؒ	۴؍ربیع الاول ۱۳۵۴ھ
۲۴	جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ بریلی	۲۱؍شوال ۱۳۵۴ھ
۲۵	جناب مولانا عبدالعلیم صاحب بردوائیؒ (مغربی بنگال)	
۲۶	جناب مولانا حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوریؒ	
۲۷	جناب مولانا محمد اسحاق صاحب بردوائیؒ (مغربی بنگال)	۲۶؍دسمبر (دوشنبہ)
۲۸	جناب مولانا حسن الدین صاحب مدراسیؒ	۱۹۴۳ء
۲۹	جناب مولانا غلام صدیق صاحبؒ ڈیرہ غازی خان، پاک	۷؍نومبر ۱۹۵۳ء
۳۰	جناب مولانا سید محمد اسحاق صاحب کانپوریؒ	
۳۱	جناب مولانا محمد عیسیٰ صاحب الہ آبادیؒ (جامع ملفوظات کمالات اشرفیہ) مدفون: جونپور	۲۵؍ربیع الاول ۱۳۶۳ھ مارچ ۱۹۴۴ء بروز شنبہ
۳۲	جناب مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوریؒ	۱۲؍اگست ۱۹۶۳ء کراچی
۳۳	جناب حاجی شیر محمد صاحب گھوٹکیؒ (سندھ)	۱۳۸۶ھ مدینہ طیبہ
۳۴	جناب مولانا افضل علی صاحب بارہ بنکیؒ	مارچ ۱۹۶۸ء بعمر ۹۴ سال
۳۵	جناب مولانا عبدالمجید صاحبؒ بچھرایونی	۱۵؍۳؍۱۹۵۲ء خانیوال

۳۶	جناب خواجہ عزیز الحسن غوری مجذوب رحمہ اللہ سابق ڈپٹی کلکٹر علی گڑھ	۲۷/شعبان ۱۳۶۳ھ اورئی (جالون)
۳۷	جناب مولانا حبیب اللہ صاحب اعظم گڑھیؒ	۱۹/مئی ۱۹۶۰ء سکھر
۳۸	جناب مولانا واحد بخش صاحب بھاول پوریؒ (بہار)	
۳۹	جناب حاجی شمشاد علی صاحب کلانوریؒ ماجری نانوتہ	۱۲/اکتوبر ۱۹۵۴ء (سنیچر)
۴۰	جناب داروغہ محمد عبداللہ خاں صاحب بھوپالیؒ	
۴۱	جناب سید فخر الدین شاہ صاحب گھوٹکی (سندھ)	
۴۲	جناب مولانا صغیر محمد صاحبؒ کمرلہ (بنگلہ دیش)	
۴۳	جناب مولانا عبدالحمید صاحب وزیرستانیؒ	۲۳/جمادی الثانی ۱۳۸۶ھ
۴۴	جناب مولانا اطہر علی صاحب میمن سنگھیؒ (بنگلہ دیش)	۱۱/شوال ۱۳۹۶ھ میمن سنگھ
۴۵	جناب مولانا عبدالوہاب صاحب ہاٹ ہزاری (بنگلہ دیش)	شعبان ۱۴۰۲ھ
۴۶	جناب ابولبرکات صاحب سلطان پوریؒ (للعوام)	
۴۷	جناب مولانا نذیر احمد صاحب کرنالویؒ	
۴۸	جناب مولانا رفیع الدین صاحب الہ آبادیؒ	۱۴/جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ
۴۹	جناب مولانا قاضی عبدالسلام صاحب پشاوریؒ	
۵۰	جناب مولانا موسیٰ صاحب مہاجر مدنیؒ	
۵۱	جناب مولانا محمد سعید صاحب مدراسیؒ	۱۸/محرم الحرام ۱۳۸۹ھ
۵۲	جناب مولانا نذیر احمد صاحب کیرانویؒ	۸/دسمبر ۱۹۵۶ء کیرانہ

۵۳	جناب مولانا مقصود اللہ صاحبؒ بریسال (بنگلہ دیش)	
۵۴	جناب مولانا شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ (الہ آبادی)	۲۵/نومبر ۱۹۶۷ء بحری جہاز میں وصال ہوا
۵۵	جناب مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسریؒ (بانی جامعہ اشرفیہ لاہور)	۱۶/ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ کراچی
۵۶	جناب مولانا سراج احمد خاں صاحب امروہویؒ معاون حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ	۲۵/صفر ۱۳۹۹ھ ۲۵/جنوری ۱۹۷۹ء
۵۷	جناب مولانا ممتاز احمد صاحبؒ سونڈھیا گیا (بہار)	۱۹۸۸ء
۵۸	جناب حاجی حقداد خانصاحب لکھنویؒ	
۵۹	جناب مولانا عبدالجبار صاحب فیروز پوریؒ ہارون آباد	۱۶/اپریل ۱۹۵۱ء
۶۰	جناب مولانا ولی احمد صاحب کیمل پوریؒ	
۶۱	جناب مولانا خیر محمد صاحب جالندھری (پنجاب) بانی جامعہ خیر المدارس ملتان	۲۰/شعبان ۱۳۹۰ھ ۱۹/اکتوبر ۱۹۷۰ء
۶۲	جناب مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری رحمہ اللہ سابق صدر مدرس مظاہر علوم سہارن پور	۲۷/شعبان ۱۳۸۴ء ۲۱/دسمبر ۱۹۶۵ء راولپنڈی بروز منگل
۶۳	جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند (مدفن: مزار قاسمی دیوبند)	۶/شوال ۱۴۰۳ھ ۱۷/جولائی ۱۹۸۳ء
۶۴	جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمہ اللہ (مفتی اعظم پاکستان) بانی دارالعلوم کراچیؒ	۱۱/شوال ۱۳۹۶ھ ۵/اکتوبر ۱۹۷۶ء
۶۵	جناب مولانا محمد نبیہ صاحبؒ ٹانڈہ بادلی (مراد آباد)	۱۲/۳/۱۳۹۴ھ ٹانڈہ
۶۶	جناب مولانا محمد صابر صاحب امروہویؒ	۲/صفر المظفر ۱۳۹۳ھ
۶۷	جناب نواب احمد علی خاں صاحب سہارنپوریؒ	

۶۸	جناب حکیم کرم حسین صاحب سیتاپوریؒ	۱۰؍ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ ۲۶؍نومبر ۱۹۴۳ء
۶۹	جناب مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ مئوائمہ الہ آباد	
۷۰	جناب حاجی محمد عثمان صاحب دہلویؒ تاجر کتب (کراچی)	۷؍رمضان ۱۳۵۰ھ
۷۱	جناب ماسٹر قبول احمد صاحب سیتاپوریؒ	
۷۲	جناب مولانا جلیل احمد صاحب شیروانیؒ علی گڑھ روح رواں مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان	۱۰؍ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ ۲۶؍نومبر ۱۹۵۵ء لاہور
۷۳	جناب صوفی شہاب الدین صاحبؒ گھوری (للعوام)	۲۰؍اگست ۱۹۷۰ء
۷۴	جناب مولانا مسیح اللہ خان صاحب شیروانی رحمہ اللہ سابق مہتمم جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد	۱۶؍جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ ۱۲؍نومبر ۱۹۹۲ء
۷۵	جناب مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوریؒ	۳۱؍دسمبر ۱۹۵۱ء ۱۳۷۱ھ
۷۶	جناب حکیم عبدالخالق صاحب ہوشیار پوریؒ (یوپی)	۱۱؍فروری ۱۹۴۵ء ٹانڈہ
۷۷	جناب ماسٹر ثامن علی صاحب سندیلویؒ	۱۹۵۰ء سکھر پاک
۷۸	جناب حافظ عنایت علی صاحب لدھیانویؒ (للعوام)	۱۳۸۹ھ
۷۹	جناب مولانا ولی محمد صاحب گورداس پوریؒ (پنجاب)	۲۱؍۴؍۱۹۵۹ء راولپنڈی
۸۰	جناب مولانا عبدالودود صاحب چاٹگامیؒ (بنگلہ دیش)	یکم اپریل ۱۹۵۲ء
۸۱	جناب مولانا نور بخش صاحب چاٹگامیؒ (بنگلہ دیش)	۲۹؍۴؍۱۳۶۹ھ بروز جمعہ
۸۲	مناظر اسلام مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ سابق ناظم اعلیٰ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور	۶؍رجب ۱۳۹۹ھ ۱۱؍جون ۱۹۷۹ء
۸۳	جناب مولانا حکیم الٰہی بخش صاحب شکارپوریؒ سندھ	۱۰؍اپریل ۱۹۷۹ء

۸۴	جناب ماسٹر محمد شریف صاحب ہوشیار پوریؒ (ملتان)	۱۱/اپریل ۱۹۸۵ء
۸۵	جناب ماسٹر شیر محمد صاحب ہوشیار پوریؒ (ملتان)	۱۰/اپریل ۱۹۸۹ء گوجرہ پاک
۸۶	جناب حافظ ولی محمد صاحبؒ قنوج فرخ آباد	
۸۷	جناب مولانا کفایت اللہ صاحب شاہ جہاں پوریؒ	۱۷/اکتوبر ۱۹۷۹ء بروز چہار شنبہ
۸۸	جناب مولوی حامد حسین صاحب امروہوی رحمہ اللہ جامعہ اشرفیہ تھانہ بھون (مدفن: گور غریباں مین روڈ تھانہ بھون)	۵/جنوری ۱۹۹۰ء ۲۸/جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ
۸۹	جناب حکیم فضل اللہ صاحب شکار پوریؒ	
۹۰	جناب بابو عبدالعزیز صاحبؒ گوجرانولہ	۱۹۷۴ء
۹۱	جناب مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ (پاک)	۴/رمضان ۱۳۹۱ھ ۲۵/اکتوبر ۱۹۷۱ء
۹۲	جناب مولانا محمد اللہ صاحب نواکھالوی رحمہ اللہ ڈھاکہ (بنگلہ دیش)	۱۹/رمضان ۱۴۰۷ھ ۷/مئی ۱۹۸۷ء
۹۳	جناب حکیم مولوی عبدالحق خاں صاحبؒ فتح پوری ہنسوہ	
۹۴	جناب حکیم خلیل احمد صاحب سہارن پوریؒ	۱۹۶۵ء
۹۵	جناب محمود الغنی صاحب سہارن پوریؒ حیدر آباد دکن	۱۹۵۶ء کراچی
۹۶	جناب ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی کراچی	۲۳/۳/۱۹۸۶ء ۱۴۰۶ھ
۹۷	جناب علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ	۲۲/نومبر ۱۹۵۵ء
۹۸	جناب حضرت مولانا عبدالباری صاحب ندویؒ	۲۸/محرم الحرام ۱۳۹۶ھ ۳۰/جنوری ۱۹۷۶ء

۹۹	جناب مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی رحمہ اللہ سابق ناظم جامعہ اشرف المدارس ہردوئی	۸/ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ ۱۷/مئی ۲۰۰۵ء (منگل)
۱۰۰	جناب حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوریؒ	۲۳/ربیع الاول ۱۴۱۲ھ ۱۲/اکتوبر ۱۹۹۱ء

☆☆☆☆☆☆

سلسلۂ امدادیہ اشرفیہ کا ترجمان

فیضان حکیم الامت تھانہ بھون

مدیر بدر الحسن شعیب تھانوی

اصلاح نفس، تہذیب اخلاق اور تزکیۂ باطن پر مشتمل اہم مضامین، مجالس حکیم الامت کے اہم افادات، قیمتی ارشادات وملفوظات اور خطبات کے اہم اقتباسات، اکابر دیوبند اور اہل اللہ کی پند ونصائح، زندگی میں تدین اور دینی انقلاب پیدا کرنے اور ہر موڑ پر کام آنے والے اصلاحی بیانات اور اہم واقعات، تنگی کو فرحت میں بدل دینے والے مجربات، طلباء واساتذہ کے لیے بیش بہا تحفہ، مقررین حضرات کے لئے عمدہ سرمایہ، عوام الناس اور گھر بھر کی اصلاح کے لیے سلیس اردو میں اکابر امت کے علمی، دینی، ادبی، دعوتی، اصلاحی مضامین کا جامع ومختصر مجموعہ۔

آج ہی سال بھر کے لئے صرف -/120 روپئے بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممبر بنئے۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون، ضلع شاملی

Mobile:
9358612332
9568780000

مجازین صحبت

تاریخ وفات	اسمائے گرامی	نمبر شمار
	جناب حافظ سعید احمد خان صاحب رئیس برہرہ ضلع ایٹہ	۱
	جناب حافظ علی نظر بیگ صاحب مرادآباد	۲
	جناب مولوی شیخ محمد حسن صاحبؒ انوار بکڈ پو لکھنؤ	۳
	جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحبؒ وکیل پٹنہ	۴
۱۹۴۶ء ہردوئی	جناب مولوی محمود الحق صاحبؒ وکیل حقی منزل ہردوئی	۵
۳۱ر مئی ۱۹۷۹ء کراچی	جناب حافظ عبدالولی صاحب بڈھانہ مظفرنگر نائب ناظم ریاست کپورتھلہ بہرائچ	۶
	جناب شیخ عبدالکریم صاحب سیشن جج سکھر سندھ	۷
	جناب منشی محمد جلیل صاحب منصف رسڑا ضلع بلیا	۸
۱۳ر جنوری ۱۹۵۵ء بعمر ۹۰ سال	جناب مولوی انوار الحسن صاحب رحمہ اللہ اعزازی مجسٹریٹ کاکوری	۹
۱۹۴۷ء کراچی	جناب منشی علی شاکر صاحب قانون گو گولا ضلع کھیری	۱۰
۱۹ر رمضان ۱۳۹۶ھ	جناب مولوی نجم احسن صاحب وکیل پرتاپگڈھ	۱۱
۵ر فروری ۱۹۶۶ء	جناب مولوی منفعت علی صاحب وکیل سہارنپور	۱۲

۱۳	جناب مولوی عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ پروفیسر کالج میمن سنگھ بنگلہ دیش	
۱۴	جناب منشی علی سجاد صاحب ڈپٹی کلکٹر جون پور	
۱۵	جناب ماسٹر حافظ مظہر احمد صاحب تھانوی بھوپال	دسمبر ۱۹۵۰ء (بھوپال)
۱۶	جناب حافظ محمد طٰہٰ صاحب کورٹ انسپکٹر گورکھپور	۱۸؍جون ۱۹۶۰ء
۱۷	جناب خواجہ صادق صاحب شال مرچنٹ امرتسر	
۱۸	جناب منشی عبدالصبور صاحب رحمہ اللہ حصہ اول دفتر نہر سارہ شاہ جہاں پور	
۱۹	جناب حافظ سید زاہد حسن صاحب امروہویؒ کوہ رانی کھیت امروہہ	۱۳۷۱ھ بعد نماز جمعہ مدفون: امروہہ
۲۰	جناب مولانا بخشش احمد صاحب گورکھپوریؒ	۱۹۴۲ء (بعمر ۴۱ سال)
۲۱	جناب مولانا لقاء اللہ صاحب پانی پتیؒ	۲۳؍جنوری ۱۹۶۹ء
۲۲	حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولویؒ سابق ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون	۱۸؍شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ ۲۵؍جولائی ۱۹۷۸ء
۲۳	جناب مولانا محمد طاہر صاحب قاسمی رحمہ اللہ نبیرہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	۱۴؍محرم الحرام ۱۳۷۲ھ ۴؍اکتوبر ۱۹۵۲ء ۳ بجے شب

۲۴	جناب مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب کاندھلویؒ	جنوری ۱۹۵۸ء (سندھ)
۲۵	جناب مولانا سلطان محمود صاحب رحمہ اللہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی	
۲۶	جناب مولانا محمد اسمٰعیل صاحب دہلیؒ	
۲۷	جناب منشی یعقوب صاحب کلانوریؒ انگلش کلرک سررشتہ تعلیم روہتک (ہریانہ)	۱۳ / ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ
۲۸	جناب مولانا عبدالصمد صاحب بنارسیؒ کرنیل گنج کانپور	
۲۹	جناب مولانا ابوالفداء نور محمد صاحبؒ حیدرآباد دکن	
۳۰	جناب حاجی سیٹھ داؤد ہاشم صاحب رحمہ اللہ ۳۴ پاک لین رنگون	
۳۱	جناب مولانا حمید حسن صاحب دیوبندیؒ مفتی ریاست مالیر کوٹلہ (پنجاب)	۲۸ / نومبر ۱۹۷۵ء
۳۲	جناب مولانا حکیم ریاض الحسن صاحبؒ باغپت	۱۹۶۱ء مکہ معظمہ
۳۳	جناب حکیم محمد سعید صاحب گنگوہی اجمیری منزل ممبئی	جون ۱۹۶۳ء
۳۴	جناب منشی عبدالحمید صاحب پنشنر	
۳۵	جناب حاجی عبدالغفور صاحب ٹھیکیدار جودھپور (راجستھان)	۲۰ / جمادی الاول ۱۳۹۰ھ / جولائی ۱۹۷۰ء
۳۶	جناب حکیم فیاض علی صاحب بھوپال	

۳۷	جناب قاضی محمد مصطفیٰ صاحب رحمہ اللہ پنشنر ڈپٹی کلکٹر بھدوہی بنارس	
۳۸	جناب مولانا محمود داؤد یوسف رحمۃ اللہ علیہ راندیر ضلع سورت	
۳۹	جناب میر نظام الدین صاحب رحمہ اللہ محاسب صدارت العالیہ حیدر آباد دکن	
۴۰	جناب مولانا عبد المجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ	
۴۱	جناب مولانا محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ دائرہ شاہ حجۃ اللہ الہ آباد	
۴۲	جناب مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ جامعہ اسلامیہ نیوٹاون کراچی	۳/ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ کراچی
۴۳	جناب ڈاکٹر علی ساجد صاحب ہاشمی ہومیو پیتھک لکھنؤ	
۴۴	جناب مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنؤ سابق شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد	۱۰/جمادی الاولیٰ ۱۳۷۹ھ/۱۲/نومبر ۱۹۵۹ء
۴۵	جناب مولانا سید عبد الکریم صاحب سرحدی رحمۃ اللہ علیہ	
۴۶	جناب شیخ عبد الغفار صاحب رئیس گھوسی ضلع اعظم گڑھ	
۴۷	جناب مولانا محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بخاری (کابل)	
۴۸	جناب مولانا سخاوت حسین صاحب کٹکی رحمۃ اللہ علیہ (سونگڑی)	دسمبر ۱۹۵۳ء (کٹک)
۴۹	جناب منشی عرفان احمد صاحب کلرک ڈاکخانہ تار گھر سہارنپور	
۵۰	جناب عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ نبیرہ مولانا عبد الاحد صاحب چوڑیولان دہلی	

۵۱	جناب شفیق احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ مدرس مدرسہ سلیمانیہ بھوپال	
۵۲	جناب شاد محمد صاحب طوطہ کان ضلع مردان (سرحد)	
۵۳	جناب خواجہ وحید اللہ صاحب رحمہ اللہ پنیشنر تار گھر کوٹہ (راجپوتانہ)	
۵۴	جناب مولانا مفتی عبد الکریم صاحب گمتھلویؒ	۹؍رجب ۱۹۶۸ء
۵۵	جناب سید حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر نگرام ضلع لکھنؤ	۱۹۵۰ء
۵۶	جناب مولانا سید حسن صاحبؒ مدرس دار العلوم دیوبند	۲۲؍جمادی الاول ۱۹۸۱ء
۵۷	جناب مولانا مسعود علی صاحبؒ شبلی منزل اعظم گڑھ	۲۷؍اگست ۱۹۶۷ء
۵۸	جناب مولانا حکیم عبد الرشید محمود صاحب (ننومیاں) نبیرہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ	۱۴۱۵ھ : ۱۹۹۵ء مدفن: گنگوہ
۵۹	جناب مولانا حکیم محمد مسعود صاحب گنگوہی معروف بہ حکیم اجمیری بمبئی	۳۰؍اپریل ۱۹۷۹ء
۶۰	جناب ماسٹر منظور احمد صاحب تحصیلی اسکول روڑکی	مارچ ۱۹۶۲ء
۶۱	جناب حکیم بہاؤ الدین صاحب ہردوئی	
۶۲	جناب حاجی ظفر احمد تھانوی انجینئر	
۶۳	جناب مولانا عبد الغنی صاحب رسولی ضلع بارہ بنکی	۹؍دسمبر ۱۹۸۳ء (جمعرات) ۲؍ربیع الاول ۱۴۰۴ھ
۶۴	جناب انوار احمد صاحب پنشنر جج پٹنہ ہائی کورٹ	

۶۵	جناب قریشی شفیع محمد صاحب سندھی کراچی	
۶۶	جناب شاہ محمد علیم صاحب اعظم گڑھی	

خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون

عجب فرحت گہے ایں خانقاہ است
عجب نزہت گہے ایں خانقاہ است
یکے ساقی دے خواراں ہزار اند
دو چشم مست او مشغولِ کارند
دل ایں جامی کند اللہ اللہ
کہ ہر دم بشنود اللہ اللہ
چہ صحت بخش ہست اینجا فضائے
دل ایں جا بے دوا یابد شفائے
تعالے اللہ چہ عالی بارگاہے
کہ اینجا ہر گدائے بادشاہے

خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب

ایک قابل اصلاح طرزِ عمل

از قلم

حضرت مولانا سید نجم الحسن صاحب تھانوی دامت برکاتہم العالیہ

ناظم ومتولی خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون شاملی

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم امابعد

سلوک وتصوف ہمارے اکابر کی سرگرمیوں اور محنتوں کا نہایت اہم حصہ رہا ہے؛ لیکن اس لائن سے آنے والی خرابیوں کی اصلاح پر بھی حضرات اکابر نے بڑی توجہ دی ہے، اس وقت افسوس ناک صورتِ حال یہ ہے کہ جن چیزوں کی اصلاح پر ہمارے اکابر نے عمریں کھپادیں انھیں کے نام لیوا اپنی سادہ لوحی یا ذاتی وقتی مفاد کی خاطر پھر انھیں چیزوں کو ہوادے کر نئے فتنوں کو جنم دے رہے ہیں۔

شاعر مشرق نے اس کی منظر کشی اس طرح کی ہے:

مذہب میں بہت تازہ پسند اس کی طبیعت
کرلے کہیں منزل تو گذرتا ہے بہت جلد
تحقیق کی بازی ہو تو شرکت نہیں کرتا
ہو کھیل مریدی کا تو ہَرتا ہے بہت جلد
تاویل کا پھندا کوئی صیاد لگادے
یہ شاخ نشیمن سے اُترتا ہے بہت جلد

میں نے اپنے والد محترم مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولوی رحمہ اللہ (مجاز صحبت) حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ سے کئی مرتبہ سنا کہ

جس وقت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ پہلی مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے مزار پر فاتحہ کے لیے دیوبند تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت کے مزار سے متصل کچھ اینٹیں رکھی ہوئی تھیں آپ احاطہ سے باہر ہی رک گئے اور دریافت فرمایا کہ یہ اینٹیں کیسی رکھی ہوئی ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ ان کو فاتحہ پڑھنے والوں کی راحت وسہولت کے لیے مزار سے متصل بچھا دیں گے۔ فوراً تغیر ہوگیا اور فرمایا کہ

جب تک ایک ایک اینٹ احاطہ سے باہر نہیں ہو جائے گی میں اندر نہیں آؤں گا، چنانچہ چند لمحوں میں خدام نے اینٹیں احاطہ سے باہر کردیں تب حضرت اندر تشریف لے گئے اور فاتحہ پڑھی، اس کے بعد فرمایا کہ بھائی یہ جو کلیر اور اجمیر میں تم دیکھ رہے ہو یہ سب ایک دم سے ایسا نہیں ہوگیا اس کی ابتداء اسی طرح ہوئی ہے: آج اینٹیں بچھائیں گے، کل چہار دیواری ہوگی، پھر قبہ بنے گا، چادریں چڑھیں گی؛ بدعات اسی طرح شروع ہوتی ہیں۔

خود حضرت حکیم الامتؒ نے اپنی خانقاہ کو جانشینی کی رسم سے پاک رکھنے کی ہدایت فرمائی کہ جگہ کو اصل نہ بنایا جائے ع

"نشہ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے"

اس سلسلہ میں حضرت حکیم الامت نے مستقل رسالہ "تحفۃ الشیوخ" تحریر فرمایا، آپ فرماتے تھے کہ ایک خانقاہ کے باقی نہ رہنے کا افسوس نہ کیا جائے۔ ۷۰ خانقاہیں آباد ہوں گی جن لوگوں کو میں نے اجازت دی ہے وہ اپنی اپنی جگہ رہ کر کام کریں جہاں گڑ ہوگا مکھی خود بخود آئے گی۔

یہ تھی دوراندیشی اور بے نفسی تواضع اور للّٰہیت خود اپنے عمل سے مثال قائم فرما گئے، کیسی احتیاط تھی؟ اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے، سب کو معلوم ہے کہ اس وقت کی تقریباً تمام مرکزی شخصیات حضرت حکیم الامتؒ کے دامنِ عقیدت سے وابستہ تھیں حضرت چاہتے تو تھانہ بھون مرکز بن جاتا؛ لیکن ہدایت فرمادی کہ یہاں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے جس سے دارالعلوم اور مظاہرالعلوم کی مرکزیت کو ٹھیس پہنچے، بڑی کتابیں بڑے چندے بڑے مدرسوں کا حق ہیں، ان مراکز دینیہ کی مرکزیت حضرت کو بے حد عزیز تھی وہ مسلمانوں کے انتشار کا ایک بڑا سبب ان کی مرکزیت کا فقدان گردانتے تھے اس لیے جس درجہ میں جہاں مرکزیت تھی وہ اس کو غنیمت سمجھتے تھے۔

دیکھنے میں آرہا ہے کہ دیکھا دیکھی دن تاریخ اور وقت کی تعیین کے ساتھ مجالس ذکر، مجالس درود اور مجالس دعائے جہری کا اہتمام اور تداعی کا التزام دن بدن زور پکڑ رہا ہے، جب کہ مستحب عبادات کے لیے اجتماع اور تداعی کو فقہائے کرام نے منع فرمایا ہے، خانقاہوں کا اصل مقصد تزکیۂ باطن اور تہذیب اخلاق تو فوت ہوگیا رسمی اعمال کی بھرمار ہو رہی ہے، کچھ وظائف اور ذکر واذکار بتادیے، خوابوں کی تعبیر بتادی اور مذکورہ بالا مجالس منعقد کرلیں، سارا زور کیفیات، مکاشفات، منامات اور کرامات پر رہتا ہے اعمال واخلاق کی درستگی کی کوئی فکر نہیں؛ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ ان میں مصلح بننے کی صلاحیت ہی نہیں، الا ماشاء اللہ۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو حق تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں اور اوصاف وکمالات کے ساتھ احوال الناس کا امتیازی علم عطا فرمایا تھا دین کے ہر رخنہ پر نظر اور اس کے تدارک اور اصلاح کی حکیمانہ تدبیریں ودیعت فرمائی تھیں جن سے آپ نے

خوب خوب کام لیا اور ہر موقع پر امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا، آپ نے جس طرح شریعت ظاہرہ کو جہالت و ضلالت کی تاریکیوں سے نکالنے کا کام انجام دیا اسی طرح طریقت باطنہ کو افراط وتفریط کی بھول بھلیوں سے نجات دلائی، طریقت کہ جو ایک زمانے سے محض چند رسوم کا مجموعہ ہو کر رہ گئی تھی اور جس کی اصل حقیقت مستور ہو چکی تھی حشو وزوائد سے پاک کر کے سلف صالحین کے رنگ پر لا کھڑا کیا جاہل پیروں اور دوکاندار صوفیوں کی پیدا کردہ غلط فہمیوں اور من گھڑت عقیدوں کی اصلاح فرمائی جو شریعت اور طریقت کو دو چیزیں سمجھتے اور سمجھاتے رہے آپ نے اپنے مواعظ وملفوظات اور عام مجالس میں عقائد عبادات کی اہمیت کے ساتھ ساتھ اخلاق و معاملات اور عملی زندگی کے کاروبار کی صحت پر بے حد زور دیا ہے آپ نے تمام عمر یہی تلقین فرمائی کہ طریقت عین شریعت ہے، احکام الٰہی کی باخلاص تمام تعمیل وتکمیل کا ہی نام طریقت ہے باقی سب ہیچ ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے یہاں اجتماعی معمولات تھے ہی نہیں ہر شخص کے لیے اس کے حسب حال نسخہ تجویز ہوتا تھا اور وہ اپنے معمولات اپنے اپنے حجروں میں پورا کرتا، سالکین کے لیے خانقاہ میں تقریباً ۵۰ حجرے تھے، تہجد کے وقت خانقاہ کی ایسی کیفیت ہوتی تھی جیسے شہد کے چھتے پر شہد کی مکھیوں کی بھن بھناہٹ ہوتی ہے، کسی قسم کا شوروغل نہ ہوتا، ظہر وعصر کے درمیان اصلاحی مجلس عام منعقد ہوتی، اس میں نو وارد ملاقات کرتے ہر شخص کو کوئی بات دریافت کرنے یا حاجت وضرورت پیش کرنے کی اجازت ہوتی، اسی وقت حضرت والا خطوط کے جوابات تحریر فرماتے، اہل حاجت کے لیے تعویذ لکھتے، ساتھ ساتھ تربیتی ملفوظات ہوتے رہتے۔

ترا مقصد کمالات نبوت کی اشاعت تھا

بفیض پر تو ''امداد'' حق ہر فن میں کامل تھا	☆	نہ کیوں ہوتا کہ آخر دیدۂ ''یعقوب'' کا تل تھا
تو شاگرد رشید ایسا کہ استاد زماں نکلا	☆	زمین ہند کا ذرہ چراغ آسمان نکلا
ترے سر پر بحمد اللہ اکلیل سعادت تھا	☆	ترا مقصد کمالات نبوت کی اشاعت تھا
کتاب زندگی کا ہر ورق تصویر سنت ہے	☆	تری ہر نقل وحرکت نقشۂ تدبیر سنت ہے
دماغ جہل سے خارج کیا بیہودہ رسموں کو	☆	کچل ڈالا تمدن کے شرر انگیز جلووں کو
سکھائے فقر کے آداب تو نے بادشاہی کو	☆	جلال قیصری بخشا جمال خانقاہی کو
ترا غیور جذبہ صورت فولاد محکم تھا	☆	تیرے پیکر میں روشن شعلۂ فاروق اعظم تھا
نہ لالچ دے سکیں تجھکو کبھی سکوں کی جھنکاریں	☆	ترے دست توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں
تری تحقیق کے جھنڈے سر افلاک لہرائے	☆	جہاں سائنس کا ذہن رسا جانے سے لنگڑائے
تری حاضری جوابی سے ہر اک مسرور ہوتا تھا	☆	ترا سادہ سا فقرہ مصرعہ منثور ہوتا تھا
تو میدان صحافت میں بھی سبقت لے گیا سب پر	☆	کہ نو سو تک پہنچ جاتا ہے تصنیفات کا نمبر
تری تقریر کیا ہوتی تھی کشف سامعہ کہئے	☆	تجھے اسلام کا اک چلتا پھرتا جامعہ کہئے
محقق، مجتہد، عالم، محدث، حافظ و قاری	☆	بایں اوصاف شہرت سے بری اظہار سے عاری
جو سچ پوچھو جہاں میں قطب ارشاد وہدایت تھا	☆	ترے تبلیغ کے ہاتھوں میں فانوس رسالت تھا
چنانچہ حجۃ اللہ بن کے آیا تھا زمانہ میں	☆	پیام رشد پوشیدہ تھا ترے تازیانہ میں
لکھے گا وقت آب زر سے ترے کارناموں کو	☆	مسلماں حفظ کر لے کاش ان زریں پیاموں کو

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

……خودنوشت حالات……

حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولوی رحمہ اللہ

(مجازِ صحبت) حضرت تھانوی رحمہ اللہ

میرا تاریخی نام محمد ظہور الحسن ہے نام اول ''مبارک علی'' تجویز ہوا تھا پھر ایک مشفق کی تجویز سے ''ظہور الحسن'' مشہور ہوا۔

مقامِ پیدائش موضع محی الدین پور عرف (کسولی) ہے جو دیوبند سے ۷ میل جنوب میں اور تھانہ بھون سے مشرق وشمال کے گوشہ میں ۹ میل یعنی تقریباً دونوں قصبات کے وسط میں ضلع مظفر نگر میں سادات کی زمینداری میں ایک چھوٹا سا تقریباً ڈھائی ہزار کی آبادی کا گاؤں ہے، تاریخی پیدائش اصح روایت کے مطابق ۷ شعبان ۱۳۲۲ھ مطابق نومبر ۱۹۰۴ء ہے، والد ماجد ''سید محبوب علی مرحوم'' یہاں کے ممتاز ذی اثر، رعب دار زمیندار تھے، ان کی پہلی شادی سے صرف ایک دختری اولاد ہوئی وہ بھی انتقال کر گئی پھر زوجہ محترمہ کا بھی انتقال ہو گیا۔

دوسری شادی سے متواتر دختری اولاد ہوتی رہی چھ لڑکیوں کے بعد ایک صاحب سلسلہ بزرگ کی پیشین گوئی کے مطابق میری پیدائش ہوئی اس لئے اہل خاندان بلکہ اہل بستی کو پیشینگوئی کے مطابق غیر معمولی مسرت ہوئی، خیرات بھی خوب کی گئی اور اہل بستی نے خوب حدود سے متجاوز ہو کر مسرت کا مظاہرہ کیا اور بہت اصرار کر کے انعامات حاصل کئے۔

والدہ محترمہ دیندار اور خواندہ اور قاری سید محمد یامین صاحب منگلوری فاضل دیوبند کی بڑی ہمشیرہ تھیں آپ خود بھی نہایت متدین تھیں اور دوسروں کو بھی ترک رسوم اور نماز روزہ اور پردہ کی تبلیغ کرتی رہتی تھیں اور تلاوت ومعمولات کی نہایت پابند تھیں، پہلے

ایک قادری خاندان کے بزرگ سے بیعت تھیں ان کے انتقال کے بعد حضرت حکیم الامت رحؒ سے بیعت ہو گئیں، والد صاحب کو بھی علم دین پڑھانے کا بہت شوق تھا لیکن وہ میری بارہ سال کی عمر میں ہی انتقال فرما گئے وصیت فرمائی کہ اس کو اس کے ماموں قاری محمد یامین صاحب مدرس (مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون) کے سپرد کر دینا اور کہہ دینا کہ جیسے میں نے تم کو پڑھایا ہے ایسے ہی تم اس کو پڑھا دو اور وصیت کے وقت آبدیدہ ہو گئے، ان کی عین دنیا سے رخصت ہوتے وقت اس آخری آرزو اور وصیت اور دعا سے مجھ کو بہت تاثر ہوا اور اسی وقت ارادہ کر لیا کہ میں ضرور عربی پڑھوں گا، والد صاحب کے انتقال کی خبر پا کر ماموں صاحب قبلہ جب تعزیت کے لئے تشریف لائے تو والدہ صاحبہ نے اُن کو یہ وصیت سنائی۔

ماموں صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیوں بھائی پڑھو گے؟ شوق سے پڑھو گے؟ میں نے وعدہ کر لیا، فرمایا یہاں اہل تعزیت سے فارغ ہو کر تھانہ بھون آجاؤ، چنانچہ میں ۳؍محرم ۱۳۳۸ھ کو خانقاہ میں حاضر ہو گیا اور اسی روز کلام مجید اور ابتدائی فارسی کے درجہ میں داخلہ ہو گیا، ایسے شوق اور محنت سے پڑھا کہ اساتذہ تعریف کرنے لگے، میرا معمول تھا کہ خارج وقت میں حافظ خلیفہ اعجاز احمد صاحب مدرس مدرسہ امداد العلوم سے ''دعوات عبدیت'' وغیرہ کے مواعظ لے کر مطالعہ کیا کرتا، اس سے غیر محسوس طریقہ پر تدین پیدا ہوتا چلا گیا اور علم کا شوق بڑھتا گیا، تھوڑی بہت دیر بعد ظہر یا جمعہ کو موقع ملتا تو حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی مجلس میں شریک ہو جاتا تقریباً ایک سال تک یہ سلسلہ چلا کہ ماموں صاحب رخصت لے کر ممانی صاحبہ کو لینے اُن کے میکے سونی پت تشریف لے گئے اور چند روز کے بعد بجائے واپسی کے استعفاء بھیج دیا اور میرے لئے کوئی ہدایت نہیں کی، گویا کہ بالکل ہی فراموش کر دیا۔

ابھی میں بے ریش تھا اس لئے خانقاہ کے قاعدہ کے مطابق بلانگراں کے یہاں رہنا مشکل ہوگیا، حضرت حکیم الامتؒ نے بواسطہ استاد صاحب مجھ سے دریافت کیا کہ قاری صاحب نے تمہاری نسبت کچھ لکھا ہے میں نے نفی میں جواب دیا، مدرس صاحب سے فرمایا کہ پھر یہ ایسی حالت میں یہاں کیسے رہے گا۔

پھر فرمایا کہ اچھا تو بتلاؤ کہ پڑھنے میں یہ کیسا ہے، انہوں نے شوق اور محنت کی تعریف کی فرمایا کہ بھائی شوقین لڑکے کو تو موقع دینا چاہئے اگر نگرانی کا کوئی انتظام ہو سکے تو رکھنا چاہئے، آخر مدرس صاحب یعنی مولانا انوار الحق صاحب امروہیؒ نے نگرانی قبول فرمائی اور میرا قیام اُن کے مکان کے رہائشی بیٹھک کے دیوان خانہ میں تجویز ہوگیا، اب خود مجھے بھی اور استاذ رحمۃ اللہ علیہ کو بھی میری تعلیم کی طرف نگاہ توجہ ہوگئی اور مدرسہ میں مجھے محنتی اور شوقین طلباء میں شمار کیا جانے لگا۔

کچھ خانگی مجبوریاں والد صاحب مرحوم کے قرض وغیرہ کی ادائیگی اور بعض مقدمات کے سلسلہ میں پیش آئیں اس لئے کچھ عرصہ تک تعلیم کو ملتوی کرنا پڑا حتی کہ دو سال گزر گئے اور اب تعلیم کی طرف سے تکمیل میں تذبذب پیدا ہوگیا۔ اس درمیان حضرت حکیم الامتؒ کے خدام کے سلسلہ میں عقد بھی ہو چکا تھا، یہ ذمہ داری بھی بڑھ گئی اس لئے تکمیل تعلیم کے سلسلہ میں اور مایوسی بڑھ گئی، آخر کچھ عرصہ کے بعد حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضری ہوئی تو حالات دریافت کئے، میں نے معاش کے سلسلہ میں کچھ ارادے ظاہر کئے تو تعجب کے ساتھ فرمایا کہ تو کیا تعلیم کا سلسلہ ختم؟ میں نے عرض کیا کہ دل تو تکمیل ہی کو چاہتا ہے لیکن معاش کی مجبوریاں حائل ہیں، فرمایا کہ اگر معاش کا انتظام ہو جائے؟ عرض کیا کہ ایسا ہو جائے تو دل تو یہی چاہتا ہے کہ تکمیل کروں۔ فرمایا کہ

پھر یہی کہا ہوتا تم نے تو بالکل دوسرا ارادہ کرلیا، عرض کیا حضرت اب عرض کرتا ہوں کہ اگر معاش کا انتظام ہوجائے تو پڑھنا چاہتا ہوں۔

فرمایا کہ گڈھی پختہ میں مدرسہ ہے وہاں مدرس کی لڑکوں کے لئے بھی ضرورت ہے اور لڑکیوں کے لئے استانی کی بھی مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب سے معلوم کرلو، اگر وہ جگہ خالی ہو اور کافی ہو تو وہاں تعلیم کا انتظام ہوجائے گا اور معاش کے لئے تنخواہ بھی خاوند بیوی دونوں کو ملے گی۔

چنانچہ تقرر ہوگیا اور ڈیڑھ سال تک دونوں سلسلے رہے شرح جامی تک کتابیں ہوگئیں، اس کے بعد وہاں کے استاد صاحب کی ملازمت ختم ہوگئی اس لئے میری تعلیم کا کوئی انتظام نہ رہا، اور حضرتؒ سے اس مجبوری کو عرض کیا گیا حضرت والا رحمہ اللہ کی شفقت فرمائی کہ مولوی شبیر علی سے پوچھو؟ شاید مدرسہ میں مدرسی اور تعلیم دونوں کا نظم ہوجائے، کچھ مسودات کی نقل کا کام بھی ملتا رہے گا، فتاویٰ اور تربیت السالک کی نقل کا کام بھی ملتا رہے گا، عرض کیا کہ حضرت اہلیہ اور ایک بچّی ہے اس لئے خرچ تو مستقل ہے اور یہ آمدنی غیر مستقل، نقل مسودات کی کوئی مستقل آمدنی نہیں کم ہوئی تو کیا ہوگا؟ فرمایا کہ جس مہینہ میں کمی ہوا کرے مجھے اطلاع کردیا کر میں پوری کردیا کروں گا، اس طریقہ پر تین سال گزرے قدوری وغیرہ تک تدریس کا سلسلہ بھی رہا اور مشکوٰۃ شریف وجلالین شریف تک اپنی تعلیم بھی ہوگئی، شعبان ۱۳۴۸ھ کو حسبِ مشورہ حضرت حکیم الامتؒ دورہ کی تکمیل کے لئے ایک سال مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ لیا اور عموماً ہر جمعہ کو تھانہ بھون حاضری ہوتی رہی، وہاں نقل فتاویٰ اور انجمن ہدایت الرشید کی نگرانی سپرد ہوئی، اور بعض طلباء کی نگرانی کے انکے والدین کی طرف سے دس روپیہ ماہوار ملتے رہے، اسی درمیان میں تجارتِ کتب کا سلسلہ

شروع ہوگیا، دورۂ حدیث سے اگلے سال مدرسہ میں تدریس کے طور پر کچھ اسباق بھی ملنے لگے، ۵۴ھ میں کتب خانہ مدرسہ سے باہر مستقل مکان میں قائم ہوگیا، ہر ہفتہ دیہات اور شہر میں تبلیغی سلسلہ جاری کیا گیا، اس میں طلباء اور بعض مدرسین شریک تھے، مجھے رکن کی حیثیت سے کام کرنا ہوتا تھا، حضرت حکیم الامتؒ اس تبلیغی سلسلہ سے بہت خوش ہوئے اور تھانہ بھون حاضری پر اس کاروائی کو بہت دلچسپی سے دریافت فرماتے، اسی سال میں بذریعہ والانامہ مجازِ صحبت ہونے کی خدمت سپرد فرمائی باجودیکہ علمی حیثیت معمولی تھی لیکن حضرت نے ایسا بے تکلف فرمالیا تھا کہ سرِ مجلس مسائل میں گفتگو کی جرأت کرلیتا خندہ پیشانی سے جواب مرحمت فرماتے۔

سالکین کے اُلجھے ہوئے معاملات میں عموماً میرے واسطے کو غالباً اس لئے ترجیح دیتے کہ میں بجائے سفارش اہل معاملہ کو وجہ ناراضگی اور اُس کی غلطی کو سمجھا کر اُس کی مکافات کا طریقہ بتلاتا تھا تاکہ غلطی کو سمجھ کر آئندہ احتیاط پر قادر ہوجائے جو اصلاح کا مقصود تھا، ایسے ہی مواخذہ کے وقت جن کو حکم ہوتا تھا کہ باہر جاکر بذریعہ خط وکتابت اپنی غلطی ظاہر کرکے اس کی مکافات کا طریقہ لکھیں وہ اکثر سہارنپور آکر میرے مشورہ سے اپنی سمجھی ہوئی غلطی کو بذریعہ خط لکھ کر طالبِ معافی ہوتے تھے، پس خود اپنے پناہ فیوض سے کورا ہی رہا اس لئے کیا تاثر بیان کروں لیکن سب سے زیادہ اثر انداز آپ کے مواعظ اور مجلس کے ملفوظات اور آپ کی بےنفسی ہوئی کہ بجائے دعویٰ اور ہٹ کے احقاقِ حق کی کوشش اور حق واضح ہوجانے کے بعد آپ کو اپنی رائے سے رجوع میں کوئی تامل نہ تھا جیسا کہ احقاقِ حق نہ ہونے سے پہلے محض کسی شخصیت یا شوروشغب سے بلادلیل مرعوبیت کا کبھی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا، اور جس چیز کو اپنے نزدیک حق سمجھے ہوتے تھے اس کے

خلاف کوئی قوم آپ کو نہیں بدل سکتی تھی، یہ سب امور موجبِ تاثیر ثابت ہوئے۔

مولانا شبیر علی صاحب کے سفرِ پاکستان کے وقت کسی قابل قائم مقام کو یہاں قیام کے لئے آمادہ نہ پاکر اس نالائق کو قحطِ رجال کی مجبوری سے خانقاہ کی جاروب کشی سپرد ہوئی اس لئے کہ جانشینی کا اول تو یہاں سوال نہیں تھا، دوم جائے استاد خالی ست کا مضمون تھا جس کا حقیقی معنی میں پُر کرنا مشکل تھا اور جو قابل ہیں وہ اپنی اپنی جگہ پر کام کر رہے تھے اس لئے مجھے خانقاہ میں لایا گیا، پس یہاں میری بڑی خدمت جاروب کشی کے علاوہ یہ ہے کہ حضرت کی وصیت مندرجہ وصایا ۶ جو مدرسہ دینیہ فی الحال میرے تعلق میں جاری ہے وہ ایک خاص شان کا مدرسہ ہے۔ اور میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میرے بعد بھی اس کے بقا کی طرف توجہ دی جائے اور خدا تعالیٰ اس مدرسہ کی خدمت کی جس کو توفیق دے وہ اس کے طرز کو جس کا ایک مہتم بالشان جزو تربیت اخلاق اور اصلاحِ نفس ہے نہ بدلے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اس میں بہت خیر و برکت کی امید ہے، سو الحمد للہ۔ ایک چھوٹا سا مدرسہ بدستور قائم ہے اور توکل کے اصول پر چل رہا ہے، گو میں خود کسی قابل نہیں لیکن کسی غلط داعی کو حضرت والا کی پچاس سالہ خدمت کو اُن کے مذاق و مسلک کے خلاف بدلنے نہیں دیا، اور اب تک جتنی قوتیں خلاف کے لئے زور آزما ہوئیں وہ ناکام ہیں۔ اس لئے کہ حضرت کے خدام کی حمایت مجھے حاصل رہی اور حضرت والا کے اصول استغناء وغیرہ کو گو بہ تکلیف سہی مضبوط پکڑے ہوئے ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔

فقط: بندہ ظہور الحسن غفرلہٗ

۱۳ر شوال ۱۳۹۵ھ مطابق ۹ر اکتوبر

(ماخوذ: بزم اشرف کے چراغ)

جامع ومرتب

حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولویؒ

مجاز صحبت حضرت تھانویؒ

(سابق ناظم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کا)

مختصر سوانحی خاکہ .... ایک نظر میں!

سید حذیفہ نجم تھانوی

نبیرہ/ مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولویؒ

اسم گرامی : مبارک علی

تاریخی نام : ظہور الحسن

والد ماجد : سید محبوب علی

وطن : محی الدین پور (عرف کسولی) چرتھاول مظفر نگر

پیدائش : ۷/شعبان المعظم ۱۳۲۲ھ مطابق نومبر ۱۹۰۴ء

جائے پیدائش: محی الدین پور (عرف کسولی) چرتھاول مظفر نگر

خاندان : آپ کا شجرہ سادات کے حسنی خاندان سے ہے۔

ابتدائی تعلیم : ابتدائی دینیات کی تعلیم گاؤں ہی کے مکتب میں حاصل کی، اور درجۂ چار تک تعلیم گاؤں کے ہی پرائمری اسکول میں حاصل کی۔

والد ماجد کی وفات: ۱۳۳۴ھ میں والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔

ناظرہ کلام پاک : مولانا سید ظہور الحسن کسولویؒ نے ناظرہ کلام پاک گاؤں کسولی میں والدہ کے علاوہ ایک ضعیف العمر خاتون سے بھی پڑھا تھا۔

مدرسہ امداد العلوم میں داخلہ: ۳ رمحرم الحرام ۱۳۳۸ھ کو آپ اپنے ماموں قاری محمد یامین رحمہ اللہ کے ہمراہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ آگئے، قرآن کریم کی تصحیح کی۔ ساتھ ہی ساتھ ابتدائی فارسی بھی شروع ہوگئی۔

تعلیمی سلسلہ موقوف : بعض گھریلوں مجبوریوں کی باعث تعلیمی سلسلہ موقوف کر دینا پڑا، اور رفتہ رفتہ دو سال کا عرصہ گزر گیا۔

پہلی شادی : ۱۳۴۱ھ میں کنسوہ ضلع گیا سے سادات گھرانے کے حضرات تھانہ بھون آگئے تھے، حضرت حکیم الامتؒ نے ان کی صاحبزادی سے نکاح پڑھا دیا۔

مدرسہ محمودیہ سروٹ میں داخلہ : ۱۳۴۲ھ میں حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعلیم کے حصول کی خواہش ظاہر کی اور حضرت ہی کے ایماء پر مدرسہ محمودیہ سروٹ میں داخل ہوئے اور تین ماہ زیر تعلیم رہے۔

مدرسہ ارشاد العلوم گڑھی پختہ میں داخلہ : ۱۳۴۲ھ کے اواخر میں حضرت حکیم الامتؒ کے ایماء و مشورہ پر مدرسہ ارشاد العلوم گڑھی پختہ میں داخل ہوئے۔ اور دو سال زیر تعلیم رہ کر شرح جامی تک بنیادی تعلیم حاصل کی۔ اور تعلیم کے ساتھ تعلم کا سلسلہ بھی جاری رہا، اس وقت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ مدرسہ ارشاد العلوم میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے۔

ابتدائی اساتذہ کرام: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا قاری محمد یامین صاحبؒ منگلوری مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون، حضرت مولانا انوار الحق صاحب امروہویؒ مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون، حضرت مولانا عبدالرؤف صاحبؒ مدرس مدرسہ ارشاد العلوم گڑھی پختہ، حضرت علامہ ظفر احمد تھانویؒ، حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہیؒ مدرس مدرسہ امداد العلوم کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

استاد / شاگرد: حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولویؒ نے مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ میں داخلہ کے بعد حضرت حافظ خلیفہ اعجاز احمد تھانویؒ مدرس مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون سے دوبارہ کلام پاک سبقاً سبقاً مکمل کیا اور حافظ خلیفہ اعجاز صاحبؒ نے حضرت مولانا سید ظہور الحسنؒ صاحب کسولوی سے گلستاں و بوستاں پڑھی۔

اس طرح سے یہ دونوں حضرات آپس میں استاد شاگرد کہلائے۔

مدرسہ امداد العلوم میں دوبارہ واپسی: ۱۳۴۴ھ میں مدرسہ ارشاد العلوم سے شرح جامی تک تعلیم مکمل کر لینے کے بعد ثانوی تعلیم کے حصول کیلئے مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں دوبارہ داخل ہوئے اور مختصر سے مشکوٰۃ شریف تک تعلیم حاصل کی، اس کے علاوہ تربیت السالک، امداد الفتاویٰ کی نقل کا کام بھی آپ کے سپرد رہا۔ نیز تعلیم کے ساتھ تعلم کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ حضرت علامہ ظفر احمد تھانویؒ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے اساطین علم و دیگر مشائخ و ذاکرین خانقاہ سے علمی استفادہ کیا۔

پہلی اہلیہ کی وفات: مظاہر علوم میں داخلہ سے ایک سال قبل سال موقوف علیہ میں آپکی پہلی اہلیہ مؤرخہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ دوشنبہ وقت اشراق بولادت (دختر ثانی) خالق حقیقی سے جاملیں۔

مظاہر علوم میں داخلہ: ۱۳۴۸ھ میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے حضرت حکیم الامتؒ کے ایماء پر جامعہ مظاہر علوم تشریف لے گئے، اور کبار محدثین سے علمی استفادہ کیا، نیز دورہ حدیث شریف کے سال میں حضرت ناظم صاحب کے ایماء پر نقل فتاویٰ کا کام داداجان کے سپرد ہوا، جس کو آپ نے بحسن وخوبی انجام دیا۔

فراغت: شعبان ۱۳۴۹ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سے کبار علماء کے ہاتھوں سند فراغ حاصل کی۔

درجۂ فنون میں داخلہ: شوال ۱۳۴۹ھ میں حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ کے ایماء پر پھر سے مظاہر علوم میں درجہ فنون میں داخل ہوگئے، دارالافتاء اور انجمن ہدایت الرشید کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوئیں، علاوہ ازیں حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ مفتی اعظم مظاہر علوم کے پاس مشق افتاء کی۔

درجۂ فنون سے فراغت: ۱۳۵۰ھ میں ہی علوم وفنون سے فراغت ہوئی اور اعلیٰ نمبرات سے کامیاب ہوکر گراں قدر کتابیں انعام میں حاصل کیں۔

مدت تعلیم: ۱۳۴۸ھ سے ۱۳۵۰ھ تک مظاہر علوم میں زیر تعلیم رہے۔

ممتاز اساتذہ کرام: استاذ الکل حضرت مولانا عبداللطیف پرقاضوی، حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کاندھلوی، مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوری، حضرت مفتی سعید احمد صاحب اجراڑوی مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری خلیفہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ، حضرت مولانا منظور احمد خاں صاحب رحمہم اللہ۔

درجۂ فنون کے اساتذہ: درجۂ فنون کے اساتذہ میں حضرت مولانا

عبدالشکور صاحب، حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کشمیری، حضرت مولانا ظہور الحق صاحب دیوبندی، حضرت مولانا مفتی ضیاء احمد صاحب گنگوہی رحمہم اللہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

اساتذہ کا مقام مولانا کی نظر میں : حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولویؒ فرماتے تھے کہ ''یہ تمام اساتذہ کرام عموماً مجسم اخلاق، سرپا انکسار، بے نفسی، اور تدین میں اپنی نظیر و مثال آپ تھے''۔

ممتاز رفقائے درس : فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی، حضرت مولانا عبدالوافی صاحب بنارسی، حضرت مولانا یامین صاحب کاندھلوی، حضرت مولانا سعید الدین صاحب مرادآبادی رحمہم اللہ کے اسماء شامل ہیں۔

مظاہر علوم میں تقرر : ۱۳۵۱ھ میں باضابطہ آپ مسند تدریس پر فائز ہوئے، اور اہم کتابوں کے اسباق بالخصوص فن منطق کی کتابیں آپ سے متعلق رہیں۔

نامور تلامذہ : حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی مفتی شہر آگرہ، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب احمد آباد گجرات، حضرت مفتی عبدالعزیز صاحب رائے پوری، حضرت مولانا محمد اطہر صاحب شیخ الادب مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت علامہ یامین صاحب مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا نسیم احمد صاحب غازی جامع الہدیٰ مرادآباد، شیخ القراء قاری اظہار احمد تھانوی، حضرت مولانا یونس صاحب کڑی احمد آباد گجرات، حضرت مولانا مرتضیٰ صاحب لکھنؤ، حضرت مولانا عبدالباری صاحب کھیڑوی، حضرت مولانا طاہر حسن صاحب کاندھلوی سابق سرپرست جامعہ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا قاری ولی

اللہ صاحب ڈونگری ممبئی، حضرت مولانا شاہ عبداللطیف صاحب نلہیڑی مظاہری، حضرت مولانا حکیم محمد الیاس صاحب سہارنپور، حضرت مولانا حکیم اسرائیل صاحب رحمہم اللہ۔

مناصب: نقل فتاویٰ، انجمن ہدایت الرشید کی نگرانی کے علاوہ طویل عرصہ تک تدریسی فرائض انجام دیئے۔

مدت خدمات مظاہر علوم: ۱۳۴۸ھ سے ۱۳۷۳ھ تک تقریباً ۲۳؍سال مظاہر علوم سہارنپور میں تدریسی، اصلاحی، انتظامی، تجارتی، تصنیفی اور تالیفی خدمات انجام دیں۔

کتب خانہ امداد الغرباء کا قیام: ۱۳۵۲ھ میں مدرسہ مظاہر علوم سے متصل محلہ مفتی میں کتب خانہ امداد الغرباء قائم فرمایا، جو بحمد للہ آج تک جاری ہے۔ اس کتب خانہ سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی نایاب تصانیف، کمیاب رسائل، مواعظ و ملفوظات شائع ہوئے اور آپ کی ادارت میں تین سو صفحات پر مشتمل ایک ضخیم رسالہ ''ماہنامہ اشرف العلوم'' ہر ماہ پابندی سے شائع ہوا جو ملک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

دوسری شادی: ۲۱؍شعبان المعظم ۱۳۵۲ء میں سید پورہ نامی گاؤں سے دادا جان کی دوسری شادی ہوئی، اولادیں ہوئیں مگر زندہ نہ رہیں۔

پہلا سفر پاکستان: ۱۳۵۳ھ میں حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی معیت میں داداجان کا پہلا پاکستان کا سفر ہوا جو بارہ یوم پر مشتمل تھا، جس کی تفصیل ''الفصل للوصل'' کے نام سے ملفوظات حکیم الامت جلد نمبر ۲۰ میں بالتفصیل مذکور ہے۔

سایۂ شفقت سے محرومی: ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کو اپنے مرشد و مربی اور انتہائی شفیق استاذ حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے سایہ شفقت سے محروم ہو گئے۔ جس کا داداجان کو بہت صدمہ ہوا اور طبیعت کافی متاثر ہوئی۔

دوسرا سفر ڈھاکہ پاکستان: حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی معیت میں دیگر اکابرین کے ہمراہ تین روز کیلئے ڈھاکہ تشریف لے گئے۔

تیسرا سفر پاکستان: ۱۳۶۸ھ کو حضرت مولانا شبیر علی تھانویؒ (برادر زادہ حضرت تھانویؒ) کی دعوت پر حاجی نیاز محمد تھانویؒ کے ہمراہ کراچی اور دیگر مقامات پر تشریف لے گئے یہ سفر تقریباً ایک ماہ پر مشتمل تھا، اس سفر میں متعدد مقامات پر بیانات، دینی وروحانی مجالس کا انعقاد عمل میں آیا۔

تیسری شادی: ۲۶/ربیع الاول ۱۳۶۸ھ کو قصبہ محمدی لکھیم پور کھیری سے تیسری شادی ہوئی۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے موجودہ ناظم ومتولی مولانا سید نجم الحسن تھانوی، مظاہر علوم کے استاذ تفسیر مفتی مظفر الاسلام تھانوی اور (قاری نور الحسن تھانوی رحمہ اللہ) کے علاوہ دو بیٹیاں آپ ہی کی اولاد ہیں۔

مظاہر علوم سے سبکدوشی: ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء کو مظاہر علوم سے سبکدوش ہوئے۔

مستقل تھانہ بھون قیام: ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء کو مستقل تھانہ بھون قیام پزیر ہوگئے۔ اور اپنے رفیق مکرم مولانا شبیر علی تھانویؒ کے ایماء پر مادر علمی مدرسہ امداد العلوم کے منصب اہتمام پر فائز رہتے ہوئے تعلیمی، تدریسی، خانقاہی، انتظامی، تصنیفی، تالیفی، تجارتی اور اصلاحی خدمات انجام دیں۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ کا قیام: ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء کو تھانہ بھون کے اس زمانۂ اہتمام میں ادارہ تالیفات اشرفیہ قائم فرمایا، جس کا مقصد قیام یہ تھا کہ مسلمانوں کی دینی رہنمائی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں کی جائے، اس کیلئے آپ نے

حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کی نایاب و کمیاب کتابیں، مواعظ و ملفوظات کی نشر و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور تعلیمات حکیم الامتؒ کی نشر و اشاعت اور اس کی جدو جہد میں مصروف رہکر امت کی صحیح رہنمائی فرماتے رہے۔ الحمد للہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اکثر تصانیف اس ادارہ سے طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہے اور بڑے کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

مدت اہتمام مدرسہ امداد العلوم: ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۴ء سے ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء تک مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے منصب اہتمام پر فائز رہ کر نیک نامی اور دیانت و امانت داری کے ساتھ انتظامی و انصرامی خدمات انجام دیں۔

دور اہتمام کی ترقیات: آپ کے دور اہتمام میں خانقاہ کی قدیم عمارتوں کی مرمت، اور بعض نئی تعمیرات کے علاوہ جائداوں میں اضافہ اور نئے باغات وغیرہ لگائے گئے۔ سلسلہ امدادیہ اشرفیہ کے افراد و اکابر کا آپ کے دور میں کافی رجوع ہوا، اور حضرت تھانویؒ کی نایاب کتابیں اور اہم مضامین اور مواعظ و ملفوظات کی اشاعت ہوئی۔

تصنیفات و تالیفات: آپ کے قلم سے بہت سی کتابیں اور مختلف موضوعات پر اہم مضامین وجود میں آئے، جو محفوظ نہ رہ سکے۔ البتہ چند کتابیں ارواح ثلاثہ، مرأۃ المواعظ، بیان کی تعلیم، کشکول مجذوب، جامع المجددین، البدائع کی جمع و ترتیب کے بعد نہایت اہتمام سے اس کی نشر و اشاعت، اور ''ماہنامہ اشرف العلوم'' ہر ماہ پابندی سے شائع فرماتے رہے۔

تمہید/ معلم الحجاج: معلم الحجاج نامی مشہور و معروف کتاب حضرت مولانا سید ظہور الحسن صاحب کسولویؒ کی تحریک اور درخواست پر حضرت مفتی سعید احمد اجراڑویؒ مفتی اعظم مظاہر علوم نے تالیف فرمائی، جس کے متعدد ایڈیشن کتب خانہ امداد الغرباء محلہ مفتی سہارنپور سے برابر شائع ہوتے رہے، اس کتاب کے شروع میں مولانا سید ظہور الحسن

تھانویؒ نے عشق ومحبت سے لبریز تمہید اور خواجہ عزیز الحسن مجذوبؔ کے منتخب اشعار اضطرار مدینہ، بہار مدینہ، یادگار مدینہ شامل فرمائے ہیں۔

نیل المراد فی السفر گنج مراد آباد: حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادیؒ کے یہاں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی حاضری کی تفصیلات اور حضرت شاہ صاحب کے متعلق حضرت حکیم الامت کے ملفوظات پر اعتراضات کے جوابات تحریر فرمائے تھے، پھر بعد کو یہ رسالہ ''ارواح ثلاثہ'' نامی کتاب میں ''نیل المراد فی السفر گنج مراد آباد'' کے نام سے شامل کر دیا تھا۔

مجاز صحبت : ۱۳۵۳ھ کو حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی طرف سے اجازت ہوئی، اور مجازین صحبت کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔

مجاز بیعت : ۱۳۶۲ھ میں حضرت تھانویؒ کی وفات کے بعد مصلح الامت حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمہ اللہ سے رجوع کیا، اور کچھ عرصہ کے بعد آپ کی طرف سے بھی اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور مجاز بیعت قرار پائے۔

خصوصی وصف : استغناء وفنائیت اور زہد وقناعت کے پیکر تھے نیز حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے اصول وضوابط پر سختی سے عمل پیرا تھے۔

خصوصی مشغلہ : مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے انتظامی وانصرامی مشغولیت، اور تعلیمات مرشد کی نشر واشاعت اور نایاب وکمیاب تصانیف کی جمع وترتیب اور اس کی جد وجہد۔

خصوصی تعلق : حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور اور حضرت شاہ وصی اللہ صاحب فتحپوریؒ

سے خصوصی ربط رہا، اور اہم امور میں ان حضرات سے مشورہ لیتے رہے، اور علمی و روحانی منازل طے کرتے چلے گئے۔

حکیم الامتؒ کا ارشاد: حضرت مولانا سید ظہور الحسن کسولویؒ کے متعلق حضرت حکیم الامتؒ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ

''اللہ تعالیٰ نے مولوی ظہور الحسنؒ کو فہم دین کی دولت کے ساتھ دنیاوی امور کا بھی بہترین سلیقہ عطا فرمایا ہے''۔

مشہور معاصرین: حضرت مولانا شبیر علی تھانوی، حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ، حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی، حضرت مولانا قاری محمد مبین صاحب جانشین شیخ مصلح الامت الہ آبادی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی خادم خاص حضرت مصلح الامت، حضرت مولانا محمد نبیہ صاحب واصل ٹانڈوی، حافظ عبدالولی صاحب، حضرت مولانا یوسف صاحب بستوی، واکثر خلفاء حضرت حکیم الامت رحمہم اللہ۔

آپ کے خصوصی رفقاء وہمعصر حضرات میں امام تصوف حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی دامت برکاتہم الحمدللہ حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور سایۂ عاطفت تادیر ملت کے سروں پر قائم رکھے۔ (آمین)

خلفائے کرام: آپ کے تلامذہ، خلفاء، ومجازین میں فی الحال حضرت مولانا یحییٰ صلو صاحب دامت برکاتہم حیات ہیں جو روشنی ساؤتھ افریقہ میں دینی خدمات و بیعت وارشاد میں مصروف ہیں۔

علالت: شوال ۱۳۹۷ھ مطابق مئی ۱۹۷۷ء کو مرض فالج لاحق ہوا۔

وفات: ۱۸؍شعبان ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۵؍جولائی ۱۹۷۸ء کو ۷۶؍سال کی عمر میں تھانہ بھون میں انتقال ہوا۔

نماز جنازہ : حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب اعظمیؒ مفتی دار العلوم دیوبند نے ایک کثیر مجمع کی موجودگی میں مدرسہ امداد العلوم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں نماز جنازہ پڑھائی۔

مدفن : اپنے مربی و مرشد اور روحانی باپ حضرت حکیم الامتؒ کے وقف کردہ تکیہ (باغ اشرف) میں اشرف المقابر سے متصل تدفین عمل میں آئی۔

کل عمر : ۷۶/سال پائی۔

اولاد و احفاد : خانقاہ امدادیہ اشرفیہ تھانہ بھون کے موجودہ ناظم و متولی حضرت مولانا سید نجم الحسن تھانوی، مظاہر علوم کے استاذ تفسیر حضرت مولانا مفتی مظفر الاسلام تھانوی اور قاری نور الحسن تھانوی کے علاوہ تین صاحبزادیاں آپ ہی کی اولاد میں شامل ہیں۔ منجھلے صاحبزادہ قاری نور الحسن تھانوی اور ایک صاحبزادی اہلیہ (حضرت مولانا سعادت علی قاسمی الہ آبادی دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ ریاض العلوم گورینی جونپور) قضائے الٰہی سے وفات پاچکے۔ اللہ غریق رحمت کرے اور درجات بلند فرمائے۔

مولانا کی دوسری صاحبزادی (اہلیہ حضرت مولانا محمد اطہر صدیقی کاندھلوی دامت برکاتہم) الحمدللہ حیات ہیں، اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ عمر دراز فرمائے۔ آمین

آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی جو پہلی اہلیہ سے تھیں اور مولانا ظریف احمد صاحبؒ سابق استاذ جامعہ مظاہر علوم کے صاحبزادے مولانا عتیق احمد صاحب سے منسوب تھیں، ان کے دو صاحبزادے مولانا مرغوب احسن مظاہری اور مولانا محبوب احسن مظاہری اور چھ صاحبزادیاں ہوئیں، ایک وفات پاچکی باقی الحمدللہ حیات ہیں۔ (اطال اللہ عمرہم)

عکس تحریر اجازت نامہ منجانب مرشدی حضرت حکیم الامتؒ

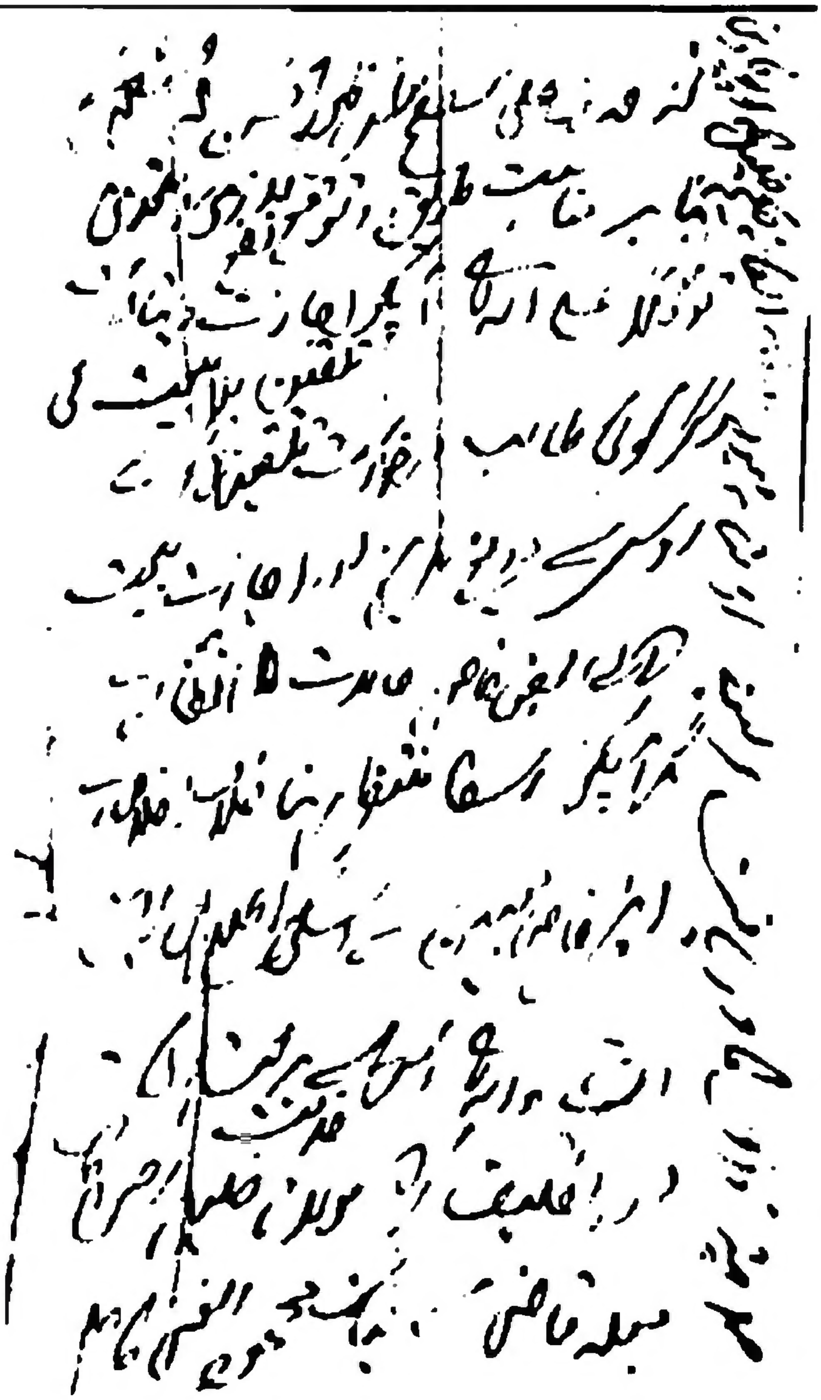

مضمون تحریر / اجازت نامہ حضرت حکیم الامتؒ

از اشرف علی / مشفقم مولوی ظہور الحسن سلمۂ السلام علیکم

بنابر مناسبت طریق وتوقع نفع لازمی ومتعدی توکلا علی اللہ تعالیٰ آپ کو تلقین بلا بیعت کی اجازت دیتا ہوں، اگر کوئی طالب درخواست تلقین کی کرے اس سے دریغ نہ کریں۔

اور اجازت بیعت کیلئے بعض خاص حالات کا انتظار ہے، مگر آپ کو اس کا منتظر رہنا خلاف اخلاص ہے، اپنے خاص محبین سے اس کی اطلاع بھی کر دیں، انشاء اللہ تعالیٰ اس سے برکت ہوگی۔

خدمت/اور تکلیف کر کے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب محلّہ قاضی سے جناب محمود الغنی کا پتہ ڈاک کا دریافت کر لیں۔اور دوسرا لفافہ حکیم خلیل الرحمٰن کو پہنچا دیں۔

از تھانہ بھون

قطعہ

باریاب مجلس اشرف رہا ہوں عارفی
یہ شرف میرے لئے سرمایۂ ناز ہے
دیکھتے ہیں مجھ کو عزت کی نظر سے اہل دل
اللہ اللہ ان کی نسبت میں بھی کیا اعجاز ہے

(عارفیؔ)

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں قائم ۱۴۳ سالہ قدیم

مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون ضلع شاملی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ کی تمنا اور ہدایت کے مطابق خانقاہ امدادیہ میں سکونت اختیار فرمائی اور توکلاً علی اللہ اپنے بزرگوں کی مقدس مسند رشد وہدایت پر متمکن اور رونق افروز ہوکر زندگی بھر عظیم الشان دینی واصلاحی خدمات میں مصروف رہے۔

۱۳۱۵ھ میں مدرسہ کی نشأۃ ثانیہ فرمائی اور حضرت حاجی صاحب کی طرف انتساب اور ان کے نام سے برکت حاصل کرتے ہوئے اس مدرسہ کا نام امدادالعلوم رکھا۔

اپنے شیخ کی ہدایت وتربیت کے نتیجہ میں حضرت والا تھانوی نے جس طرح اپنی ذات کے لئے استغناء اور توکل اختیار فرمایا تھا اسی طرح اپنے مدرسہ کی بنیاد بھی خالص توکل پر رکھی، چندہ وغیرہ کی تحریک سے احتراز فرمایا چنانچہ نہ آج تک مدرسہ کا کوئی محصل یا سفیر ہے نہ مروجہ رسید کا دستور، بغیر کسی تحریک وکوشش کے جس قدر آمدنی ہوتی ہے اس کے مطابق اخراجات اور تمام نظام رکھا جاتا ہے، آمدنی زائد ہوتی ہے تو کام بڑھا دیا جاتا ہے اور کم ہوتی ہے تو گھٹا دیا جاتا ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ اب تک اسی طرز پر یہاں کا نظم قائم ہے اور نہایت حسن خوبی کے ساتھ جملہ امور معمول کے مطابق انجام پا رہے ہیں۔

اس طور پر الحمدللہ حفظ وناظرہ کے علاوہ اردو، دینیات، ایک سال فارسی اور عربی پنجم تک تعلیم کا نظم تربیت کے اہتمام کے ساتھ رہتا ہے۔

مستحق بیرونی امدادی طلبہ عام حالات میں ۱۵۰/ سے زائد دارالاقامہ میں مقیم رہتے ہیں۔ جن کے لئے مطبخ اور وظیفہ کا معقول نظم رہتا ہے اور حتی المقدور دیگر سہولتیں بھی فراہم

کرنے کی سعی رہتی ہے۔مقامی بچوں کی بھی ایک بڑی تعداد تعلیمی اوقات میں پڑھنے کے لئے آتی ہے۔مدرسہ میں ۱۷/۱۸ مدرسین وملازمین کا عملہ مصروف کار ہے۔جو خیر خوبی کے ساتھ اپنے مفوضہ امور انجام دیتا ہے۔

مدرسہ میں تعمیر ومرمت کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے،ادھر الحمدللہ کافی کام ہوا ہے،اس وقت ۱۲/صفوں پر مشتمل مسجد کی بالائی منزل کی تعمیر کا کام جاری ہے۔اس کے علاوہ کشادہ وضو خانہ،غسل خانوں اور ۴/بیت الخلاء بنائے ہیں،احاطہ مطبخ میں بھی تعمیر ومرمت کا کام جاری ہے، اسی احاطہ میں چھوٹے طلبہ کیلئے چند کمروں کی تعمیر زیر غور ہے۔

……ضروری وضاحت……

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے کہ مدرسہ وخانقاہ کا اصول چندہ مانگنا یا سفراء بھیجنا نہیں ہے بلکہ ازخود جو آمدنی بطریق حلال حاصل ہوتی ہے دیانت کے ساتھ اس کے مصرف میں صرف کر دی جاتی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد کئی مکاتب تھانہ بھون میں ان کے نام سے قائم ہوگئے اور متواتر انمیں اضافہ ہو رہا ہے۔وہی عام دستور کے مطابق سفراء بھیجتے اور چندہ کرتے کراتے ہیں۔ایسے سفراء کو مدرسہ امدادالعلوم خانقاہ اشرفیہ کا سفیر نہ سمجھا جائے،حضرت تھانویؒ کے مدرسہ سے ان کا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔

ناظم مدرسہ امدادالعلوم تھانہ بھون ضلع شاملی (یوپی) ۲۴۷۷۷۷

MADARSA IMDADUL ULOOM

THANA BHAWAN SHAMLI (U.P.)

A/C NO: 31227677600 S.B.I.BANK THANA BHAWAN

IFSC CODE:SBIN0010155 M: 9358612332,

مرکز معارف حکیم الامت

کا قیام

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی مرمت اور تجدید و توسیع کرانے کے بعد اس کو فی الحال حضرت تھانویؒ کے علوم و معارف کے مرکز کی حیثیت دی جا رہی ہے مرکز معارف حکیم الامت کے مستقل قیام کے لئے حضرت تھانویؒ کے وقف کردہ تکیہ (باغ اشرف) سے متصل وسیع اراضی پر مرکز کی تعمیر کا ارادہ ہے جس میں حضرت تھانویؒ کی گراں قدر تصنیفات و تالیفات کو لائبریری کی شکل میں محفوظ کیا جائے گا حضرت سے متعلق عربی، انگریزی، اردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں ہونے والے کاموں کو اکٹھا کیے جانے کا بھی عزم ہے اس کے علاوہ یہاں حضرت حکیم الامت کی شخصیت پر کام کرنے والوں کے لئے قیام و طعام کی سہولتیں بھی فراہم ہوں گی۔

بفضلہ تعالیٰ نشر و اشاعت کا سلسلہ فی الحال حضرت کے مکان سے شروع کر دیا گیا ہے۔

سہ ماہی فیضان حکیم الامت کے علاوہ اب تک کئی کتب طبع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہیں۔

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مرکز کے جملہ تعلیمی و تعمیری منصوبوں کی عافیت و سہولت سے تکمیل فرمائے اور اس نشر و اشاعت کے سلسلہ کو امت کے لئے نفع بخش بنائے۔ آمین

والسلام

Syed Huzaifa Najam Thanwi

HAKEEMUL UMMAT ACADEMY

Moh. Ghair, Thana Bhawan- 247777, Distt. Shamli, U.P.

Mobile: 9568780000 | 9675780000

email: hakeemulummatacademy@gmail.com

MAULANA ASHRAF ALI THANVI FOUNDATION

A/c No.: 00311132000493 IFSC: PUNB0003110

Branch : PNB,Thanabhawan (Shamli) U.P.